ISSN 2395 - 1494
25/-
FEBRUARY - 2021
فروری ۲۰۲۱ء
اہل سنت کا ترجمان
ماہنامہ
کنز الایمان
دہلی
صفوں میں فاصلہ رکھنے اور ماسک لگا کر نماز پڑھنے کا حکم
سلطان دہلی کی عالمانہ اور صوفیانہ عظمت
مسجد قوت الاسلام و مدرسہ حوض، دہلی
ہمارے محسن سید کمیل اشرفی اور سید محمد افضل میاں برکاتی
شاہین باغ کی دادی بلقیس بانو کو "وومین آف دی ایئر" کا خطاب
فقہ و فتاوی
اور
الجامعة الاشرفية
بھارت کا
آئین
لو جہاد! حقیقت یا افسانہ
ڈاکٹر امبیڈکر اور پونہ پیکٹ
ایڈیٹر
محمد قمر الدین رضوی
۱

ماہنامہ کنز الایمان دہلی کے مشیر اعلیٰ علامہ یٰسٓ اختر مصباحی کی

تصنیفات وتالیفات

بارگاہِ خواجہ ہند میں امام احمد رضا کی حاضری	قیمت: -/120		
ممتاز علمائے انقلاب ۱۸۵۷ء	قیمت: -/300	تعارف اہل سنت	قیمت: -/40
امام احمد رضا اور ردِ بدعات ومنکرات	قیمت: -/260	مسائل توسل وزیارت	قیمت: -/50
اصلاح فکر واعتقاد	قیمت: -/240	سوادِ اعظم	قیمت: -/30
جشن میلاد النبی (ترجمہ)	قیمت: -/30	ہم اور ہمارا ہندوستان	قیمت: -/80
تین طلاق اور حکم شریعت	قیمت: -/80	فقہ حنفی اور امام احمد رضا	قیمت: -/260
امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں	قیمت: -/180		

مولانا محمد عیسیٰ رضوی قادری کی تصنیفات وتالیفات

امام احمد رضا اور معارف تصوف	قیمت: -/240
علوم قرآن (ترجمہ حاشیہ الدولۃ	قیمت: -/200
فیضانِ اعلیٰ حضرت	قیمت: -/400
امام اعظم ابوحنیفہ اعلیٰ حضرت کی نظر میں	قیمت: -/160
خطبات شان مصطفیٰ	قیمت: -/400

RAZAVI KITAB GHAR

رضوی کتاب گھر دہلی

423 - اردو مارکیٹ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی-6

PHONE : 011-23264524 MOBILE : 9350505879, 9910920970

محمد احمد رضوی (بڑے صاحب زادے) 9911971593 محمد ارشد رضوی (چھوٹے صاحب زادے) 7827420875

سوادِ اعظم اہلِ سنّت وجماعت کے مشاہیر علمائے ہند

① شیخ عبد الحق محدّث دہلوی
② مجدّدِ الف ثانی شیخ احمد سرہندی
③ علامہ شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی
④ علامہ عبد العلی فرنگی محلی لکھنوی
⑤ شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی
⑥ شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی
⑦ شاہ احمد سعید مجدّدی رام پوری
⑧ علامہ فضلِ حق چشتی خیرآبادی
⑨ علامہ عبد العلیم فرنگی محلی لکھنوی
⑩ علامہ فضلِ رسول عثمانی بدایونی
⑪ سیّد شاہ آلِ رسول احمد مارہروی
⑫ مفتی ارشاد حسین مجدّدی رام پوری
⑬ مفتی غلام دستگیر قصوری لاہوری
⑭ علامہ عبد القادر برکاتی بدایونی
⑮ امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی
⑯ سیّد شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی
⑰ شیخ الاسلام شاہ انوار اللہ فاروقی حیدرآبادی

کے مسلکِ حق وصداقت کا نقیب وترجمان

مجلسِ مشاورت

- ڈاکٹر فضل الرحمٰن شررؔ مصباحی (دہلی)
- سید محمد مہدی میاں چشتی (اجمیر شریف)
- پروفیسر عون محمد سعیدی (پاکستان)
- مولانا افتخار احمد قادری (مدینہ منورہ)
- مولانا محمد عبد المبین نعمانی (مبارک پور)
- علامہ بدر القادری (ہالینڈ)
- مولانا محمد قمر الحسن قادری (امریکہ)
- سید شاہ شمیم الدین منعمی (پٹنہ)
- سیّد حسن اشرف اشرفی کچھوچھوی (انگلینڈ)

مجلسِ مشاورت

- مولانا محمد حنیف خاں رضوی (بریلی شریف)
- ڈاکٹر سیّد علیم اشرف جائسی (حیدرآباد)
- مولانا قاضی فضل احمد مصباحی (بنارس)
- مولانا محمد شاکر علی نوری (ممبئی)
- مولانا مقبول احمد مصباحی (دہلی)
- الحاج محمد سعید نوری (ممبئی)
- انجینئر سید محمد فضل الرحمٰن چشتی (دہلی)
- مولانا محمد فروغ القادری (برطانیہ)
- مفتی مجاہد حسین حبیبی (کولکاتا)

بفیضِ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مصطفےٰ رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان

ماہنامہ کنز الایمان دہلی

فروری ۲۰۲۱ء

رجب المرجب / شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ

جلد ۲۴ — شمارہ ۲

مجلسِ ادارت

مدیر مسئول	محمد ظفر الدین برکاتی
منیجنگ ایڈیٹر	محمد صبی انصاری
سرکولیشن منیجر	مطیع الرحمٰن اعظمی
معاون منیجر	محمد سعید انصاری
اشتہار منیجر	امام الدین قیصر
تزئین کار	محمد نظام الدین انصاری
آپریٹر	محمد کامل نعیمی

مشیرِ اعلیٰ

علامہ یٰسین اختر مصباحی

ایڈیٹر

محمد قمر الدین رضوی

تفصیلِ ممبرشپ

قیمت فی شمارہ	۲۵ روپے
سالانہ	۳۰۰ روپے
اعزازی	۵۰۰ر
تاحیات	۱۰۰۰۰ر
بیرونِ ممالک	۳۰ امریکی ڈالر
تاحیات	۲۰۰۰ امریکی ڈالر

Published, Printed & On Behalf Of
Mohammed Qamruddin Razvi
Printed At : **Javed Press** 2096 Rodgran,
Lal Kuan, Delhi-06
Published From **Kanzul Iman Monthly**
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-06

ماہ نامہ کنز الایمان دہلی
آن لائن پڑھنے کے لیے لاگ اِن کریں
www.razvikitabghar.com

نوٹ رسالے سے متعلق کوئی بھی مقدمہ صرف دہلی کی عدالت میں قابلِ سماعت ہوگا۔ مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

ڈرافٹ KANZUL IMAN MONTHLY کے نام سے بنوائیں

مراسلت وترسیلِ زر کا پتہ
ماہنامہ کنز الایمان دہلی
۴۲۳، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۶
KANZUL IMAN MONTHLY
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6 (India)
Ph:.23264524 Email.kanzuliman.delhi@gmail.com

آئینۂ کنزالایمان

قارئین کرام! جنوری ۲۰۲۱ء کا شمارہ آٹھ مہینوں کے بعد پہلا شمارہ ہے جو بانی ایڈیٹر حافظ محمد قمر الدین رضوی کی شخصیت اور تجارتی اشاعتی خوبیوں پر خصوصی ہے، اس لئے اس میں دیگر مضامین کو شامل نہیں کرسکے اور آنے والے اپریل ۲۰۲۱ء کا شمارہ بھی مکمل خصوصی ہے، اس میں بھی دیگر مضامین شامل نہیں ہوں گے، اس لئے قارئین کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے فروری اور مارچ کے شمارے عام شمارے ہوں گے جن میں حالیہ مہینوں کے مسائل اور مباحث پر مضامین شامل ہوں گے۔ تازہ شمارہ فروری میں جو مضامین شامل ہیں، ان کا مطالعہ کرنے کے بعد یقیناً آپ حضرات بہت خوشی محسوس کریں گے کیوں کہ ''لو جہاد، بھارتی اقوام اور دستورِ ہند، بھارت کی موجودہ مرکزی حکومت کی تازہ ترین تعلیمی پالیسی'' جیسے بہت سے اہم مسائل کا احاطہ کرلیا گیا ہے جن سے ہمارے قارئین کا واقف ہونا ضروری ہے۔ (ادارہ)

اداریہ

ہمارے محسن سید کمیل اشرفی اور سید محمد افضل میاں برکاتی

سلسلہ اشرفیہ چشتیہ کچھوچھہ اور سلسلہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ کے اِن دونوں بزرگوں نے کئی ضرورت مندوں کے لئے ہماری لاج رکھی ہے

محمد ظفر الدین برکاتی ★

۸ نومبر ۲۰۱۶ء کو اچانک نوٹ بندی کے بعد محب گرامی مولانا محمد نسیم رضا مصباحی مرحوم کا علاج خطرے میں آ گیا۔ ایسے وقت میں حضرت مفتی محمد نظام رضوی صاحب قبلہ کے وسیلے سے حضرت سید کمیل اشرف اشرفی مصباحی علیہ الرحمۃ والرضوان کی فلاحی نسبتوں کا فیضان کام آیا۔ ان کے چنندہ مریدین کے ذریعہ امدادی رقم براہ راست اپولو ہاسپٹل کے اکاؤنٹ میں پہنچ جاتی اور علاج کا سلسلہ جاری رہتا۔ البتہ بیرونی چیزوں اور لکھی ہوئی دواؤں کے لئے الگ سے رقم کی ضرورت تھی لیکن کوئی صورت نظر نہیں آئی تو علی گڑھ کے سید جمال احمد صاحب نے حضرت سید ظہیر احمد زیدی صاحب کے مضامین کی جمع وتدوین اور کتابوں کی تصحیح وترتیب کے لئے جو ہمیں رقم دی تھی، اُسے ہی خرچ کرنا پڑا۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ کہ تین ماہ تک مسلسل مہنگے علاج کے بعد ۱۴ جنوری ۲۰۱۷ء کو نسیم رضا سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔ ہاسپٹل سے میت کو حاصل کرنے گئے تو ایک لاکھ ۶۳ ہزار کا، بل پیش کیا گیا۔ اُس وقت مقامی رکن اسمبلی امانت اللہ خان نے دہلی وزارت صحت کے ذریعے ۷۴ ہزار روپے کا بوجھ ہلکا کیا۔ باقی رقم حضرت کمیل میاں کے ایک مرید، سنی دعوت اسلامی کے مبلغ مولانا مظہر حسین علیمی اور محب گرامی محمد عارف اقبال مصباحی کے تعاون سے پوری کی گئی۔ اس کے بعد چہارم کی محفل میلاد پاک سے پہلے تک ان کی گروی زمین کے لئے معاوضہ کی رقم کی ادائیگی میں بھی حضرت کمیل میاں کا خصوصی فیضان پہنچا جس کے لئے مولانا مظہر حسین علیمی ذریعہ بنے اور مولانا عارف اقبال نے بھی کسی سے مزید تعاون کا انتظام کیا۔

خوبی کی بات یہ ہے کہ ہمیں حضرت کمیل میاں کی زیارت اور ملاقات نصیب نہیں اور تعاون کرنے والے کسی بھی مرید سے کوئی بات ملاقات نہیں لیکن حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب قبلہ کے نام پر ہی کارِ خیر کا سلسلہ قائم رہا۔ اسی لئے ۵ نومبر ۲۰۲۰ء کو جیسے ہی حضرت پیر کمیل میاں کے وصال کی خبر ملی، ویسے ہی ہم نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کی نیت کر لی اور حسن اتفاق کہ اسی دن ہم مبارک پور پہنچے تھے، اس لئے سربراہ اعلیٰ حضرت عزیز ملت صاحب کی گاڑی میں حضرت مفتی صاحب کے ساتھ دوسرے دن کچھوچھہ شریف حاضر ہوگئے۔ نمازِ جنازہ اور تدفین کے وقت خوش قسمتی سے ہمیں درگاہ مخدوم ثانی کی محفل خانہ میں جگہ مل گئی، اس لئے بہت سے اشرفی مشائخ اور نوجوانوں کو قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ دنیا کے سفر میں اپنے اس عظیم محسن کی زیارت نہ ہو سکی لیکن سفر آخرت کے قافلے کی دھول سے عقیدت کی پیشانی کو چمکانے کا موقع ضرور میسر آ گیا۔

ہمارے دوسرے محسن اور کرم فرما ہمارے پیر خانہ کے روشن خیال جہاں دیدہ صوفی انسان حضرت سید محمد افضل میاں قادری برکاتی صاحب ہیں جنھیں ہم جامعہ ملیہ اسلامیہ میں ان کے رجسٹرار آفس میں ہر ماہ دینی رسالے ماہ نامہ کنز الایمان اور ماہ نامہ اشرفیہ پہنچایا کرتے تھے۔ وہ مولانا کہہ کر پکارتے لیکن ایک دن ایک خاص کام سے ان کی رہائش گاہ پر حاضر ہوئے اور پورا نام محمد ظفر الدین برکاتی بتایا تو بہت خوش ہوئے اور خیر وعافیت دریافت کرنے کے بعد آنے کا مقصد پوچھا۔ ہم نے عرض کیا تو فرمایا کہ اللہ چاہے گا تو آپ کا کام کیوں نہیں ہوگا؟ ماشاءاللہ وہ کام ہو گیا۔ ہمارا دل ہمیں سرزنش کرتا رہتا ہے کہ تم بھی کسی لائق ہوتے تو تمہارے بھی کتنے کام بن گئے ہوتے لیکن پھر یہی دل تسلی دیتا ہے کہ کام آتے رہو، اِن شاءاللہ یہ کام ہی تمہارے کام آئے گا۔ اِن شاءاللہ

ایک خانقاہ کا نمائندہ ہوتے ہوئے بھی ایک ایمان دار اعلیٰ پولیس آفیسر ہونا ہمارے لئے کشش کا سبب رہا۔ پیر خانے کی قادری نسبت اُس پر سونے پر سہاگہ کا کام کرتی رہی اور مارہرہ شریف میں عرس قاسمی برکاتی نومبر ۲۰۱۶ء میں ''ارباب صحافت وخطابت کا نمائندہ اجلاس'' میں پہلی اور آخری بار عالمانہ خطاب کرتے ہوئے دیکھ کر حضرت افضل میاں سے عجیب سا لگاؤ ہو گیا تھا۔ اسی لئے ۱۵ دسمبر کو جب اُن کے

وصال کی خبر ملی، ہم نے صبح صبح نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے مارہرہ شریف حاضر ہونے کی تیاری کر لی۔ مفتی صاحب کے دوسرے صاحب زادے محمد ضیاء الدین برکاتی، ایم ایس او کے جنرل سکریٹری شجاعت قادری کے ہمراہ نمازِ جنازہ میں شامل ہوئے۔ دوسرے دن جمعرات کو شجاعت علی قادری نے اوکھلا وِہار واقع اپنے دفتر میں قرآن وفاتحہ خوانی کی محفل رکھی اور نمازِ جمعہ کے بعد مہمان خانہ دار القلم دہلی میں محمد ضیاء الدین برکاتی نے قرآن خوانی وفاتحہ خوانی کی اور دعائے مغفرت کی محفل رکھی جس میں قادری مسجد کے امام، اہل سنت اکیڈمی کے احباب سمیت بہت سے لوگ شریک ہوئے اور ۲۶/ دسمبر کو بعد نماز عشاء مجیب بھائی برکاتی الامین بیکری والے کے مکان رضا چوک ذاکر نگر میں اہتمام کے ساتھ قرآن خوانی، نعت ومنقبت خوانی اور ایصال ثواب کی خوب صورت محفل منعقد ہوئی جس میں مقامی تمام سنی مساجد کے امام صاحبان اور قادری برکاتی عقیدت مند علمائے کرام، طلبہ واساتذہ شریک ہوئے۔

حضرت سید کمیل اشرفی مصباحی علیہ الرحمۃ والرضوان اور حضرت سید محمد افضل میاں قادری برکاتی کے حوالے سے ادارے کو بہت سی شخصیات کی جانب سے تعزیت نامے موصول ہوئے ہیں لیکن یہاں آستانۂ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف کے سجادہ نشین حضرت سید فخر الدین اشرف اشرفی صاحب کا تعزیت نامہ اور حضرت افضل میاں کی عقیدت ومحبت کا مظاہرہ کرنے والے حضرات کا شکریہ ادا کرنے کے لئے حضرت امین ملت، رفیق ملت اور شرف ملت نے جو مشترکہ ''شکریہ نامہ'' جاری کیا ہے، اُسے آپ کی نذر کرتے ہیں اور ایک منفرد قلندری تعزیت نامہ بھی الگ سے ملاحظہ کریں جو بطورِ خاص مجھے بہت پسند آیا جسے مولانا محمد قلندر نوری رائچوری نے لکھا ہے اور علم ولیاقت کو بھی عقیدت مند بنا کر پیش کیا ہے۔

بخدمت امین ملت حضرت پروفیسر سید محمد امین میاں برکاتی، رفیق ملت سید نجیب میاں برکاتی صاحبان۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سوشل میڈیا واخبار کے ذریعے سید افضل میاں برکاتی کے وصال کی خبر موصول ہوئی۔ میرا اُن سے غائبانہ تعارف تھا۔ ۱۹۷۲ء میں جب میں علی گڑھ میں تھا، پروفیسر سید امین اشرف کچھوچھوی سے اکثر سید افضل میاں کی ذہانت، متانت، سنجیدگی اور حسن اخلاق کی تعریفیں سنا کرتا تھا کیوں کہ سید امین اشرف کچھوچھوی خانوادۂ برکاتیہ سے بہت قریب تھے۔ موصوف کا وصال صرف ہمارے اور مشائخ خانوادۂ اشرفیہ بسکھاری کے لئے ہی نہیں بلکہ اہل سنت وجماعت خصوصاً مریدین ومتوسلین اور خانوادۂ برکاتیہ کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے۔ ان کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے دار العلوم مخدوم اشرف درگاہ رسول پور کچھوچھہ شریف میں ایک تعزیتی مجلس کا انعقاد بھی ہوا جس میں خصوصیت کے ساتھ سید افضل میاں برکاتی اور خانوادۂ برکاتیہ کے بزرگوں کی ارواح کو ایصال ثواب کیا گیا۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں موصوف کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

شریک غم: سید شاہ فخر الدین اشرف اشرفی جیلانی
سجادہ نشین آستانۂ عالیہ کچھوچھہ مقدسہ

حضرات گرامی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ سب لوگوں کو صحت وعافیت کے ساتھ رکھے۔ آمین

ہمارے عزیز ترین بھائی سید محمد افضل مرحوم ومغفور کی رحلت پر عالمی سطح پر آپ تمام علمائے کرام، مشائخ ذوی الاحترام، دانشور حضرات اور مخلص احباب نے جس طرح رنج وغم کا اظہار کیا، سوشل میڈیا وٹیلی فون کے ذریعے تعزیتی پیغامات ارسال کیے، اس کے لئے ہم آپ کے صمیم قلب سے ممنون ہیں کہ آپ خانقاہ برکاتیہ کے اس نقصانِ عظیم پر ظاہری وقلبی طور سے شریک وسہیم رہے۔ ہم بارگاہِ رب العزت میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ برادرِ عزیز کے ہر خواب کو شرمندۂ تعبیر فرمائے اور ان کے چھوڑے ہوئے مشن کو اُنہی کی طرح متحرک، فعال اور عمدہ اخلاقی اقدار کے ساتھ پورا کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آپ حضرات دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ خانوادۂ برکات کے تمام اراکین و متوسلین کو بالخصوص برادرِ عزیز کے اہل وعیال کو صبر جمیل کامل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) اللہ تبارک وتعالیٰ برادرِ عزیز سید محمد افضل میاں قادری برکاتی قدس سرہٗ کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ

سوگوران: سید محمد امین قادری، سید نجیب حیدر نوری
سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف ضلع ایٹہ (اتر پردیش، بھارت)

z.barkati@gmail.com

اک چھوٹی سی بات

اگر آپ کے ذمہ ماہ نامہ کنز الایمان دہلی کی سالانہ رقم باقی ہے تو براہ کرم بھیج دیں اور مزید کرم ہوگا کہ اگلے سال کی اضافی رقم بھی جمع کریں

بسمہ المحی الممیت القادر القدیر۔

آقائے نعمت مرشد اجازت حضرت رفیق ملت دامت برکاتہم ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد از قدم بوسی عرض ہے کہ تقریباً ۱۲ بجے شب حضرت والا مدظلہٗ کے برادرِ محترم حضرت سید محمد افضل میاں صاحب قبلہ کے وصال پرملال کی خبر ملی۔انا للہ وانا الیہ رٰجعون۔ بعد نماز فجر واٹس میسیج کے ذریعے اپنی حاضری اور تعزیت پیش کر دی تھی تاہم جمعہ کے دن برادرِ دینی حضرت مشاہد بھیا (مالیگاؤں) کا فون آیا کہ آپ اپنا تعزیت نامہ بھی ارسال کریں۔حسب حکم چند پاکیزہ جذبات قلبی حاضر ہیں:

تعزیت روح فرسا • یا احد یا مالک اغفرلہٗ || بصد آہ وصال شہزادہ احسن العلماء سید محمد افضل میاں
۱۴۴۲ھ ۱۴۴۲ھ ۲۰۲۰ء

یہ احقر غیر افضل، اُس ذات افضل کی خدمت میں کیا لب کشائی کر سکتا ہے جس کا تعارف عارف باللہ عاشق رسول اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ کے اعلیٰ الفاظ میں اِس طرح ملتا ہے کہ

تیسری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا • تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اِسی طرح جب حضرت غوث اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے منقبتی شعر پر نظر پڑتی ہے تو حضرت موصوف مرحوم کا نام بھی نمایاں نظر آ جاتا ہے:

تری عزت تری رفعت ترا فضل • بفضلہٖ افضل و فاضل ہے یا غوث

اور پھر جب نام ''افضل'' پر نظر پڑتی ہے تو اُس کے اعداد، ایک سرِّ وِصال کا افشا کرتے ہیں یعنی نام (افضل) کے اعداد ''۹۱۱'' اور اعدادِ قلبی ''۱۱'' ہوتے ہیں۔ایسا لگتا ہے کہ تسمیہ خوانی کے موقع پر جب گیارہویں والے پیر، روشن ضمیر (علیہ الرحمۃ والرضوان) کی محبت سے سرشار ہو کر یہ نام رکھا گیا ہوگا اُسی وقت ممدوح محترم کے وصال کی تاریخ، مہینہ اور سن ھ (۲۹، ماہ ربیع الآخر۔ گیارہویں کا مہینہ۔ ۱۴۴۲ھ) کو بھی آپ کے نام کے اعداد میں محفوظ کر دیا گیا تھا، یعنی یہ مخدوم زادہ جب بھی ''گلشن برکات'' سے ''گلشن جنّات'' کی طرف روانہ ہوگا، بہرحال ''بارہویں'' کے جلوؤں سے محظوظ ہو کر ''گیارہویں'' مناتے ہوئے گیارہویں والے کے مہینے ہی میں دنیائے فانی سے دارِ بقا کی جانب رخصت ہوگا۔

اللہ غافر وغفار اپنے حبیب امین واشرف وافضل ونجیب ﷺ کے تصدق حضرت صاحب زادۂ مغفور کی برزخی زندگی کو گیارہ ستارے اور بارہ چاند لگا کر جنت الفردوس میں افضل مقام عطا فرمائے، آپ کے درجات کو بلند فرمائے، پس ماندگان کو صبر جمیل اور اس پر اجر جزیل عطا فرمائے۔ خانوادۂ برکات کے جملہ اکابر واصاغر حضرات ساداتِ کرام کی عمروں میں بے پناہ برکتیں عطا فرما کر اُن کا سایۂ شفقت ہم پر دراز فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

ایسے المناک موقع پر جامعہ رضائے مصطفیٰ گلشن رضوی رائچور کے جملہ اساتذہ وارکان وطلبہ وطالبات سب کے سب آپ کے شریک غم ہیں۔

''گیارہویں'' کی مناسبت سے گیارہ تاریخی مادے پیش ہیں ع گر قبول افتد زہے عز وشرف

- قال اللہ القریب: فادخلی فی عبادی ۱۴۴۲ھ
- مخدوم بنام جہاں دار جاں آفریں ۱۴۴۲ھ
- مقرب والا سید محمد افضل میاں مارہروی ۲۰۲۰ء
- مہ زیبا سید محمد افضل میاں قادری مارہروی ۲۰۲۰ء
- آہ! نامورِ ملک، شہزادۂ حضرت حضور احسن العلماء ۲۰۲۰ء
- کریم بے نظیر ۱۴۴۲ھ • ہر دل راغب ۱۴۴۲ھ
- نورِ مہر احسن الخالقین ۱۴۴۲ھ
- برکاتی حاتم عصر ۱۴۴۲ھ
- ماہ تاباں، شفائے کلی یافت ۱۴۴۲ھ
- مسافر ذی شان ۱۴۴۲ھ

راقم الحروف، طالب دعا

محمد قلندر برکاتی رضوی نوری رائچوری، خادم گلشن رضوی رائچور (کرناٹک) ۲۰ دسمبر ۲۰۲۰ء

انوار قرآن

ریلیف سے متعلق ایک عوامی غلط فہمی کا ازالہ

صدقہ دِکھا کر یا چھپا کر دینا کب اور کس کے لئے افضل؟

منظر محسن نعیمی★

اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں چھپا کر اور دِکھا کر، دونوں صورتوں میں اپنے مال کو مستحقین پر خرچ کرنے کی اجازت دی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَ عَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُونَ (سورہ بقرہ آیت ۲۷۴)

ترجمہ: جو لوگ (اللہ کی راہ میں) رات و دن اپنے مال چھپا کر اور دِکھا کر خرچ کرتے رہتے ہیں ان کا صلہ پروردگار کے پاس ہے اور ان کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہوگا، نہ وہ غم گین ہوں گے۔

ایک اور مقام پر سورہ بقرہ ہی میں: دونوں صورتوں کی اجازت دی کہ تم چاہو تو پوشیدہ خیرات کرو اور چاہو تو ظاہر کر کے خیرات کرو، لیکن یہاں پوشیدہ خیرات کرنے کو بہتر قرار دیا۔ گویا افضل اور پسندیدہ طریقہ اللہ رب العزت نے خود متعین کر دیا کہ وہ پوشیدہ طور پر خیرات کرنا ہے۔

إِن تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَ إِن تُخْفُوهَا وَ تُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ يُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (سورہ بقرہ آیت: ۲۷۱)

مفسر قرآن ابو محمد حسین بن مسعود بغوی رحمہ اللہ (وفات: ۵۱۰ھ) تفسیر اپنی میں فرماتے ہیں: صدقہ خواہ فرض ہو یا نفل جب اِخلاص سے اللہ کے لئے دیا جائے اور ریا سے پاک ہو تو خواہ ظاہر کر کے دیں یا چھپا کر، دونوں بہتر ہیں لیکن صدقہ فرض جیسے زکوٰۃ کا ظاہر کر کے دینا افضل ہے اور نفل کا چھپا کر اور اگر نفل صدقہ دینے والا دوسروں کو خیرات کی ترغیب دینے کے لیے دِکھا کر دے تو یہ دِکھا کر دینا بھی افضل ہے۔

(تفسیر بغوی، البقرۃ، تحت الآیۃ:۲۷۱، ۱/۱۹۱)

اسی طرح کا معاملہ اُن صدقات نافلہ کا ہے جن کی وصولی کے لئے حکومت کسی ہنگامی صورت حال کے پیشِ نظر کال دیتی ہے، جیسے کورونا وائرس (Covide_19) ریلیف فنڈ کے لئے بھارت کی مرکزی حکومت نے کال دی ہے۔ یہاں بھی ریا کا اندیشہ مقابلۃً کم ہوجاتا ہے اور جذبۂ مسابقت پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے تو ایسے صدقات نافلہ اعلانیہ دینے میں بھی کوئی قباحت نہیں رہتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (سورہ بقرہ، آیت: ۱۴۸)

کہ نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایک دوسرے سے بڑھ کر حصہ ڈالا اور سب کا ایثار ایک دوسرے کے سامنے ہی تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے روایت بیان کی ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے: خفیہ عبادت اعلانیہ عبادت سے افضل ہے اور مُقْتَدیٰ بہ (وہ شخصیات، جن کے فالوورز ہوتے ہیں، لوگ جن کی پیروی کرتے ہیں، جیسے سماجی، مذہبی و سیاسی شخصیات) کی اعلانیہ عبادت، خفیہ عبادت سے افضل ہے۔ (شعب الایمان ۴۶، باب فی السرور بالحسنۃ والاغتمام بالسیئۃ، ۵/۳۷۶، حدیث: ۷۰۱۲)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ المصابیح کی شرح مرآۃ المناجیح میں لکھتے ہیں کہ اپنی عبادات لوگوں کو دِکھانا تعلیم کے لئے، یہ ریا نہیں بلکہ علمی تبلیغ و تعلیم ہے، اس پر ثواب ہے۔ مشائخ فرماتے ہیں: صدیقین کی ریا مریدین کے اِخلاص سے بہتر ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے۔

(مِرْآۃ المناجیح، ۷/۱۲۷)

آج کل سوشل میڈیا پر مختلف سماجی تنظیموں کی جانب سے ملک بھر میں کیے جا رہے امدادی کاموں کی خبریں دیکھنے کو مل رہی ہیں جو کہ ایک خوش آئند پہلو ہے، اگر دیش بھر میں سماجی تنظیموں نے اپنا رفاہی، فلاحی اور امدادی کام شروع نہیں کیا ہوتا تو لاک ڈاؤن کے اِس دور میں بھوک سے ہونے والی اموات کی شرح کئی گنا زیادہ ہوجاتی۔ ہمیں بھی اپنے احباب و متعلقین کے ساتھ جمشید پور اور اس کے باہر متعدد

مقامات پر اس نیک کام کی سعادت نصیب ہوئی ہے، اس کے لئے پہلے رب العالمین کا شکرادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اس کی توفیق بخشی پھر ملک بھر کے سبھی سماجی خدمت گاروں کو ہدیہ تبریک پیش کرتے اور اُن کے دعائے خیر کرتے ہیں جنھوں نے ہمارا ساتھ دیا۔

اِدھر چند دنوں سے یہ دیکھنے میں آ رہا ہے کہ امداد کرنے والے سماجی خدمت گاروں کے ذریعے لی گئی تصاویر کے صرف ایک پہلو پر خوب طنز وتعریض کے تیر برسائے جارہے ہیں جب کہ دوسرے پہلوؤں کی جانب سے صرف نظر کیا جارہا ہے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ہم کسی بھی معاملے پر تبصرہ کرنے سے پہلے اس کے ہر پہلو پر نظر ڈال لیں، ظاہر کو دیکھ کر ڈائریکٹ کسی کی نیت پر شک نہ کریں، جب کہ اسلام میں مدارِ اعمال نیت پر منحصر ہے۔

آج دوسری قومیں دِکھا کر دیتی ہیں، جس سے ان کے بارے سماج میں مثبت پیغام جاتا ہے، آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ملک بھر میں مسلمانوں کے خلاف ہورہے پروپیگنڈے میں ایک پروپیگنڈہ یہ بھی شامل ہے کہ مسلمان، دانی (صدقہ وخیرات کرنے والا) نہیں ہوتا، وہ دیش کے غریبوں کو کھانا نہیں کھلاتا، لنگر نہیں لٹاتا ہے۔ اگر کبھی ایسا کرتا بھی ہے تو صرف اپنی کمیونٹی (مسلم) ہی کو امداد کرتا ہے، ملک کے دلتوں اور دوسرے پچھڑے طبقات کو اس طرح کے جھوٹے پروپیگنڈہ سے ہمارے خلاف اکسانے میں اکثر کامیاب ہوجاتا ہے۔

ایسے میں غلط فہمیوں، بدگمانیوں کے ازالہ اور اس سے بڑھ کر سماج کے دوسرے طبقات کی ترغیب کے لئے ہمیں اپنے صدقات، خیرات (چیریٹی) کی تشہیر کرنا نہ صرف جائز بلکہ افضل معلوم ہوتا ہے۔ ہاں اِس تشہیر سے جن سماجی خدمت گاروں کو دِکھاوا، تکبر اور خود پسندی کی بلائے عظیم میں مبتلا ہونے کا یقین ہو، انھیں تشہیر سے بچنا چاہیے تا کہ نیکیاں برباد نہ ہوجائیں۔

تشہیر کا طریقہ کیا ہو، اس کے لئے ایک تجویز درج ذیل ہے:

تصویروں میں ضرورت مندوں کے چہروں کو بالکل نہ دِکھایا جائے یعنی تصویریں اِس انداز سے لی جائیں کہ سماجی کارکنان آجائیں۔ جو سامان یا رقم دی جارہی ہے، وہ آجائے اور جس ٹرسٹ یا سوسائٹی کی طرف سے یہ مدد دی جارہی ہے، اس کا نام اور بینر آجائے، جب کہ ضرورت مندوں کو یا تو دور سے عمومی بھیڑ کی شکل میں دِکھائیں کہ وہ پہچان میں نہ آئیں یا قریب سے تصویر لیں تو کیمرے کا رُخ لازماً تھوڑا بدل لیں کم از کم اُن میں سے کسی کے چہرے نہ آئیں۔ ضرورت مندوں کے چہرے دِکھانا واقعی اُنہیں شرمندہ کرنا ہے۔ ہمارا ماننا ہے کہ کسی بھی ضرورت مند کی امداد کرتے وقت کی تصویریں ضرور لی جائیں تا کہ اس کارِ خیر کی تشہیر ہو اور دوسروں کے لئے باعث ترغیب بنے، کہ ترغیب کی خاطر تشہیر کو علمائے کرام نے افضل قرار دیا ہے۔

☆☆☆

☆ سابق امام وخطیب قادری مسجد دارالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی
حال مقیم سیمانچل۔ 9955547488

(لاک ڈاؤن میں خدمت کرنے والوں کا تعارفی مضمون بھیج سکتے ہیں)

اِسی غمناک ماحول میں ہمارے بہنوئی بھی چل بسے

۲۴ ربیع الاول ۱۴۴۲ھ ۱۱ نومبر ۲۰۲۰ء بروز بدھ۔ طویل علالت کے بعد ہمارے بڑے بہنوئی جناب محمد شرف الدین انصاری ابن مرحوم عبداللطیف انصاری کا کسیا ضلع کشی نگر کے پرائیویٹ اسپتال میں انتقال ہوگیا۔ مرحوم کی پانچ بیٹیاں ہیں اور ایک بیٹا ہے جس نے مالی بدحالی کے سبب تعلیم حاصل کرنا چھوڑ کر کوئی ہنر سیکھنا شروع کیا ہے۔ ابھی ایک بیٹی کی شادی ہوئی ہے اور باقی زیرِ تعلیم ہیں جن میں ایک ہمارے گھر میں رہتی ہے اور جس کی تعلیمی اور پرورش کی کفالت ہم نے بہت پہلے سے لے رکھی ہے۔ مرحوم باپ کے اکلوتے بیٹے تھے اور دو بہنیں ہیں جو شادی شدہ ہیں اور تقریباً خوش حال ہیں، ماں ابھی باحیات ہیں لیکن علاج کے لئے چند مہینوں پہلے جو بھی کھیتی کی زمین تھی وہ بھی فروخت ہوچکی ہے، اس لئے اب سرمایہ کے طور پر صرف رہائشی مکان موجود ہے۔ ان شاء اللہ ہم اپنی بہن کی بنیادی ضروریات کا خیال رکھنے اور بھانجیوں کی شادی بیاہ کے لئے پورا تعاون پیش کریں گے اور بھانجے کی روزی روٹی کے لئے کوئی مستقل ذریعہ بنانے کی کوشش کریں گے۔ مرحوم کی عمر تقریباً ۴۷ یا ۴۸ سال رہی ہوگی، اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف کرے اور مغفرت فرمائے۔ آمین

محمد ظفر الدین برکاتی

انوار حدیث

مخلوق کی خدمت کرو اور کامیاب ہو جاؤ

فیضان احمد نعیمی ★

اے ایمان والو! رکوع، سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیک کام کرو اس امید پر کہ تم فلاح پا جاؤ۔ (سورہ حج: ۷۷)

اِس آیت میں خالق کی عبادت کرنے اور نیک اعمال یعنی مخلوق کی خدمت کرنے کا حکم ہے اور بشارت دی گئی ہے کہ جنت میں داخل ہو کر فلاح پا جاؤ۔ خدمت خلق کا عام تصور ایک تو یہ ہے کہ ہر طرح کے لوگوں کی مدد کرنا، بھوکوں کو کھانا کھلانا، ننگوں کو کپڑے پہنانا (وغیرہ) دوسرا تصور یہ ہے کہ لوگوں کی آخرت سنواری جائے۔ یعنی اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر۔ پہلی والی خدمت خلق سے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ-اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (البقرہ ۱۷۷)

ترجمہ: اصل نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف کر لو بلکہ اصل نیکی وہ ہے جو اللہ، قیامت، فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اللہ کی محبت میں عزیز مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں کو (غلام لونڈیوں کی) گردنیں آزاد کرانے میں خرچ کرے اور نماز قائم رکھے، زکوٰۃ دے اور وہ لوگ جو عہد کر کے اپنا عہد پورا کرنے والے ہیں اور مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت صبر کرنے والے ہیں یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔

آیت میں اصل نیکی کے چھ اہم طریقے ارشاد فرماتے ہوئے قرآن نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مستحق افراد یعنی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور غلاموں کو آزاد کرانے میں اپنا پسندیدہ مال خرچ کیا جائے۔

کھانا کھلانا کتنا ثواب کا کام ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ایک لقمہ روٹی اور ایک مٹھی خرما، اس کی مثل کوئی اور چیز جس سے مسکین کو نفع پہنچے، اُن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تین شخصوں کو جنت میں داخل فرماتا ہے، ایک صاحب خانہ جس نے حکم دیا، دوسری زوجہ کہ اُسے تیار کرتی ہے، تیسرے خادم جو مسکین کو دے کر آتا ہے، پھر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حمد ہے اللہ عزوجل کے لئے جس نے ہمارے خادموں کو بھی نہ چھوڑا۔ (یعنی رحمت سے محروم نہ چھوڑا۔) (معجم الاوسط)

کارِ خیر اور خدمتِ خلق کی اہمیت کا اندازہ اُس حدیث سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کو اس کے عمل اور نیکیوں سے مرنے کے بعد بھی یہ چیزیں پہنچتی رہتی ہیں: علم جس کی اس نے تعلیم دی اور اشاعت کی، نیک اولاد جسے چھوڑ کر مرا ہے یا مصحف جسے میراث میں چھوڑا یا مسجد بنائی یا مسافر کے لئے مکان بنا دیا نہر جاری کر دی یا اپنی صحت اور زندگی میں اپنے مال میں سے صدقہ نکال دیا جو اُس کے مرنے کے بعد اس کو ملے گا۔ (سنن ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ کی راہ میں رضائے الٰہی کی خاطر پیارا مال دینا چاہیے اور زندگی و تندرستی میں بھی دے جب خود اسے بھی مال کی ضرورت ہو کیونکہ اس وقت مال زیادہ پیارا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران: ۹۲)

ترجمہ: تم ہرگز بھلائی کو نہیں پا سکو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو۔ چند ارشاداتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ ہوں:

"لوگوں میں بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔" (شعب الایمان)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اُس پر نہ ظلم کرتا ہے نہ کسی کو اُس پر ظلم کرنے دیتا ہے۔ (صحیح مسلم) ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ بندہ ہے جو اُس کے عیال کے لئے سب سے زیادہ نافع ہو۔ (المعجم الکبیر) جو آسودہ ہو کر کھائے اور اُس کا پڑوسی بھوکا سو جائے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ (المستدرک)

افسوس آج ہم کسی کو ایک گلاس پانی تک نہیں پلانا چاہتے ہیں جبکہ اللہ کے نبی صحابہ سے فرماتے ہیں کہ ''بنی اسرائیل کا ایک شخص سفر میں تھا سخت پیاس لگی تو کنویں میں اتر کر پانی پی کر جیسے ہی باہر آیا تو دیکھتا ہے کہ ایک کتا کنویں کے پاس پیاسا کھڑا ہے وہ شخص دوبارہ کنویں میں گیا، موزے میں پانی بھر کر لایا اور کتے کو پلایا تو اللہ نے اس شخص کی مغفرت فرما دی۔'' سبحان اللہ۔ خود اللہ کے نبی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک، بے سہارا لوگوں کی مدد، مہمانوں کی خاطر تواضع اور آسمانی حوادث میں لوگوں کی مدد کیا کرتے تھے۔

اللہ کے نبی ﷺ کی سیرت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی مکمل زندگی خالق کی عبادت اور مخلوق کی خدمت میں گزری۔

لاک ڈاؤن کا جو انسانی زندگی پر اثر ہوا ہے اور جس طرح بے روزگاری اور غربت کا گراف بڑھا ہے ہم سب کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ ابھی حال ہی میں گوگل سرچ انجن کی جانب سے سالانہ سب سے زیادہ سرچ کیے جانے والے الفاظ، شخصیات یا چیزوں کا ایک ڈیٹا پیش کیا گیا ہے جس میں کہا گیا ہے کی لاک ڈاؤن میں ''کووڈ ٹیسٹ نیئر'' کی بجائے ''فوڈ شیلٹرز نیئر می'' سرچ ہوا ہے۔ اللہ اکبر۔ ہمیں چاہیے کہ ان حالات میں جس طرح ممکن ہو، انسانیت اور کمزور طبقے کی خدمت کریں۔ مثلاً

- سردی کا سیزن ہے پرانے لحاف، گدے، کمبل، ضرورت سے زائد کپڑے اور سردی کے ملبوسات حاجت مند تک پہنچا دیں۔
- نئے خریدتے وقت استطاعت کے مطابق کچھ زائد خرید کر فٹ پاتھ پر بیٹھے مفلسوں میں تقسیم کر دیں۔
- گھر کے پرانے فرنیچر، ساز و سامان، پلنگ وغیرہ بیچنے کی بجائے ضرورت مندوں کو مفت میں عطا کر دیں۔
- اجلاس، سیمینار وغیرہ میں پروفیسرس، دانشوران و علما وغیرہ کو بیگ اٹیچی وغیرہ ملا کرتی ہیں، وہ بھی چاہیں تو گھر میں سجانے کی بجائے غریب اور ضرورت مند طلبہ وغیرہ میں تقسیم کر دیا کریں۔
- بچوں کی نصابی کتابیں اگر صحیح و سلامت ہیں تو نیچی جماعت والے ضرورت مند طلبہ میں مفت تقسیم کر دیا کریں۔
- جاڑے کے دنوں میں مسجد مدرسوں پبلک جگہوں پر گرم پانی کا اور گرمیوں میں ٹھنڈے پانی کا انتظام کر کے ثواب کما سکتے ہیں۔
- اگر خود مستحقین تک نہیں پہنچا سکتے ہیں تو ضرورت مندوں اور مستحقین کے لئے کام کرنے والی تنظیموں، تحریکوں تک پہنچا دیں یا اُن کو خبر کر دیں وہ آ کر لے جائیں گے۔
- اس سے بڑھ کر چند اہل ثروت مل کر ہاسپٹل، اسکول، مسافر خانے کھول لیں۔ مثلاً جامعہ نگر میں بچے انٹرنس ایگزام دینے آتے ہیں اُن کے قیام و طعام کا انتظام کر سکتے ہیں یہ بھی خدمت خلق ہے۔
- ڈ کٹرز حضرات کچھ لوگوں کو مفت دوا دے کر، معلمین غریب طلبہ کو مفت تعلیم دے کر، اسی طرح ہر شخص استطاعت کے مطابق لوگوں کی خدمت کر کے بہترین انسان کا مصداق بنے ''لوگوں میں بہتر وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے'' میں اپنا نام شامل کریں۔

دوسرا تصورِ خدمت خلق یہ ہے کہ لوگوں کی آخرت سنواری جائے یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔ اول الذکر خدمت خلق کا تعلق اعمال سے ہے جبکہ آخرت سنوارنے کا تعلق ایمان اور یقین سے ہے۔

اس دنیا کی زندگی میں کسی کو بھوک یا پیاس لگی تو آپ نے کھانا کھلا کر یا پانی پلا کر بھوک و پیاس بجھا دی نیک کام کیا یہ بھی خدمت خلق ہے لیکن اُس شخص کا کیا؟ جو جا رہا ہے اُس راستہ پر جو جہنم کو جاتا ہے ایسے شخص کو ایسے راستہ سے بچا کر جنت کی راہ پر ڈالنا (صحیح راہ بتانا، دِکھانا) یہ سب سے بڑی خدمتِ خلق ہے۔ جس کو یقین ہے کہ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے تو خود کی اور دوسروں کی آخرت سنوارے۔ مثلاً ایک شخص کسی راستہ سے گزر رہا ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس راستہ پر آگے زمین میں کھائی ہے اور اندیشہ ہے کہ وہ اس میں گر جائے گا تو آپ اس کو بچانے کی غرض سے آواز دیں گے کہ وہ آگے نہ جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ بہرہ یا اندھا ہو تو آپ خود دوڑ کر اُس کو گرنے سے بچا لیں گے، یہی فطرت انسانی اور فطری خدمت خلق ہے۔

اللہ کے نبی فرماتے ہیں کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے کہ آگ کا ایک الاؤ ہے اور تمہیں نظر نہیں آ رہا ہے تم گر پڑنا چاہتے ہو اور میں تمہارے کپڑے پکڑ پکڑ کر تمہیں آگ سے بچا رہا ہوں۔ (الحدیث)

دعوتِ اسلام، دعوتِ الی اللہ اور دوزخ سے بچانا یہی اصل خدمت خلق ہے اور پہلے تصورِ خدمت خلق سے کئی گنا بڑی خدمتِ خلق ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے کہ ''تم میں ایسا ایک گروہ ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائے اور اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کرے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' (آل عمران ۱۰۴)

اسی سورت میں آگے اللہ نے اس امت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ تم بہتر ہواُن سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں اچھی بات کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو۔“(آل عمران ۱۱۰) امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عمل پیرا ہونے والے کی عزت بہت بلند و بالا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے سرکار دو عالم ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کون سے شہید کی عزت زیادہ ہے؟ پیارے آقا نے ارشاد فرمایا کہ وہ جوان جو ظالم حاکم (طاقتور) کے سامنے گیا اور اُسے نیکی کا حکم دیا، برائی سے روکا اور اسی پاداش میں اُسے قتل کر دیا گیا (یہ سب سے زیادہ عزت والا شہید ہے) اور اگر اُسے نہیں قتل کیا گیا تو وہ جب تک زندہ رہے گا اُس کے گناہ نہیں لکھے جائیں گے۔(مکاشفۃ القلوب)

لہٰذا ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے ساتھ ساتھ پورے معاشرے کو نیکی کے ماحول سے آراستہ کرنے کی کوشش کریں لیکن اچھی بات اُسی کے منہ سے اچھی لگتی ہے جو خود بھی اور اہل وعیال کو بھی دوزخ کی آگ سے بچنے کی تاکید کرتا رہتا ہو ورنہ سامنے والا پلٹ کر جواب دیتا ہے کہ جناب! پہلے اپنا گھر سُدھارو! فرمانِ الٰہی ہے: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔(التحریم ۶)

اللہ کے نبی اور صحابہ گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر عذابِ قبر اور قیامت کی ہولنا کیوں کا ذکر کیا کرتے اور اعمالِ صالحہ کرنے کی تاکید فرماتے۔ سنت پر عمل کریں اور گھر میں وقتاً فوقتاً خدا کے خوف کا ذکر کرتے ہوئے آخرت کی تیاری کرنے کا حکم دیں۔ آخرت سنوارنا، سب سے بڑی خدمت خلق ہے۔

☆☆☆

☆امام وخطیب قادری مسجد دارالقلم، نئی دہلی۔9837784660
(بی ایڈ وایم ایڈ اسپیشل، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی)

حافظ صاحب نہ پیر طریقت تھے نہ خطیب لیکن...

رضوی کتاب گھر، دہلی کی آفس میں جب بھی جانا ہوتا تو مرحوم حافظ محمد قمر الدین رضوی بہت خاطر تواضع اور عزت کرتے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ جن دنوں انہوں نے اہل سنت کی کتابوں کی اشاعت کا کام شروع کیا اُن دنوں دہلی جیسی سرزمین پر رضوی یا بریلویت کے نام سے کام کرنا بہت مشکل تھا لیکن انہوں نے یہ پرواہ نہیں کی کہ جس جگہ وہ بیٹھے ہیں وہاں دوسرے مکاتب فکر کے لوگوں کا غلبہ ہے اور کیا کہیں گے یا کیا دشواری آئے گی، اس کی پرواہ کیے بغیر انہوں نے دہلی کے مٹیا محل میں ایک چھوٹی سی دکان سے کام شروع کیا۔ ایک اور خاص بات یہ ہے کہ اولاً انہوں نے اہل سنت کی ان کتابوں کی اشاعت کی جو حوالے کے طور پر زیادہ استعمال کی جاتی رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جواُن کے بعد ہیں وہ ان کے مشن کو قائم رکھیں۔ پہلے بھیونڈی میں وہ امامت کرتے تھے، امامت چھوڑی تو سائیکل پر کتابیں فروخت کرتے تھے پھر وہ بھیونڈی سے دہلی گئے اور وہاں رضوی کتاب گھر قائم کیا۔

ماہنامہ ”کنز الایمان“ جو رسالہ انہوں نے شروع کیا جو اِس وقت اہل سنت کے رسالوں میں کثیر الاشاعت رسالہ ہے جس میں مشہور علمائے کرام وقلم کار کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ اہل سنت کے کئی رسالے بڑے بڑے قلم کاروں نے نکالے لیکن اکثر کچھ سالوں کے بعد بند ہو گئے۔ علامہ ارشد القادری جیسی شخصیت جو واقعی رئیس القلم اور قائد اہل سنت تھے، وہ بھی ”جام نور“ کے حوالے سے کہیں تھک گئے اور اپنی حیات میں کئی مرتبہ اس کو بند کرنا پڑا، اور بند کیا بھی۔

لیکن حافظ محمد قمر الدین رضوی نہ کوئی پیر طریقت تھے اور نہ کوئی خطیب تھے اور نہ کوئی ان کا مریدوں کا کوئی حلقہ تھا، نہ چاہنے والوں کی کوئی تعداد علماء یا عوام کا تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے بہت اچھے طریقے سے ماہ نامہ ”کنز الایمان“ کو جاری رکھا جو، اب بھی جاری ہے۔

حافظ محمد قمر الدین رضوی کی بہت سی خدمات ہیں جن کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے صاحبزادگان سے امید ہے کہ وہ ان کے مشن کو جاری رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کے لواحین کو صبر عطا فرمائے۔ آمین

(مولانا) محمد امین القادری، نگراں سنی دعوت اسلامی، مالیگاؤں

شرعی احکام

صفوں میں فاصلہ رکھنے اور ماسک لگا کر نماز پڑھنے کا حکم

مفتی محمد نظام الدین رضوی★

اِس بارے میں ہم امام اہل سنت کے ایک فتوے کے دو، تین اقتباسات پیش کرتے ہیں جو بجائے خود دونوں سوالوں کے جواب ہیں:

پہلے آپ نے یہ وضاحت فرمائی کہ: صفوں کے بارے میں تین باتوں کی بڑی تاکید ہے، پہلی بات: تَسویہ کہ صف برابر ہو خم نہ ہو، کج نہ ہو، مقتدی آگے، پیچھے نہ ہوں۔ دوسری بات: اتمام کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو، دوسری صف نہ لگائیں۔ تیسری بات: تراص یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ شانہ سے چھلے، یہ تینوں امر شرعاً واجب ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ۔ تسہیل کے ساتھ۔ج ۳،ص ۳۸۷، ۳۸۷،۲۸۶،سنی دار الاشاعت، مبارک پور)

اس کے بعد آپ یہ فیصلہ کن فرمان رقم فرماتے ہیں:

''صف میں کچھ مقتدی کھڑے، کچھ بیٹھے ہوں تو اُس سے امر اول یعنی تسویہ صف پر تو کچھ اثر نہیں پڑتا۔ ہاں جب کہ بیٹھنے والے محض کسل وکاہلی کے سبب بے معذوری شرعی بیٹھیں گے تو فرائض وواجبات مثل عیدین ووِتر میں امر دوم (اتمام صف) وسوم (تراص) کا خلاف لازم آئے گا کہ جب بلا عذر بیٹھے تو اُن کی نماز نہ ہوئی اور قطع صف لازم آیا کہ نمازیوں میں غیر نمازی دخیل ہیں، ان بیٹھنے والوں کو خود فسادِ نماز ہی کا گناہ کیا کم تھا مگر اُنھیں یہاں جگہ دینا اور اگر قدرت ہو تو صف سے نکال نہ دینا، یہ باقی نمازیوں کا گناہ ہوگا کہ وہ خود اپنی صف کی قطع پر راضی ہوئے اور جو صف کو قطع کرے اللہ اُسے قطع کردے، ان پر لازم تھا کہ انہیں کھڑے ہونے پر مجبور کریں اور اگر نہ مانیں تو صفوں سے نکال کر دور کریں، ہاں نمازی اس پر قادر نہ ہوں تو معذور ہیں اور قطع صف کے وبال عظیم میں یہی بیٹھنے والے ماخوذ ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۳،ص ۲۸۷،سنی دار الاشاعت، مبارک پور)

اسی فتوے کا آخری جملہ یہ ہے:

''ورنہ بحالِ فتنہ قدر میسور پر عمل چاہیے۔'' ایضاً ص ۲۸۸)

اِن دونوں اقتباسات کا حاصل یہ ہوا کہ (الف) صفوں کے درمیان جگہ خالی چھوڑنا جائز نہیں، جو نمازی خالی جگہ بھرنے پر قادر ہوں اور نہ بھریں تو گنہ گار ہوں گے۔ (ب) ہاں کسی وجہ سے انھیں وہ خالی جگہ بھرنے پر قدرت نہ ہو تو معذور ہوں گے، انھیں بقدرِ میسور پر عمل چاہیے۔

لہٰذا جہاں انتظامیہ سخت ہو، مثلاً جماعت اور صفوں پر نظر رکھے۔ خلاف ورزی پر قانونی کارروائی کرے اور یہ عموماً وہاں ہوتا ہے جہاں کثیر لوگوں کو جماعت وجمعہ کی اجازت ہو، یا وہاں کورونا کے مریض زیادہ پائے جاتے ہوں تو وہاں نمازی معذور ہیں۔ صف میں فاصلہ رکھ کر کھڑے ہو سکتے ہیں اور جہاں انتظامیہ نرم ہو، رعایت سے کام لے اور یہ وہاں ہوتا ہے جہاں کورونا کے مریض نہ ہوں یا تھے مگر اب صحت مند ہو چکے ہوں یا برائے نام ہوں وہاں آپ اپنے دل سے فتویٰ لیں، کبھی کبھی اپنے دل سے بھی فتویٰ لینے کی اجازت ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا (سنن الدارمی) اپنے دل سے فتویٰ پوچھو، اگرچہ علماء نے تجھے فتویٰ دیا ہو۔ اور بہر حال کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا ہونا حکومت کے قانون کے خلاف ہے، اس لئے اس خلاف ورزی میں بہر حال خطرہ ہے جو حرج وضرر کا باعث ہے لہٰذا، آپ خطرے اور ضرر سے بچیں۔

واضح ہو کہ صفوں کے اتمام اور کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہونے کے احکام واجباتِ نماز سے نہیں بلکہ واجباتِ صفوف سے ہیں۔ عمدۃ القاری میں ہے: (ترجمہ:) فرمان رسالت کے مطابق صفوں کو سیدھا رکھنا واجب ہے لیکن یہ واجبات نماز سے نہیں کہ چھوڑ دے تو نماز فاسد یا ناقص ہو جائے۔ (ج ۵،ص ۳۷۱، دار الکتب علمیہ)

یوں بھی کتب فقہ میں فرائض اور واجباتِ نماز میں کہیں اس کا ذکر نہیں جو اُس کے واجبات نماز سے نہ ہونے کی کھلی دلیل ہے، یہی حال اِتمام اور تراص کا بھی ہے کہ یہ بھی واجباتِ نماز سے نہیں، نہ ہی کتب فقہ میں واجباتِ نماز میں کہیں ان کا ذکر ہے۔ ایسے واجبات کا ترک قصداً بلا عذر ہو تو گناہ ہوتا ہے مگر نماز بلا کراہت صحیح ہوتی ہے اور اگر ترک، عذر

کی وجہ سے ہوتو قطع صف کا گناہ بھی نہیں ہوتا، اور نماز صحیح ہوتی ہے۔

اس کی دلیل حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو رکوع میں پایا تو صف کے پیچھے ہی تحریمہ کہہ کر رکوع میں چلے گئے تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تجھے اور زیادہ نماز کا شوق بخشے، دوبارہ ایسا نہ کرنا (صحیح بخاری) ظاہر یہ ہے کہ اگلی صف میں گنجائش تھی تو اُن پر اِتمام واجب تھا، اس لئے سرکار ﷺ نے لازمی طور پر انھیں دوبارہ ایسا کرنے سے ممانعت فرما دی مگر نماز کے اعادہ کا حکم نہ دیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اتمام صف واجباتِ نماز سے نہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ قرأتِ قرآن ترتیب کے موافق واجب ہے، قصداً کسی نے اس کے خلاف کیا تو گناہ گار ہوگا مگر نماز صحیح ہوگی اور بھول کر ہو تو گناہ نہ ہوگا اور نماز صحیح ہوگی۔ رد المحتار میں ہے: (ترجمہ) فقہا فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کی سورتوں میں ترتیب واجب ہے، لہٰذا، اگر کسی نے الٹا پڑھا تو گنہ گار ہوگا، لیکن اس پر سجدۂ سہو نہیں واجب ہوگا اس لئے کہ یہ قرأت کے واجبات سے ہے نہ کہ نماز کے واجبات سے۔ ایسا ہی بحر الرائق کے باب السہو میں ہے۔

(ج ۱، ص ۱۴۸، باب صف صلوٰۃ)

(ترجمہ) قرأت میں سورتوں کی ترتیب واجباتِ تلاوت سے ہے اور بچوں کے لئے خلاف ترتیب قرأت کی اجازت تعلیم کی ضرورت کی وجہ سے تیسراً ہے۔ (ج ۲، ص ۲۶۹، فصل فی القرأت خارج الصلوٰۃ)

بہار شریعت میں ہے ''بچوں کی آسانی کے لئے پارۂ عم خلاف ترتیب قرآن مجید پڑھنا جائز ہے۔'' (حصہ ۳، ص ۵۵۰، مکتبۃ المدینہ) یہاں بچوں کی آسانی کی ضرورت کے پیش نظر قرآن کریم الٹا پڑھنا، پڑھانا، جائز ہوا۔ اس سے مسئلۂ دائرہ میں روشنی حاصل کی جاسکتی ہے لہٰذا جن مقامات یا بلاد یا ممالک میں صفوف میں شامل سوشل ڈسٹینسنگ سے چارہ نہ ہو وہاں کے مسلمان اِس حکم شرعی کو اختیار کر سکتے ہیں۔

سینی ٹائزر کا حکم:

سینی ٹائزر میں ستر فیصد یا کم و بیش الکحل آمیزش ہوتی ہے اور الکحل ناپاک ہے اور پاک بدن کو ناپاک کرنا حرام، اس لئے اس کی جگہ صابن یا ہینڈ واش استعمال کریں، ہینڈ واش بھی ایک طرح کا سینیٹی ٹائزر ہے۔ ہاں اگر ہاسپٹل اور آفسوں یا دیگر بلاد و ممالک میں سینی ٹائزر کا استعمال لازمی قرار دیا گیا ہے تو خاص ایسے افرادِ بلاد کے لئے بوجہ مجبوری اور جراثیم کش ہونے کے باعث بہ نیت علاج بھی اس کے استعمال کی اجازت ہوگی۔ مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے فیصل بورڈ نے الکحل آمیز دواؤں کے استعمال کی اجازت دی ہے۔ اُس بورڈ کے صدر حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ تھے۔ تفصیل کے لئے ''مجلس شرعی کے فیصلے'' جلد اول دیکھیں۔

مگر ہمارے دیارِ ہند میں صابن کے استعمال کی بھی اجازت ہے اور اس سے بھی کام چل جاتا ہے اور یہ بکثرت مہیا بھی ہے، اس لئے یہاں بچنا چاہیے۔ سنا ہے کہ اب بغیر الکحل کے بھی سینی ٹائزر تیار ہو چکا ہے۔ اگر واقعی ایسا کوئی سینی ٹائزر ہے تو اُسے بلا دغدغہ استعمال کر سکتے ہیں۔

ماسک اور فیس کوَر کا حکم:

ہمارے فقہا نے ناک اور منھ چھپا کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی قرار دیا ہے اور اس کی علت یہ بتائی ہے کہ مجوس سے تشبہ ہے جیسا کہ درمختار اور رد المحتار میں اس کی صراحت ہے مگر موجودہ حالات میں ماسک یا فیس کور، کسی قوم خاص کا شعار نہیں، نہ ہی اس کے استعمال سے کسی قوم سے مشابہت کا شبہ ہوتا ہے۔ آج تو ہر قوم اُسے استعمال کر رہی ہے، اس لئے آج نہ یہ مجوس کا شعار ہے، نہ ان سے کوئی تشبہ بلکہ مقصد بھی سب پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ کورونا وائرس کے ضرر سے بچنا ہے۔ اس لئے جہاں اس کا استعمال نماز کی حالت میں بھی قانوناً لازمی ہو، وہاں مسلمان استعمال کر سکتے ہیں اور جہاں حالت نماز میں قانوناً اُس کا استعمال لازم نہ ہو تو بچنا چاہیے۔ ہر جگہ اور ہر ملک کے لوگ اپنے اپنے یہاں کے حالات کو پیش نظر رکھ کر خود فیصلہ لیں۔ شعار وتشبہ کی بحث فتاویٰ رضویہ، جلد نہم میں اور تفصیل میری کتاب ''فقہ اسلامی کے سات بنیادی اصول'' میں ہے۔

بہر حال کہیں بھی نہ پولیس سے الجھیں، نہ قانون اپنے ہاتھ میں لیں۔ نہ ضرر لیں نہ کسی کو ضرر دیں۔ ہم دنیا میں جہاں بھی رہتے ہیں، وہاں کے ملکی دستور کے پابند عہد ہیں، اس لئے اس کا خیال ہمیشہ رہنا چاہیے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ۔ اے ایمان والوں اپنے عہد پورا کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

☆صدر المدرسین وصدر شعبۂ افتا، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

عقیدہ ونظریہ

۷۱۷ ویں سالانہ عرس نظامی کی روداد

سلطان دہلی کی عالمانہ اور صوفیانہ عظمت

محمد ظفر الدین برکاتی ★

ابھی ۲ سے ۶ دسمبر ۲۰۲۰ء تک (۱۶ سے ۲۰ ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ تک) سلطان دہلی کے ۷۱۷ ویں سالانہ عرس مبارک کی مختلف تقریبات میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ منقبت ونعتیہ مشاعرہ اور سالانہ ''کل ہند روحانی تبلیغی اجتماع'' میں ہم نے دو مختصر مقالے پڑھے، وہ نذرِ قارئین ہیں۔ پہلا مقالہ شوشل میڈیا پر ہوئی ایک بحث کا خلاصہ ہے تو دوسرا مختصر مضمون ایک دن پہلے فرمائش کے احترام میں لکھا گیا ہے۔

تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

عرس کے ایک دن پہلے ہم نے اِس شعر کو فیس بک پر پوسٹ کیا۔ اس کے بعد سوشل میڈیا پر ایک عجیب سی بحث شروع ہوگئی، ایمان وعقیدہ کی پیمائش شروع ہوگئی، اس لئے ہمیں عرس محل کی تقریب میں سبھی احباب کے خیالات وجذبات کے تناظر میں ایک وضاحتی مقالہ پڑھا کہ

سلطان دہلی کی روحانیت کے اعتراف میں کہے گئے علامہ اقبال کے اِس شعر میں مذکور مسیح سے مراد ڈاکٹر اور خضر سے مراد، راہنما لیا جائے تو معنی ہوگا کہ آپ کے در پر آنے والا، مردہ دل لے کر آتا ہے اور زندہ دل ہو کر جاتا ہے اور آپ سب جانتے ہیں کہ مردہ دل کو زندہ کرنا کسی ایرے غیرے ڈاکٹر اور مسیح کا کام نہیں، یہ تو محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء جیسا انسان ہی کر سکتا ہے لہٰذا اِس معنی کر آپ کا مقام ہزاروں مسیحائے زمانہ سے بڑھ کر ہوا۔ یوں ہی اور رہنماؤں کے پاس جانے سے انسان بہت ممکن ہے کہ بھٹک جائے لیکن نظام الدین اولیاء وہ رہنما ہے کہ جس کی رہنمائی پانے والا بھٹکا نہیں کرتا لہٰذا اِس معنی کر آپ کا رتبہ ہزاروں رہنماؤں سے بڑھ کر ہوا۔ (عمران احمد ازہری)

جب لحد کی زیارت کا یہ عالم ہے کہ وہ مردہ دل کو زندہ کر دیتی ہے تو لحد کے مکین کا کیا حال ہوگا۔ اللہ اکبر کس قدر بلیغ شعر ہے۔ سبحان اللہ!

تفسیر کبیر میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کی بحث کے ضمن میں اِس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ کسی ولی کو کسی نبی پر جزئی فضیلت حاصل ہو سکتی ہے۔ ڈاکٹر اقبال کے اِس شعر میں مسیح سے حضرت عیسیٰ اور خضر سے وہی خضرِ موسیٰ مراد ہوں تب بھی شعر میں کوئی قباحت نہیں، کیوں کہ شعر کے دونوں مصرعے ایک دوسرے سے متعلق ہیں۔ اقبال کہہ رہے ہیں کہ اے نظام الدین اولیاء! آپ کی لحد کی زیارت سے لوگوں کے دلوں کو زندگی ملتی ہے اور اس حوالے سے آپ مسیح وخضر سے اونچا مقام رکھتے ہیں، کیوں کہ اُن دونوں کی قبر ہی نہیں جس کی زیارت کی جائے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرفوع فی السماء ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام آب حیات سے شرسار ہو کر زندہ ہیں تو یہ ایک جزئی فضیلت ہوئی، کلی نہیں۔
(شہباز عالم مصباحی چشتی)

دراصل مسیح وخضر، اردو زبان کے مشہور ومحبوب استعارے ہیں۔ جس طرح کسی کو حاتم کہہ کر اُس کا سخی ہونا مراد لیا جاتا ہے اسی طرح خضر سے رہبر اور مسیح سے زندگی عطا کرنے والا مراد لیا جاتا ہے۔ اِس شعر میں مسیح سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات اور خضر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام والے خضر کی ذات مراد لینا، بہت ممکن ہے کہ اردو ادب سے نا واقفیت کی بنیاد پر انجانی غلطی ہے۔ (طارق ابرار بریلوی)

البتہ کوئی عقیدت مند، یہ عقیدہ رکھتا ہے اور اِس شعر کے مذکورہ مفہوم کے خلاف یہ کہتا ہے کہ نبی کے مقام کو آپ نے جانا ہی نہیں اور آپ یہ بھی نہیں جانتے کہ استعارے میں بھی غیر نبی کو نبی پر فوقیت و فضیلت نہیں دی جا سکتی تو اُس کی یہ بات قابل تسلیم ہے اور بہر حال سماعت کے قابل ہے کیونکہ وہ بھی نبیوں رسولوں کی عظمت کی بات کر رہا ہے، اس لئے ایسے کسی بھی شخص کو ہم گری ہوئی نظر سے نہیں دیکھ سکتے کیونکہ بہر حال وہ بھی اپنے قول میں مخلص ہے اور حضرت سلطان جی کا عقیدت مند ہے، البتہ دونوں ہی اپنی جگہ درست ہیں۔ (بندۂ خدا)

خلاصہ یہ کہ قلندر لاہوری علامہ اقبال کے اِس شعر کو کفریہ کہنا بہت بڑی جسارت اور ایمان وکفر کے حوالے سے اسلامی تعلیمات سے نا واقفیت کی واضح دلیل ہے، آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مومن کے کلام کو کفر

سے بچانا اور صحیح معنی و مفہوم پر محمول کرنا ضروری ہے اور بجائے خود ایمانی تقاضا ہے۔ (عمران احمد ازہری) اب ایک آخری بات یاد رکھیں کہ ایک ہوتی ہے دنیائے علم میں پیدائش اور ایک ہوتی ہے دنیائے علم میں بلوغ اور پھر دنیائے علم میں کوئی مشیخت و نظامی فنائیت کے مقام کو پہنچتا ہے تب جا کر اقبال کے صوفیانہ اشعار، سمجھ میں آتے ہیں۔ (بندۂ خدا)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلامی تعلیمات کو پڑھنے، سمجھنے اور نظامی نقوش قدم پر چلتے ہوئے اسلامی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ذاتی طور پر ہمیں علامہ اقبال کا یہ شعر بہت پسند ہے، تاہم اس کو بولنے اور لکھنے سے ہم پرہیز کرتے ہیں لیکن اِس سال کسی صاحب نے اس پر ایسا غیر مناسب تبصرہ کیا کہ ہمیں دانستہ دلچسپی کا مظاہرہ کرنا پڑا پھر بھی ہم اس کو پڑھنے سے منع کرنے والوں کی قدر کرتے ہیں کیوں کہ وہ بھی اپنی علمی لیاقت کے مطابق دینی عقیدہ ہی بیان کرنے کی ہمت کرتے ہیں اور عقیدۂ رسالت کے تحفظ کی نیت سے ہی بولتے ہیں۔

اخیر میں عرس محل کے روحانی اجتماع میں ہم نے کہا کہ صاحب سجادہ سے اب ایک مخلصانہ درخواست ہے کہ چشتی نظامی صابری مشائخ کی نصابی کتاب ''مشارق الانوار'' کا درس، درگاہ نظامی میں شروع کیا جائے کیونکہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ

''یہ کتاب میرے اور خدا کے درمیان حجت ہے۔''

درویش و فقر و کج کلاہی دارد　　زیبائی و دارائی و شاہی دارد
کم یافت کسے زِ اولیائے امت　　آں رتبہ کہ محبوب الٰہی دارد

حسب فرمائش ''طاقت و مذہب کی حکمرانی اور صوفیہ کی روحانی سلطنت'' کے تناظر میں ہم نے دوسرا مضمون پڑھ کر سناتے ہوئے کہا کہ

زری زربخش سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت خواجہ سید نظام الدین محبوب اولیاء اللہ بدایونی حضرت سلطان جی علیہ الرحمۃ والرضوان (۱۲۳۶ء۔۱۳۲۵ء) نے ۹۰ سال کی عمر مکمل کر کے جب دنیا کو خیر آباد کہا، تب آپ جیسے ولیوں کی اصلاح وابلاغ کی بدولت برصغیر میں مذہب و مشرب، زبان و ادب، سیاست و معیشت اور تہذیب و ثقافت میں ایسی خوش گوار تبدیلیاں آچکی تھیں جس کی روشنی میں ہم اپنے معاشرے میں آج بھی بہت کچھ دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں۔ حضرت نظام الدین کا زمانہ، عہد وسطیٰ کا زمانہ کہا جاتا ہے جب ہندوستان بکھر چکا تھا۔ اُس بکھرے ہندوستان کو اپنے کردار سے جس تاریخی شخص نے جمع اور متحد کر کے ہمارے حوالے کیا ہے، اسی کو آپ محبوب الٰہی، محبوب اولیاء اللہ اور خواجہ نظام الدین اولیاء کہتے ہیں۔ اسی ہندوستان کو بعد میں حضرت اورنگ زیب عالم گیر نے حکومتی اور سیاسی طور پر متحدہ کیا جسے حضرت خواجہ قطب الدین کی نمازِ جنازہ پڑھانے والے بادشاہ شمس الدین التمش، غیاث الدین بلبن اور علاء الدین خلجی جیسے شاہانِ دہلی نے ایک متحدہ سیاسی اکائی اور مشترکہ جغرافیائی شناخت دی تھی۔

تاریخ کے چند مفکروں نے مذہب کو افیم قرار دیا ہے جب کہ دوسرے چند مفکروں نے دنیا پر حکمرانی کرنے اور انسانی معاشرہ کو متحدہ سماج بنانے کے لئے مذہب اور طاقت کو بنیادی ہتھیار بتایا ہے اور تسلیم کیا ہے کہ طاقت و حکومت سے انسانی جسموں پر قابو پا سکتے ہیں لیکن انسانی دلوں پر مذہب کے ذریعے ہی حکومت کی جاسکتی ہے۔ اس لئے کہ مذہب کی حکمرانی، انسان کے فطری جذبات کی تسکین اور آدمی کی شخصی تعمیر سے شروع ہوتی ہے اور بندگی کی معراج پر ختم ہوتی ہے اور مذہب کی یہی حکمرانی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے کی ہے جس پر کبھی زوال نہیں آتا۔ طاقت و حکومت کی حکمرانی، زمینی رقبہ، حدودِ سلطنت اور محدود انسانی جسموں تک محدود ہوتی ہے تو پھر ''کب سے کب تک'' کی کوئی ضمانت بھی نہیں ہوتی لیکن مذہب کی حکمرانی، زمینی رقبہ، حدودِ مملکت اور محدود انسانی سماج تک نہیں سمٹی ہوتی ہیں بلکہ جغرافیائی حدود سے آزاد ہوتی ہے اور انسانی سماج کی عددی حدود سے بھی آزاد ہوتی ہے۔ اسی لئے زمانی مدت اور کسی عہد کی تحدید سے بھی آزاد ہوتی ہے۔

آپ خود بھی یقین کر سکتے ہیں کہ آج ہم ۷۱۷واں عرس نظامی منا رہے ہیں۔ اگر مذہب کی حکمرانی، زمانے کی قید میں ہوتی تو آج ''حضرت سلطان دہلی'' کے چشتی دربار میں غلاموں کا یہ مجمع کبھی نظر نہیں آتا حالاں کہ آج ''احتیاطی تدابیر'' کے تحت سرکاری فرمان کا حجاب لگا کر گھروں سے نکلنا ہوتا ہے اور آپ بھی اب یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مذہب اگر ایک افیم ہوتا تو کب کا وہ نشہ اتر گیا ہوتا جس پر تغلق جیسے حکمرانوں نے سیاسی اور سماجی پابندی لگانے کی کوشش کی تھی۔

دہلی کے پہلے خود مختار مسلم بادشاہ سلطان شمس الدین محمود بن التمش کی حکومت کے آخری سال بدایوں میں حضرت کی ولادت ہوئی۔ جب آپ نے ہوش سنبھالا تو پانچویں بادشاہ سلطان ناصر الدین محمود کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد آپ نے آٹھ بادشاہوں کا زمانہ پایا جن میں بلبن، علاء الدین خلجی، غیاث الدین تغلق اور محمد بن تغلق شامل ہیں۔ عرض یہ کرنا ہے

کہ انسانی جسموں اور جغرافیائی رقبہ وحدود پر طاقت کی حکمرانی کا منظر بھی آپ کے سامنے ہے اور انسانوں کے دلوں پر مذہب کی حکمرانی کا یہ خوش گوار، خوش فضا روحانی منظر بھی آپ کے سامنے ہے۔

اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ بادشاہوں نے طاقت کی حکومت کے ذریعے کوئی خدمت نہیں اور کوئی تاریخی کارنامہ انجام نہیں دیا بلکہ آج سیاسی اور سماجی سطح پر تاریخی اعتبار سے بھارت میں مسلم مذہبی تہذیب وثقافت اور مسلم فن تعمیر وتمدن کے جو باغ و بہار آپ دیکھ رہے ہیں، یہ انہی بادشاہانِ وقت کی دین ہے۔ لال قلعہ، جامع مسجد، قطب مینار، تاج محل جیسی تاریخی عمارتیں ہماری شان میں اضافہ کرتی ہیں۔

تاہم مذہب کی حکمرانی کرنے والے اولیاء اللہ اور محبوب الٰہی جیسے تاریخی شخصیات کے کارنامے دلوں کی چین، روح کی غذا، حسن عقیدت کا معیار، خسروی شان اور نظامی کردار بن کر ہمارے مذہبی جذبات کو تسکین دیتے ہیں اور مذہب و مذہبیت سے قریب کر کے دین مستقیم کی راہ پر ڈال دیتے ہیں اور یہی مذہب کی حکومت کا قدرتی مقصد ہے اور فطری منزل ہے۔ اسی لئے کسی نے کہا ہے کہ

دہلی ہے ولایت معلیٰ ۔۔۔ اور اس میں ہے شہ جہانِ دہلی
ہے ان کے کرم کے زیر سایہ ۔۔۔ سلطان ہیں پاسبانِ دہلی
دہلی کہ ہے جانِ ملک معنی ۔۔۔ اور خواجہ نظام ، جان دہلی
وہ مرکز علم و معرفت ہیں ۔۔۔ وہ محورِ خواجگانِ دہلی

عرس نظامی کی آخری تقریب ''کل ہند روحانی تبلیغی اجتماع'' عرس محل درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء میں ''محبوب الٰہی کی ادبی مہارت اور محدثانہ عظمت'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے مولانا مقبول احمد سالک مصباحی (بانی ومہتمم جامعہ خواجہ قطب الدین ۔ دہلی، مدیر ماہنامہ غوث العالم، کچھوچھہ شریف) نے کہا کہ

''نظامی خانوادہ علم وادب اور علم حدیث کے مرکز شہر بخارا سے دوسرے مرکزی شہر لاہور آیا پھر دہلی سے ہوکر مدینۃ الاولیاء بدایوں پہنچا جو کہ اپنے وقت میں ہندوستان کا سب سے بڑا علمی مرکز تھا، دارالسلطنت دہلی آخری پڑاو بنا جو انقلاب ۱۸۵۷ء تک علمی مرکز تھا، ایسے علمی شہر کی ولایت اور روحانی بادشاہت حضرت سید نظام الدین اولیاء بدایونی کو عطا ہوئی اور آج تک یہ روحانی سلطنت قائم ہے جو قیامت تک باقی رہے گی، خواجہ نظام الدین اولیاء اپنے وقت کے علمائے دین میں بحاث، محفل شکن اور محدث دہلوی تسلیم کیے جانے کے ساتھ ممتاز عربی ادیب بھی تسلیم کیے جاتے اور آپ کی محدثانہ فقاہت کے بھی مبلغین موجود تھے جس کا تعارف، فقیہ زمانہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی نے اپنے ایک طویل مقالے میں کیا ہے۔''

مہمان خطیب مولانا محمد امین القادری مالیگاؤں نے ''سیدہ کائنات حضرت فاطمہ زہرا کی عظمت'' پر خصوصی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

''حضرت خاتون جنت کی نسلوں نے ہر زمانے میں دین اسلام اور عظمت و ناموس رسالت کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا ہے، ان میں حضراتِ حسنین کریمین کو شہادت کی سالاری ملی ہے تو آخری فاطمی شہزادہ حضرت مہدی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امامت نصیب ہوگی اور فاطمی نسلوں کی بدولت مشرق وسطیٰ اور متحدہ بھارت میں دین اسلام کی بہار قایم ہے جس کی حمایت و پاسبانی وقت کے علمائے دین کرتے آرہے ہیں۔''

مدرسہ محبوب الٰہی بستی حضرت نظام الدین کے طلبہ حافظ نظام الدین نے قرآن کریم کی تلاوت کی، حافظ احسن نظامی، غلام سرور برکاتی، سید ادیب نظامی، آفتاب محشر نظامی، مولانا محمد حسین مصباحی، مولانا قسیم احمد مصباحی اور حافظ رفیع احمد نے نعت ومنقبت خوانی کی اور حافظ محمد عرفان نظامی نے افتتاحی خطاب کیا جب کہ مدرسہ محبوب الٰہی کے ناظم اعلیٰ مولانا جنید عالم قادری نے نظامت کے فرائض انجام دیے۔ سجادہ نشین حضرت پیر احمد نظامی سید بخاری کی سرپرستی، ناظم عرس نظامی حضرت سید سراج احمد مدنی کی نگرانی اور نائب سجادہ (ایڈوکیٹ) سید فرید احمد نظامی کی صدارت میں عرس نظامی کی سبھی تقریبات منعقد ہوئیں۔ تینوں دن گیارہ بجے دن میں قل شریف کے بعد ملک وملت کی فلاح و سلامتی اور کرونا سے نجات کے لئے دعائیں کی گئیں۔ قل شریف اور عرس کی آخری تقریب روحانی اجتماع میں درگاہی مسجد کے امام وخطیب سید منہاج الاسلام نظامی صاحب نے شجرہ خوانی اور دعا کرائی۔ مولانا حیدر القادری نے بھی خطاب کیا۔

روحانی اجتماع کی سالانہ محفل میں نائب سجادہ سید فرید احمد نظامی نے مولانا محمد امین القادری، مولانا مقبول احمد سالک مصباحی اور مولانا حیدر القادری کی دستار بندی کر کے ان کا استقبال کیا جب کہ راقم کی شال اوڑھا کر حوصلہ افزائی کی۔ صوفی علی شیر نظامی نے صلوۃ وسلام پڑھا۔

z.barkati@gmail.com

مجلس شرعی

بانی جامعہ اشرفیہ مبارک پور حافظ ملت کے سالانہ عرس مبارک پر خراج عقیدت

فقہ وفتاوی اور جامعہ اشرفیہ مبارک پور

(حافظ) محمد مظفر حسین★

جامعہ اشرفیہ کا تعارف: الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اسلامیان ہند کا ایک معتبر اور معروف دینی تعلیمی ادارہ ہے۔اس کے بانی استاذ العلماء، حافظ ملت، علامہ عبدالعزیز اشرفی علیہ الرحمۃ والرضوان (۱۸۹۶۔۱۹۷۶) ہیں۔ یہ تعلیمی ادارہ ایک درجن سے زائد شعبوں پر مشتمل ہے۔

فقہ اسلامی اس ادارہ کے نصاب کا اہم حصہ ہے۔ عربی درجات کے آغاز سے انتہائی درجات تک باضابطہ فقہ کی تدریس کا نظم ہے۔ حنفی الاصل ادارہ ہونے کے باوجود فقہائے ثلاثہ کی تعظیم وتوقیر، ان کے افکار عالیہ سے اخذ واستفادہ اور طلبہ واساتذہ کی عملی زندگی میں توسیع پسندی اس کے بنیادی امتیازات ہیں۔ جامعہ میں شعبہ تخصص فی الفقہ ایک اہم اور وقیع شعبہ ہے، جس کا مقصد ایسے افراد کی تربیت کرنا ہے جو فقہ وفتاوی کے میدان میں مہارت حاصل کر سکیں اور مسائل فقہ میں اس حد تک اپنا علم ومطالعہ وسیع اور مضبوط کر لیں کہ ہر پیش آمدہ مسئلہ میں اپنے مخاطب کو تسلی بخش جواب دے سکیں۔

فقہ وفتاوی پر کیے گئے کام کا تعارف:

جامعہ اشرفیہ میں دو اہم ایسے شعبے ہیں جو ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل حل کرنے میں اہم کردار ادا کیے ہیں:

(۱) دار الافتاء جامعہ اشرفیہ (۲) مجلس شرعی مبارک پور

دار الافتاء: فقہائے اسلام کا امت مسلمہ پر بے تحاشا احسان ہے کہ فقہ اسلامی کی ایسی تدوین فرمائی کہ ہر باب میں عمل کی راہ آسان ہو گئی۔ اپنے زمانے کے مسائل حل کرنے کے ساتھ مستقبل میں پیدا ہونے والے مسائل کے بھی احکام متعین کیے جس کی روشنی میں بعد کے ادوار میں علماء وفقہاء نئے پیدا ہونے مسائل کا حل پیش کرتے رہے اور کرتے رہیں گے۔ جامعہ اشرفیہ کے ابتدائی دور میں یہاں کوئی دار الافتاء نہیں تھا، حافظ ملت خود فتاوی نویسی بھی فرماتے اور آپ کے ساتھ نائب شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ (م:۱۹۷۱) بھی اس خدمت پر معمور تھے۔ نقل فتاوی کے لئے مولانا علی احمد صاحب مرحوم تھے جو فتووں کو رجسٹر میں نقل کر دیا کرتے تھے۔ جامعہ اشرفیہ کو لوگوں کی باضابطہ اور منظم رہنمائی کے لئے ''دار الافتاء'' کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ لوگوں کو اُن کے معاملات میں دینی حوالے سے باضابطہ رہنمائی فراہم کر سکے اور حکم شرعی سے آگاہ کر سکے۔

جامعہ اشرفیہ میں باضابطہ دار الافتاء کا قیام ۱۹۵۶ء میں ہوا جس وقت مفتی عبدالمنان اعظمی (بحر العلوم) تشریف لائے اور فتوی نویسی کی ذمہ داری آپ کو سونپی گئی۔ آپ پورے ۲۰ سال تک صدر مفتی رہے، آپ کے جملہ فتوؤں کو امام احمد رضا اکیڈمی بریلی نے ''فتاوی بحر العلوم'' کے نام سے ۲۰۰۹ء میں طبع کیا جس کی چھ ضخیم جلدیں ہیں۔ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ (م:۲۰۰۰ء) ۱۹۷۶ء میں دار الافتاء میں صدر مفتی کے حیثیت سے تشریف لائے اور تا حیات یہاں کے مسند افتاء کے صدر نشیں رہے۔ فقہ وفتاوی کی مہارت اور غیر معمولی شہرت کی وجہ سے آپ ''فقیہ اعظم ہند'' اور صحیح بخاری شریف کی تفصیلی شرح لکھنے کے اعزاز میں ''شارح بخاری'' سے متعارف ہیں۔ دنیا کے مختلف گوشوں سے آپ کے پاس سوالات آتے اور آپ سب کا تشفی بخش جواب دیتے، مختلف اداروں میں رہ کر جو فتاوی آپ نے تحریر فرمائے ہیں ایک محتاط اندازے کے مطابق ان کی تعداد پچاس ہزار سے زائد ہے، آج جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں جو عمارت دار الافتاء کے لئے تعمیر کی گئی ہے اس کا نام ''شارح بخاری دار الافتاء'' بھی آپ ہی کی طرف منسوب ہے۔ آپ کے کچھ فتاوے ''فتاوی شارح بخاری'' کے نام سے تین جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں اور بقیہ فتاوے ''فتاوی جامعہ اشرفیہ'' کے نام سے شائع کیے جائیں گے۔

علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی، مفتی شریف الحق امجدی کے وصال کے بعد صدر شعبہ افتاء کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۹۷۲ء میں آپ نائب شیخ الحدیث اور ۱۹۸۴ء میں شیخ الحدیث اور صدر المدرسین کے منصب پر فائز کیے گئے، آپ بیک وقت اِن تینوں ذمہ داریوں کو

بحسن وخوبی نبھاتے رہے۔ ۲۰۰۳ء میں جامعہ اشرفیہ سے مستعفی ہوکر آپ اپنے قائم کردہ ادارہ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی میں بحیثیت شیخ الحدیث تشریف لائے اور تادم تحریر اس منصب پر فائز ہیں۔آپ کے فتاوی ''فتاوی محدث کبیر'' کے نام سے چھپ چکے ہیں۔

علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی کے استعفیٰ کے بعد مفتی محمد نظام الدین رضوی ''صدر مفتی'' کے عہدے پر فائز ہوئے اور تا حال اس خدمت پر معمور ہیں،صدر شعبہ افتاء کے علاوہ مجلس شرعی (فقہی بورڈ) کے ناظم اور الجامعۃ الاشرفیہ کے صدر المدرسین اور قائم مقام شیخ الحدیث ہیں۔آپ نے ساٹھ سے زائد علمی وفقہی ، سماجی، اصلاحی، تاریخی سیمیناروں میں شرکت کی ہے اور اپنی فقہی بصیرت کا لوہا منوایا ہے ۔ آپ کے نوک قلم سے ۱۳۰ سے زائد مقالات اور ۴۵ کتابیں معرض وجود میں آچکی ہیں۔آپ کے فتووں کا مجموعہ بہت جلد ''فتاوی جامعہ اشرفیہ'' کے نام سے چھپنے کو تیار ہے۔

آن لائن اشرفیہ دار الافتاء: جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے اس دارالافتاء کے تحت آن لائن سوالات وجوابات کے لئے بھی باقاعدہ ایک ویب سائٹ ہے جس پر سائل کسی بھی زبان میں اپنے سوالات لکھ کر پوچھ سکتا ہے،دارالافتاء کے مفتیان کرام پوری تحقیق وتفصیل سے اس ویب سائٹ میں کیے گئے سوالوں کے جوابات دارالافتاء کی مہر کے ساتھ ارسال کردیتے ہیں۔

کتب فتاوی: دارالافتاء اشرفیہ میں اب تک جن رجسٹروں میں فتاوی تحریری طور پر محفوظ کئے گئے ہیں، ان کی تعداد کم وبیش تیس (۳۰) ہے جو بہت بڑا ذخیرہ ہے،لہٰذا جامعہ کے ذمہ دار حضرات کواُس کی نشر واشاعت کی طرف توجہ مبذول کرنا پڑی تاکہ عوام وخواص اس سے فائدہ اٹھا سکیں،جس کے لئے علماء کا ایک بورڈ تشکیل دیا گیا جس کا نام ''مجلس فقہی ''جامعہ اشرفیہ مبارکپور طے پایا۔ساتھ ہی مجموعہ فتاوی کا نام ''فتاوی جامعہ اشرفیہ'' مبارکپور تجویز ہوا۔یہ بھی طے ہوا کہ پہلی جلد میں حافظ ملت کے فتاوی کا مجموعہ ہوگا،اسی طرح الگ الگ جلد میں ہر دور کے مفتیانِ کرام کے فتاوی کواُن کے نام کے ساتھ شائع کیا جائے گا جس کی تعارفی تفصیل یہ ہے:

○ ''فتاوی جامعہ اشرفیہ'' یہ دارالافتاء جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے تمام مفتیان کرام کے فتووں کا مجموعہ ہے۔○ ''فتاوی حافظ ملت'' حافظ ملت کے فتووں کا مجموعہ ہے۔○ ''فتاوی بحر العلوم'' مفتی عبد المنان اعظمی کے فتووں کا مجموعہ ہے۔○ ''فتاوی شارح بخاری'' مفتی شریف الحق امجدی کے فتووں کا مجموعہ ہے۔○ ''فتاوی محدث کبیر'' علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی کے فتووں کا مجموعہ ہے۔○ ''فتاوی جامعہ اشرفیہ'' مفتی محمد نظام الدین رضوی (موجودہ مفتی) کے فتووں کا مجموعہ ہے۔

چند اہم موضوعات:

(۱) عقائد وعبادات: قادیانیت، رویت ہلال،توہین رسالت کی سزا۔وغیرہ (۲) طبی وسائنسی مسائل: خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام، اعضاء کی پیوندکاری،ٹیسٹ ٹیوب بے بی اور کلوننگ،ایڈز سے متعلقہ مسائل واحکام۔وغیرہ

(۳) قانون سازی: ملکی قوانین کو اسلامی قانون سے ہم آہنگ کرنا مثلا طلاق، وراثت، نکاح۔وغیرہ (۴) جدید ایجادات: ٹیوی، انٹرنیٹ، کمپیوٹر اور دیگر ایجادات کی شرعی حیثیت کا تعین کرنا۔

(۵) اقتصادی مسائل: انشورنس،اسٹاک ایکسچینج،کریڈٹ کارڈ، زکوۃ کی ادائیگی کا مسئلہ،سود اور بینکاری کی شرعی حیثیت کا تعین کرنا

(۶) عائلی زندگی: عائلی زندگی سے متعلق احکام یعنی نکاح،طلاق، خلع اور وراثت کے مسائل (وغیرہ) اس کے علاوہ بے شمار موضوعات ہیں، صرف یہاں چند کا ذکر کردیا گیا ہے۔

مجلس شرعی مبارکپور: ہندوستان میں فقہ وفتاوی کے چند معتبر اور مشہور اداروں میں سے ایک ہے۔مجلس شرعی ہندو پاک کا نمائندہ اور قابل اعتماد فقہی ادارہ ہے اور اس کے متفقہ فیصلے قابل عمل ہوتے ہیں۔مجلس شرعی کے تین اہم مقاصد ہیں:

○ نو پید مسائل کا شرعی حل تلاش کرنا ○ حل تلاش کرنے کے لئے مجلس مذاکرہ کا انعقاد ○ نوجوان علماء کی فقہی تربیت تاکہ مستقبل قریب میں بالغ النظر فقہاء کا گروہ تیار ہو سکے۔

۲۹ سالوں سے یہ مجلس اجتماعی طور پر نو پید مسائل کی تنقیح وتحقیق کا کام کررہی ہے اور قیام سے لے کر اکتوبر ۲۰۱۹ء تک ۲۶ کامیاب فقہی سیمینار کر چکی ہے۔ملک و بیرون ملک کے علماء وفضلاء ان مذاکراتی مجالس میں شرکت فرماتے ہیں،ان ۲۶ فقہی مجالس میں اسی (۸۰) کے قریب مسائل پر غور وفکر کر کے فیصلہ کیا جاچکا ہے۔

موضوعات: موضوعات کے انتخاب میں مجلس شرعی نے اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ سیمینار میں ان ہی مسائل پر بحث ہو اور فیصلہ ہو

سکے جو سماج کے ہر حصے اور ہر شعبۂ حیات سے جڑے ہوں اور جو مسائل مسلم سماج کو شدت کے ساتھ در پیش ہیں ۔ سیاسی ، سماجی اور معاشی مسائل میں عام مسلمانوں کو کافی مشکلات کا سامنا تھا۔ نئے دور کے لحاظ سے مسائل کی نئی نئی صورتیں عوام کے سامنے تھیں جن کی حلت وحرمت کی وضاحت ایک اہم مسئلہ تھا، مجلس شرعی مبارک پور نے ان جیسے مسائل پر توجہ دی اوران کا حل پیش کیا۔

سیاسی مسائل میں جیسے شناختی کارڈ کے لیے فوٹو کھچوانا یا بنوانا، نس بندی کی جبری تنفیذی، گھر واپسی، دنیا کی حکومتیں اوران کی شرعی حیثیت

سماجی مسائل میں جیسے نکاح، طلاق، جبری نکاح، خواتین کی میراث، حالت نشہ کی طلاق، عقد نکاح میں شرائط کی فقہی حیثیت ۔ وغیرہ

چند اہم مسائل:

(۱) زندگی کا بیمہ (۲) مال کا جبری واختیاری بیمہ (۳) مشترکہ سرمایہ کمپنی میں شراکت کا مسئلہ (۴) چک کی خرید وفروخت (۵) اعضا کی پیوندکاری (۶) انسانی خون سے علاج (۷) تالاب اور باغات کے ٹھیکے کا مسئلہ (۸) غیر مسلم حکومتوں میں جمعہ وعیدین (۹) ہائر پر چیز کا مسئلہ (۱۰) شوہر کی گم شدگی کی صورت میں بیوی سے منا کحت وعدت کا مسئلہ (۱۱) سٹلائٹ سے رویت ہلال (۱۲) کریڈٹ کارڈ کا مسئلہ (۱۳) نیٹ ورک مارکیٹنگ (۱۴) میوچول فنڈ کے ذریعہ کمپنیوں میں کاروبار کا مسئلہ (۱۵) پرافٹ پلس کا حکم (۱۶) نقشوں پر بنے فلیٹوں کی سلسلہ وار خرید و فروخت (۱۷) ڈی این اے ٹسٹ (۱۸) جنیٹک ٹسٹ کا مسئلہ (وغیرہ)

بیت المال کے نام پر تحصیل زکاۃ، قضاۃ کے فرائض ومسائل وغیرہ

کتابیں (جن میں مجلس شرعی کے فیصلے ہیں)

مجلس شرعی کے فیصلے (جلد اول) دور حاضر کے مسائل کے حوالے سے منعقد بیس فقہی سیمیناروں کے ۱۲۹، اجلاس میں ۶۰ فیصل مسائل کا مجموعہ ہے جس کے جامع اور مرتب مفتی محمد نظام الدین رضوی ناظم مجلس شرعی (مبارک پور) ہیں۔ اس میں ۶۰ فیصل شدہ مسائل کے تحت جزئی احکام کی تعداد ۳۸۰ ہوئی ہے جن میں اہم مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

صحیفہ مجلس شرعی (جلد دوم): یہ بھی مجلس شرعی مبارک پور کے فیصل شدہ مائل کا مجموعہ ہے جس میں کل ہند شرعی بورڈ (قیام جولائی ۱۹۸۵ء) کے فیصلے بھی شامل ہیں۔ دسمبر ۱۹۹۲ء میں مجلس شرعی قائم ہوئی، اس وقت کے بعد سے منعقد تین فقہی سیمیناروں کے مباحث اس میں درج ہیں۔ بنیادی طور پر یہ مجموعہ مجلس شرعی اور شرعی بورڈ کی تاریخ وتعارف پر مبنی ہے جس میں مسائل کے لئے دو ابواب ہیں:

باب اول: مشترکہ سرمایہ کمپنی میں شرکت وشراکت کا مسئلہ

باب دوم: دوامی اجارہ کا مسئلہ۔ اعضا کی پیوند کاری اور خون سے علاج۔ خلاصہ یہ کہ مجلس شرعی مبارک پور کے فیصلے کی یہ دونوں جلدیں فقہائے کرام اور مفتیان عظام کے لئے فقہی اصول ومراجع کا تاریخی دستاویز ہے اور قاضی صاحبان کے لئے رہنما خطوط ہیں۔ اسی لئے یہ عوام کے لئے بھی زادِراہ سے کم نہیں۔

جلد اول: اس میں مجلس شرعی کے گیارہ فقہی سیمیناروں کے سوال نامے اور مقالات، ۱۹ خلاصۂ مقالات اور ۲۲ فیصلے جمع کیے گئے ہیں اور سبھی فیصلے ۱۹۹۳ء سے ۲۰۰۵ء تک کے ہیں۔ مندوبین کے توثیقی قرار دادیں ہر خلاصہ اور فیصلے کے بعد درج ہیں۔

جلد دوم: اس میں اگست ۲۰۰۵ء سے فروری ۲۰۰۹ء تک کے پانچ فقہی سیمیناروں کے سوال نامے، مقالات، خلاصے اور فیصلے درج ہیں۔ فیصل شدہ مسائل کی تعداد ۲۲ ہیں۔ اس میں حالات اور زمانے کی رعایت کے تحت ''مجلس شرعی کے بنیادی اصول'' بھی تفصیل سے لکھے گئے ہیں تا کہ مجلس شرعی کے فیصل شدہ مسائل کی مبصرین ومحققین بآسانی پیائش کرسکیں اوراپنی تحقیق ومطالعہ کا خلاصہ پیش کرسکیں۔

جلد سوم: اس میں ۲۰۱۰ء سے ۲۰۱۳ء تک کے ۴ چار فقہی سیمیناروں کے سوال نامے، مقالے، خلاصے اور فیصلے درج ہیں اور فیصل شدہ مسائل کی تعداد ۱۶ ہے۔

ان تینوں ضخیم جلدوں کے جامع ومرتب مفتی محمد نظام الدین رضوی ناظم مجلس شرعی (مبارک پور) ہیں۔ مفتی صاحب نے اس جلد میں ایک انتہائی جامع اور تفصیلی مقدمہ لکھا ہے جس میں فقہ اسلامی کی صدی بصدی تاریخ اور فقہ حنفی کا عہد بعہد تعارف بھی پیش کیا ہے اور فقہ اسلامی حنفی کی ترویج واشاعت میں مجلس شرعی مبارک پور کی خدمات کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے طریقہ کار پر بحث کی ہے۔

طریقۂ کار:

○ فتاوی کی ترتیب میں سب سے پہلے قرآنی آیات اُس کے بعد احادیث کا حوالہ آتا ہے۔ ○ فقہائے احناف کی کتابوں کا حوالہ کثرت سے دیتے ہیں اور نکات کا بھی اضافہ کرتے ہیں۔ ○ فتوی دیتے وقت

اپنے اور پرائے کی تمیز نہیں کرتے بلکہ جو تحقیق سے واضح ہو، وہی بیان کرتے ہیں۔○ مستفتی اگر عام آدمی ہے تو صرف نفس مسئلہ بتادیتے ہیں تاکہ آدمی گناہ کے ارتکاب سے بچا رہے۔○ اور بعض اوقات کثرت سے حوالے دیتے ہیں جو کبھی کبھی پچاس کے اوپر پہنچ جاتے ہیں۔

اشرفیہ کا کام دوسروں سے کس طرح ممتاز حیثیت رکھتا ہے؟

فتاوی جامعہ اشرفیہ کو کئی اعتبار سے ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ دارالافتاء کے مفتیان کرام کا کمال یہ ہے کہ عرف زمانے سے کبھی صرف نظر نہیں کرتے بلکہ اس پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ اگر کسی مسئلہ میں دو مختلف مفتی بہ پہلوں ہیں تو ایسے موقع پر آپ سہل پہلوں اختیار کرتے ہیں اور اسی پر فتویٰ دیتے ہیں۔ ایسی صورت ہرگز نہیں اختیار کرتے جو عوام کے لئے مشکلات پیدا کرنے والی ہو۔ یہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے کہ مستفتی کے سوال پڑھ کر سائل کی حیثیت ذہن میں قائم کرتے ہیں اور اس کے مطابق جواب تحریر فرماتے ہیں۔ ایک ہی طرح کے متعدد سوالات میں یہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے کہ کوئی مختصر ہے جس میں صرف حکم بیان کر دیا گیا ہے اور کوئی مفصل جس میں پوری علمی بحث ہے اور حدیث وفقہ کے متعدد حوالے، یہ فرق صرف اس وجہ سے ہے کہ سائلین کے درجے مختلف ہیں عوام کے لئے حکم بتا دینا ہی کافی ہے، مگر علماء کے لئے دلائل فراہم کرنا بھی ضروری ہے۔ اسی طرح فتوی صرف مفتی بہ قول پر دیا کرتے ہیں بڑے سے بڑا عالم بھی اس کے خلاف اپنا رجحان ظاہر کرتا ہے تو اس کی پرواہ نہیں کرتے۔

ان کے اثرات ونتائج کا تجزیہ:

دارالافتاء جامعہ اشرفیہ ایک ایسا ادارہ ہے جس کے ذریعہ عوام الناس کو دین کے بارے میں بنیادی معلومات اور روزمرہ زندگی میں پیش آمدہ مسائل کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں فراہم کیا جاتا ہے۔ لوگ اپنی زندگی کو اسلامی طرز حیات کے مطابق ڈھالنے کے لئے یہاں سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں، سوالات پوچھتے ہیں اور پہلے سے شائع شدہ سوالات اپنے دینی علم میں اضافہ کرتے ہیں۔

جامعہ اشرفیہ دارالافتاء کے اثر ورسوخ ہندوستان کے علاوہ ملک وبیرون ملک میں بھی ہے دنیا کے اکثر بیشتر ممالک سے لوگ استفتاء کرتے ہیں اور دارالافتاء کے فتووں پر عمل کرنے کے ساتھ اعتماد بھی کرتے ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں حنفی مسلک کے پاسبان ہونے کی حیثیت سے حنفی مسلک کی ترویج واشاعت میں اہم کردار بھی ادا کیا ہے، اس وجہ سے اس ادارے کو اس وقت مرکزی حیثیت کا درجہ حاصل ہے۔

دور حاضر میں بالخصوص لاک ڈاون میں اس ادارے نے بے لوث خدمات انجام دیے۔ کرونا مہاماری کی وجہ سے بہت سے ایسے مسائل سامنے آئے جو دارالافتاؤں کے لئے چیلنج بنے ہوئے تھے لیکن دارالافتاء جامعہ اشرفیہ نے ان مشکل مسائل کا حل پیش کیا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ دارالافتاء مسلمانوں کے لئے مرجع کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے اثر ورسوخ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بے شمار ایسے مسائل حل کیے جن کا حل پچھلے کئی سالوں سے نہیں ہوا تھا۔

مآخذ ومراجع: (۱) الجامعۃ الاشرفیہ۔ ماضی، حال اور مستقبل (مع ضمیمہ۔ از: علامہ محمد احمد مصباحی) علامہ بدر القادری، مجلس برکات، مبارکپور، اشاعت جدید ۲۰۱۹ء (۲) صحیفہ مجلس شرعی، ج ۲، جامع ومرتب: مفتی محمد نظام الدین رضوی، ۲۰۰۹ء۔

وضاحت: مقالے کی تیاری، مواد کی فراہمی اور جمع وترتیب میں حضرت مفتی نظام الدین رضوی کی تعارفی تحریروں اور مواصلاتی گفتگو سے بھرپوری فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

☆☆☆

ریسرچ اسکالر ڈپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ہمدرد نئی دہلی۔ ۶۲
muzaffarjh@gmail.com-9555445611

اصلاح معاشرہ

ایڈز جیسی خطرناک بیماری سے نجات آسان

حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی★

اِس وقت پوری دنیا میں کورونا نے خوف کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائیزیشن اور ہمارے ملک کی وزارت صحت نے کورونا وائرس کو عالمی وبا قرار دیا ہے۔ ہندوستان سمیت دنیا کے بیشتر ممالک اس سے متاثر ہیں۔ کروڑوں لوگ اس موذی مرض میں مبتلا ہیں، ہمارے ملک ہندوستان میں، ۱۱۵۶۴۱ رلوگوں کی جان جا چکی ہے جو ملک میں کورونا سے ہوئی مجموعی موت کا تقریباً ۳۵ رفیصد ہے۔

ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی جان لیوا مرض کا انکشاف ہوتے رہتا ہے، آنے والے زمانہ میں بھی ہوگا۔ آج کورونا کی روک تھام کے لئے حکومتیں بہت طرح کی گائیڈ لائن جاری کر رہی ہیں، لاک ڈاؤن سے لےکر ''دوگز کی دوری، ماسک ہے ضروری'' وغیرہ اتنی گائیڈ لائینوں کے بعد بھی مرض قابو میں نہیں آرہا ہے، بہت سی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لوگ بچاؤ کی ترکیبوں پر عمل نہیں کر رہے ہیں، تو بھوگےگا کون؟

اسی طرح اور بھی بہت سی موذی خطرناک بیماریوں میں انسانوں کی آزادمزاجی و بے حیائی کا دخل ہے جیسے ایڈز۔ ابھی تک اس کا کوئی علاج نہیں۔ قدرتی نظام سے بغاوت کا نتیجہ ہے، اس پر ڈھٹائی، بے غیرتی یہ کہ اس ناجائز ملاپ کو قانونی لڑائی لڑکر اُسے قانونی جواز فراہم کرانے میں لگے ہوئے ہیں۔ ہندوستانی عدلیہ سے لے کر دوسرے ممالک، ہم جنس پرستی و بغیر شادی شدہ جوڑوں کو جوڑا تسلیم کر رہے ہیں، جبکہ اسلام ایسے مرد اور عورت کو جوڑا تسلیم نہیں کرتا، بلکہ ایسے جوڑوں کو بدکار، زانی کہتا ہے۔

اب تو حیرت کی بات یہ ہے کہ نام نہاد مسلم ممالک نے بھی ۲۱ سالہ مرد وعورت کو بغیر قانونی یا بغیر نکاح کے قانونی جوڑا مان لیا ہے۔ ابھی تک شراب اور جوا کے اڈوں کا کھلنا ہی کیا کم ظلم تھا کہ اب کھلے عام زنا کاری کی اجازت دینا اِنتہائی افسوس وشرمناک ہے۔ العیاذ باللہ، خدا کی پناہ:

زنا اور نکاح میں فرق ہے:

زنا اور نکاح میں فرق یہ ہے کہ زنا فقط جنسی اختلاط کے تقاضے پورا کرنے کا نام ہے جبکہ نکاح میں مرد کو اُس عورت کی ذمہ داری لینی پڑتی ہے، مرد کو اس عورت کو مہر ادا کرنا پڑتا ہے جس سے وہ فائدہ حاصل کرتا ہے اور عورت اس مرد کی وراثت (ورثہ، ترکہ، میراث) میں شامل ہو جاتی ہے۔ یاد رکھئے، جہاں بے اعتدالی کی زندگی ہوتی ہے وہاں لوگ نکاح کی ذمہ داری قبول کرنے سے گھبراتے ہیں، کیونکہ وہ عورت کو ایک کھلونا سمجھ کر اُس سے جنسی لذت حاصل کرتے ہیں۔

مولانا پیر ذوالفقار احمد مجددی نقشبندی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ''فرانس کا ایک انجینئر تھا۔ وہ کسی جگہ ایک فیکٹری کے معائینے کے لئے آیا۔ وہاں کے انجینئر لوگ اس سے مذاق کرتے تھے کہ تو ایک مہینے کے لئے آیا ہے، جب تو واپس جائے گا تو معلوم نہیں کہ تیری بیوی تیرے پاس ہوگی یا نہیں۔ وہ بے فکر ہو کر کہتا تھا کہ فکر کی کوئی بات نہیں کیونکہ: Women are like buses if you miss one, take another one (عورتیں بسوں کی مانند ہوتی ہیں، اگر تم ایک سے رہ جاؤ تو پھر دوسری پر سوار ہو جاؤ)

استغفر اللہ! جس معاشرے میں پڑھے لکھے حضرات کا یہ حال ہو، وہاں عورت کا کیا مقام ہوگا۔ یورپ کی عورت نے اپنا مقام خود گرایا۔'' آپ مزید لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے یو کے کا ایک پڑھا لکھا شخص ملا۔ اس نے مجھ سے پوچھا، آپ کے کتنے بچے ہیں؟ میں نے اسے بتا دیا پھر میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کے کتنے بچے ہیں؟ وہ جواب میں کہنے لگا، میں ابھی کنوارا ہوں۔ میں نے کہا، آپ کی عمر تو زیادہ لگتی ہے۔ وہ کہنے لگا، ہاں اس وقت میری عمر ۵۲ سال ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ تم انجینئر بھی ہو اور اتنی عمر بھی ہو چکی ہے، تو تم نکاح ''شادی'' کیوں نہیں کر لیتے؟ اس نے جواب دیا:

If you can find milk in the market, there' need to have a cow in your house,

(جب تمہیں بازار سے دودھ مل جاتا ہے تو پھر تمہیں گھر میں گائے پالنے کی ضرورت نہیں) اندازہ کریں کہ مغرب کا کیسا بے شرمی اور بے

حیائی کا معاشرہ ہوگا جہاں پڑھے لکھے لوگ ایسا ذہن رکھتے ہیں؟ (مثالی ازدواجی زندگی کے سنہرے اصول)

شرم و حیا اسلامی تہذیب کا اہم جز ہے:

اسلام نے اس بے حیائی کی زبردست مخالفت کی ہے۔قرآن مجید میں بے حیائی کی سخت مذمت کی گئی ہے یہاں تک بے حیائی کے قریب بھی جانے سے منع کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بُرا راستہ ہے۔ (القرآن، سورہ بنی اسرآئیل:۱۷، آیت ۳۲)

قرآن نے بے حیائی جیسے گناہ کی حرمت (حرام ہونا، ناپاکی) و خباثت کو بیان کیا گیا ہے، ''زنا'' کو بدترین گناہ اور جرم قرار دیا ہے۔ یہ پرلے درجے کی بے حیائی اور فتنہ وفساد کی جڑ ہے۔ اب تو ''ایڈز'' جیسا موذی مرض عذابِ الٰہی کی صورت میں پھیل رہا ہے، جس ملک میں ''زنا'' کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے، وہیں ''ایڈز'' بھی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اسلام نے بے حیائی کے مقابلے میں شرم و حیا والی زندگی کو اپنانے کی تعلیم دی ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں وحضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کی آنکھوں میں وہ حیا دیکھی جو مدینہ کی کنواری لڑکیوں کی آنکھوں میں بھی نظر نہیں آئی۔ (بخاری، باب فی وصف حیا:۱۵۱۷۵، ۲۶۶۳ مسلم، باب کثرت حیا:۲۳۲۰، ۱۸۰۹ وغیرہ)

ترقی یافتہ تعلیم یافتہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کھلے عام یا آزادانہ جانوروں کی طرح جنسی اختلاط کرے اور اس کی حمایت بھی کرے، اس فعل قبیح کی طرف داری ''آزادی'' کے نام پر کرے۔

استغفر اللہ۔ اللہ ایمان سلامت رکھے۔ آمین

انسانی قانون کسی حال میں قانونِ الٰہی کا بدل نہیں: رب تبارک وتعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین کے فائدے، حسنات وبرکات کو کسی انسان کے بنائے ہوئے قانون کے ذریعہ حاصل بھی نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا میں جو فساد برپا ہے اس کا جائزہ لیں تو بات سمجھ میں آجائے گی۔ ہم جنس پرستی، خواہ مرد مرد سے ہو یا پھر عورت عورت سے ہو، دونوں ہی حرام و گناہ ہے۔ اسی طرح بغیر نکاح مرد وعورت کا ملاپ بھی حرام و گناہ ہے اور فعلِ قبیح (نازیبا، ناجائز) ہے۔

معاشرے میں امن وسکون اس بات پر منحصر ہے کہ انسان کی نیچرل ضروریات ونسل انسانی کا انحصار مرد وعورت کے تعلقات قانونی جواز کے ساتھ ہوں۔ وہ معاشرہ انتہائی پُر امن اور خیر و برکت والا ہوگا اور جس مذہب ومعاشرے میں اس تعلق سے قانون نہیں ہوں گے اس معاشرے کی مثال اس جنگل کی سی ہوگی جہاں جانور بغیر کسی شرم وحیا کے اور بغیر کسی قائدہ کلیہ (اصول) کے جنسی ملن کے عمل سے گزرتے رہیں گے۔ دین اسلام اس کی سخت مذمت کرتا ہے نہ صرف مذمت کرتا ہے بلکہ اس سلسلے میں قرآن واحادیث وشریعت مطہرہ میں واضح قوانین بیان فرمائے ہیں۔ اسلام نے عورتوں اور مردوں کی مجرد (غیر شادی شدہ) زندگی کو عیب قرار دیا ہے اور اپنے ماننے والوں کو نکاح کی ترغیب دی ہے۔

ایڈز بے حیا معاشرے کا عجب حال:

آج ہمارے معاشرے کا بہت برا حال ہے جو لوگ خود کو بے حیائی بنامِ فیشن والے افعال (کام) سے بچنے بچانے کی کوشش کرتے ہیں تو اُن کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے، ارے حافظ صاحب، مولانا صاحب، فلاں صاحب اب یہ سب رکنے والا نہیں (وغیرہ وغیرہ) توبہ استغفر اللہ! طرح طرح کے طعنے دِیے جاتے ہیں، فحاشی و بے حیائی کے دلدل میں کھینچنے و پھنسانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کریں اور اس پر عمل کریں تو اِن شاء اللہ تعالیٰ ایڈز جیسے موذی ولاعلاج بیماری سے بچے رہیں گے، ایڈز انتہائی مہلک بیماری ہے جو انسانی جسم کے دفاعی نظام کو اِتنا کمزور کردیتی ہے کہ معمولی سی معمولی بیماریاں بھی خطرناک ہوجاتی ہیں۔ قدرت نے انسانی جسم کو مختلف بیماریوں سے بچانے کے لئے ایک نہایت ہی مفید ومؤثر دفاعی نظام سے نوازا ہے جس کو مدافعتی (جسم کی وہ قوت جو مرض کو دفع کرتی ہے، وہ قوت جو فضلات کو بدن سے نکال دیتی ہے) نظام بھی کہتے ہیں۔ قدرت کے اس عطیہ کے طفیل جسم میں انسانی قوت مدافعت کارگر ہوتی ہے، اس میں خرابی کے باعث انسان مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہوجاتا ہے اور ایڈز کا مریض اسی میں مرجاتا ہے، ابھی تک اس کا کوئی ٹیکہ ایجاد نہیں ہوا ہے۔ ایڈز کی بیماری زیادہ تر غیر محفوظ جنسی اختلاط، تعلقات کے ذریعہ اور سوئی یا بلیڈ کے آپس میں استعمال سے بھی پھیلتی ہے۔ ایڈز جیسے موذی مرض کا علم صرف ٹیسٹ یا معائنہ کرانے کے بعد ہی ہوتا ہے، اس بیماری کا انکشاف ۱۹۸۱ء میں ہوا۔

جنسی میلان عقل کو مفلوج کردیتا ہے: جنسی

ہیجان محض ایمان باللہ، خوفِ خدا ہی اسے لگام دے سکتی ہے لہٰذا ہر انسان کو اس سخت امتحان کے وقت خوف خدا کو نظر میں رکھنا چاہیے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعد ایسا کوئی فتنہ نہیں چھوڑا جو مردوں کے حق میں عورتوں سے زیادہ ضرر رساں (نقصان پہنچانے والا) ہو۔ (بخاری و مسلم، ترمذی، حدیث: ۲۷۳۰) حضرت امام غزالی اپنی کتاب میں فرماتے ہیں ''شرم گاہ'' کی شہوت تمام انسانی شہوت پر غالب ہے اور ہیجان کے وقت اس کے نتائج بہت بھیانک ہیں، جن سے شرم آتی ہے اور اظہار سے خوف لگتا ہے، آپ نے فرمایا کہ زنا اور نظر بد سے بچنے میں خوف خدا کا سہارا لو۔ (احیاءُ العلوم، ج ۳: ص ۱۴۴، ۱۴۳)

ایچ آئی وی، ایڈز سے بچائو کے طریقے:

(Prevention of HIV) (۱) صرف ٹیسٹ شدہ خون کا استعمال۔ (۲) ہر مرتبہ استعمال کے لئے نئی سرنج کا انتخاب (چاہے نشہ کرنے والے افراد ہوں یا ڈاکٹر سے علاج کے لئے سرنج درکار ہو) (۳) مستند ڈاکٹر سے علاج اور اس بات کا یقین کہ جراحی کے آلات جراثیم سے پاک ہوں۔ (۴) مستند دندان ساز (dentist) سے علاج اور اس بات کا یقین کہ دندان سازی کے اوزار جراثیم سے پاک ہوں۔ (۵) جس پر نقش ونگار گُندہ کروانے سے پرہیز کریں اور اس بات کا یقین کر لیں کہ استعمال ہونے والی سوئیاں وائرس سے پاک ہوں۔ (۶) حجام کے پاس ہمیشہ نئے بلیڈ, Razor استعمال کرنے پر زور دیں۔

(۷) سب سے ضروری ہے کہ غیر محفوظ جنسی تعلق سے بچیں، اللہ کے عذاب سے بھی بچیں اور قیمتی زندگی کو بھی بچائیں۔

اللہ ہم سب کو ایمان پر قائم رکھتے ہوئے گناہوں سے نفرت عطا فرمائے اور بچائے۔ آمین ثم آمین

☆☆☆

☆امام وخطیب وامام مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام نگر، کپالی، پوسٹ: پارڈیہہ، مانگو، جمشید پور (جھارکھنڈ) 09431332338

حافظ صاحب کی زندگی کا ہر پہلو درخشاں

حافظ محمد قمرالدین رضوی صاحب کی رحلت نے ہم سب کو افسردہ کر کے رکھ دیا ہے۔ ۲۰، اکتوبر کو جیسے ہی آپ کی وفات کی خبر پہنچی آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور دل مغموم ہو گیا۔ لڑکھڑاتی زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ قرآن مجید میں ہے: وَلَنۡ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفۡسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا (المنافقون: ۱۱) کہ اللہ ہرگز کسی شخص کو مہلت نہیں دیتا جب اس کی موت کا وقت آجاتا ہے۔ بلکہ کسی کے لئے بھی تقدیم وتاخیر نہیں کی جائے گی، قرآن مجید میں ارشاد ہے: وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمۡ لَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَةً وَّلَا يَسۡتَقۡدِمُوۡنَ۔ (الاعراف: ۳۴) ہر گروہ کے لئے ایک میعاد (مقرر) ہے پھر جب ان کا (مقررہ) وقت آجاتا ہے تو وہ ایک گھڑی (بھی) پیچھے نہیں ہٹ سکتے اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں بلاشبہ ہم سب کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے اور سبھی کو اُسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ خیر خواہِ سوادِ اعظم، ہمدردِ جماعت، طابع وناشر کتاب وسنت حضرت الحاج حافظ محمد قمرالدین رضوی علیہ الرحمہ کی وفات دینی حلقوں میں عظیم خسارہ ہے کیوں کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان اور علمائے اہل سنت کی کتابوں کی طباعت واشاعت مخلصانہ انداز میں کی، آپ جانتے ہیں کہ شروع شروع میں حافظ صاحب مسلم عوام کے گھروں تک علمائے اہل سنت کی کتابیں پہنچاتے تھے مگر جب رضوی کتاب گھر کی مقبولیت عوام وخواص میں ہونے لگی تو آپ نے ہندوستان کی راجدھانی دہلی میں ایک اشاعتی مرکز ''رضوی کتاب گھر'' کے نام سے ۱۹۹۵ء میں قائم کیا۔ ساتھ ہی اپنی پوری زندگی کتاب وسنت کی خدمت اور انسانیت کے لئے وقف کر دی تھی۔

حافظ صاحب نے اپنے اشاعتی کام سے لوگوں کے لئے روحانی اور جسمانی اور علمی غذا فراہم کی۔ انہوں نے انتہائی قیمتی کتابیں بھی نہایت ارزاں قیمت میں شائع کیں اور لاکھوں لوگوں کے ذہن وشعور کو سیراب کیا۔ انہوں نے اشاعتی اور طباعتی دنیا میں اپنا نام سنہری حروف میں درج کرایا جو تشنگان علم وادب کا ایک اہم مرکز قرار پائیں۔ حافظ صاحب بہت سی خوبیوں کے مالک اور بے شمار صفات حمیدہ کے حامل تھے، بلاشبہ حافظ صاحب کی زندگی کا ہر پہلو درخشاں، ان کی ہر ادا نرالی اور کام کا ہر انداز قابل قدر تھا۔ عملی زندگی کی آخری سانس یعنی اسپتال میں داخل ہونے تک تک پوری خوش دلی کے ساتھ اُسے انجام دیتے رہے، آپ کا اشاعتی کام اور فروغ اہلسنّت کے لیے جدوجہد دوسروں کے لئے نمونۂ عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی جملہ دینی، علمی رفاہی اور فلاحی خدمات کو شرف قبولیت عطا کرے، ان تمام خدمات کا انہیں بہترین بدلہ عطا کرے اور ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

کامل احمد نعیمی، کلیمیہ، بک ڈپو، امیم کمپلیکس ملک پور روڈ، نور نگر، دالکولہ، بنگال

شخصیات اسلام

سلسلۂ چشتیہ کی تاریخی اہمیت وعظمت اور تعلیمات

درخشاں عشرت★

تصوف میں بہت سے مشہور ومعروف سلاسل ہیں لیکن برصغیر پاک وہند کے مشہور ترین سلاسل چار ہیں: چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ۔ عرصہ دراز سے یہاں کے مسلمانوں کی اکثریت ان ہی سلاسل میں سے کسی نہ کسی ایک سلسلہ سے روحانی فیض حاصل کررہی ہے۔ ہم یہاں سلسلۂ چشتیہ کے حوالے سے بات کریں گے۔

سلسلہ چشتیہ کی ابتدا: اس سلسلہ کو سلسلۂ چشتیہ کا نام دینے والے حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری بغدادی علیہ الرحمہ تھے۔ اپنے زمانے کے عظیم بزرگ تھے۔ آپ حضرت ابو ہبیرہ بصری علیہ الرحمہ کے خاص مرید تھے۔ اپنی ولادت کے دن سے ہی صائم الدہر تھے اور اپنے بچپن کے زمانے میں کبھی دن میں دودھ نہیں پیتے تھے۔ تذکرۃ الاصفیاء اور تذکرہ چشت میں لکھا ہے کہ شیخ علو دینوری اور شیخ ممشاد دینوری دونوں ایک ہی شخصیت ہیں اور اُنہیں شیخ ممشاد دینوری لکھا جاتا ہے۔ (اسلامی اخلاق وتصوف، ص ۵۳۷)

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ اپنی خانقاہ کا دروازہ عموماً بند رکھتے۔ جب کوئی آپ کی خدمت میں باریاب ہونا چاہتا تو اس سے پوچھتے کہ مقیم ہو یا مسافر؟ اگر مقیم ہو تو خانقاہ میں آجاؤ اور اگر مسافر ہو تو یہ خانقاہ تمہاری جگہ نہیں ہوسکتی کیوں کہ جب تم چندروز یہاں رہو گے اور مجھے تم سے انس ہو جائے گی اور پھر تم یہاں سے جانا چاہو گے تو مجھے اس کی تکلیف ہوگی اور مجھ میں فراق کی طاقت نہیں۔ آپ کا سال وفات ۲۹۹ھ ہے۔ (تذکرۃ الاولیا، ص ۳۶۴)

خواجہ ممشاد علو دینوری کے مریدوں میں سے ایک مرید ہوئے ہیں خواجہ ابو اسحاق شامی علیہ الرحمہ جنہوں نے سلسلۂ چشتیہ کی داغ بیل ڈالی۔ ابو اسحاق شامی (۳۲۹م) اولیاء کے تاج، اصفیا کے روشن چراغ، تمام مشائخ کے بادشاہ، اپنے عہد کے مقتدا خواجہ ہیں جن کو سلسلہ چشت کا بانی تسلیم کیا جاتا ہے۔ آپ کا لقب شرف الدین تھا۔ خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی نویں پشت سے تھے۔ آپ کے پیرومرشد حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری بغدادی تھے جن کے حکم پر آپ نے خراسان کے شہر چشت میں مخلوق خدا کی روحانی تربیت واصلاح کا مرکز قائم کیا جس کی وجہ سے چشت کو بہت شہرت حاصل ہوئی اور اس مرکز فیض سے جس نے فیض پالیا اُسے ہی چشتیہ یا چشتی کہا جانے لگا۔ (اسلامی اخلاق وتصوف، ص ۵۳۸)

سلسلہ چشت کی وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جب حضرت ابو اسحاق شامی بغداد میں اپنے پیر کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے تو آپ کے پیر حضرت ممشاد علو دینوری نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ غلام کو لوگ ابو اسحاق چشتی کہتے ہیں۔ آپ نے بڑی محبت اور شفقت سے فرمایا کہ ''تم خواجہ چشت ہو اور چشت میں اسلام تمہارے قدم کی برکت سے پھیلے گا۔'' پیر سے خلافت اور اجازت پانے بعد آپ چشت تشریف لائے اور وہاں خواجہ چشت کے نام سے مشہور ہوئے۔

(سیر الاقطاب تذکرہ خواجگان چشت، ص ۸۴)

آپ 'قطب چشتیہ' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کے بعد مزید چار مشائخ کا تعلق بھی چشت سے تھا۔ ان میں ابو احمد چشتی علیہ الرحمہ، ابو محمد بن ابو احمد چشتی علیہ الرحمہ، سید ابو یوسف چشتی علیہ الرحمہ اور سید مودود چشتی علیہ الرحمہ کے اسمائے گرامی مشہور ہیں۔ خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی صاحب فقر بزرگ تھے اور اس پر ناز کرتے اور فرماتے تھے:

''درویشی عرب وعجم کی بادشاہی سے بڑھ کر ہے۔ اگر ابو اسحاق کو ملک سلیمان بھی دے دیں تو وہ قبول نہیں کرے گا۔''

آپ کو سماع سے بے حد لگاؤ تھا۔ آپ کی مجلس میں جو شخص ایک بار حاضر ہو جاتا تا پھر وہ گناہوں سے دور ہو جاتا تھا۔ آپ کی مجلس کی برکات سے ہر شخص وجد میں رہتا، اگر کوئی مریض ایک بار مجلس میں آجاتا تو شفا پا جاتا۔ اگر دنیا کا پجاری آتا تو وہ دنیا کی تاریکیوں سے نجات پا جاتا۔

آپ نے ۱۴ ربیع الآخر ۳۲۹ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک شہر عکہ شام میں ہے۔ آپ کے وصال سے لے کر آج تک آپ کے مزار پر ایک چراغ روشن ہے جو کبھی نہیں بجھا۔ وہ شام سے صبح تک

روشن رہتا ہے باد و باراں کا کئی بار طوفان آیا مگر رات کے وقت اس چراغ کو نہیں بجھا سکا۔ (اسلامی اخلاق وتصوف، ص ۵۳۹)

حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ جب کہیں جانا چاہتے تو پلک مارتے اور پہنچ جاتے۔ مقام کی دوری ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھی۔ (سیر الاقطاب، ص ۸۶)

ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کا ارتقاء:

ہندوستان کی سرزمین پر سب سے پہلے اللہ رب العزت نے جس سلسلہ کو دعوت وتبلیغ کے لئے منتخب فرمایا وہ سلسلۂ چشتیہ ہے۔ برصغیر ہند و پاک میں سلسلہ چشتیہ کے بانی حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ ہیں۔ آپ کرامت و ریاضت میں معروف تھے۔ صوفیہ آپ کو اپنا سرتاج مانتے ہیں اور حجت الاولیاء، صاحب اسرار، مہبط انوار، مخزن المعرفت و الحقیقت اور سلطان العارفین جیسے القاب سے مخاطب کرتے ہیں۔ خرقہ فقر و ارادت آپ کو امام الاولیاء حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز سے ملا تھا۔ (سیر الاقطاب، ص ۱۳۶)

آپ سنجرستان میں ۵۳۷ھ میں حسنی حسینی سادات کے گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اسم گرامی 'حسن بن غیاث الدین' اور لقب 'معین الدین' ہے۔ آپ کا شجرۂ نسب حضرت امام حسین بن حضرت علی رضی اللہ عنہما تک پہنچتا ہے۔ (دلیل العارفین، ص ۹)

آپ کی عمر جب پندرہ سال ہوئی تو والد گرامی وصال فرما گئے۔ ترکہ میں ایک چکی اور باغ ملا۔ انہی وسائل سے گھر کا گزر اوقات ہوتا تھا۔ ایک دن آپ باغ کو پانی دے رہے تھے کہ ایک مجذوب درویش ابراہیم قندوزی علیہ الرحمہ تشریف لائے۔ آپ نے ان کا استقبال کیا۔ سائے میں بٹھایا اور انگور پیش کیے۔ درویش نے اپنی بغل میں سے روٹی کا ایک ٹکڑا نکال کر آپ کے منہ میں ڈال دیا۔ یہ ٹکڑا چباتے ہی دل میں عشق الٰہی کا نور پیدا ہوا گیا۔ درویش واپس تشریف لے گئے تو آپ نے تمام مال و باغ فروخت کر کے جو کچھ ملا مساکین میں تقسیم کر دیا اور حق کے لئے مسافرت اختیار کر لی۔ ایک عرصہ تک سمرقند و بخارا میں رہ کر حفظ قرآن مجید اور علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ (اسلامی اخلاق وتصوف، ص ۵۴۲)

حضرت خواجہ غریب نواز کی غریب نوازی کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ کے باورچی خانہ میں روزانہ اتنا کھانا پکتا تھا کہ شہر کے تمام مساکین اور غرباء سیر ہو کر کھا لیتے اور خادم جس کے حوالہ یہ خدمت تھی روزانہ خرچ کے لئے نقد لینے کو حاضر ہوتا تو آپ اپنے مصلے کا ایک کونہ اٹھا دیتے بے شمار خزانہ ظاہر ہو جاتا۔ آپ اس خادم سے فرماتے کہ آج کے اخراجاتِ مطبخ کے لئے جتنی رقم کی ضرورت ہو لے لے۔ وہ لنگر خانہ کے خرچ کے مطابق رقم لے لیتا اور کھانا پکوا کر غرباء، فقراء اور مساکین میں تقسیم کرتا۔

آپ کی غوث الاعظم سید محی الدین شاہ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ سے دو مرتبہ ملاقات ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ تو اس وقت جب کہ حضرت خواجہ ابتدائے حال میں تھے۔ حضرت محبوب سبحانی غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی نے انہیں دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ شخص آگے چل کر مقتدائے مشائخ روز گار میں سے ہوگا اور بہت سے لوگ اس کے ذریعہ منزل پر پہنچیں گے۔ ان دونوں بزرگوں میں آپس میں قرابت داری بھی تھی۔ رشتے میں حضرت خواجہ حضرت غوث الاعظم کے ماموں ہوتے تھے۔

آپ جب اپنے پیر و مرشد سے نعمتیں حاصل کر چکے تو ان کی اجازت سے سفر پر روانہ ہو گئے اس وقت آپ کی عمر باون برس تھی۔ آپ جس جگہ پہنچتے اکثر قبرستان میں قیام فرماتے اور جب وہاں آپ کی ذرا بھی شہرت ہوتی تو فوراً وہاں سے خاموشی کے ساتھ نکل جاتے، اسی طرح پھرتے پھراتے خانہ کعبہ پہنچے۔ کچھ روز وہاں ٹھہرے، پھر مدینہ منورہ جا کر روضہ اقدس کی زیارت سے شرفیاب ہوئے اور وہیں آستانہ نبوی پر مقیم ہو گئے۔ ایک روز روضہ اقدس سے آواز آئی کہ معین الدین کو بلاؤ۔ خدام نے معین الدین نام پکارنا شروع کیا۔ کئی جگہ سے لبیک کی آواز آئی، خادم نے عرض کیا کہ کس معین الدین کو بلاؤں؟ ارشاد ہوا کہ معین الدین 'چشتی' کو۔ خدام حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے پاس پہنچے تو ان کی عجب حالت تھی۔ حضرت خواجہ گریاں و نالاں درود وسلام پڑھتے ہوئے روضہ مقدس پر حاضر ہوئے۔ آواز آئی کہ ''اے قطب المشائخ! اندر چلے آؤ'' حضرت بے خود و مدہوش اندر گئے وہاں حضرت رسالت مآب کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوئے۔ حضرت سرور کائنات ﷺ نے آپ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ

''معین الدین! تم میرے دین کے مطابق ہو لیکن تم کو فوراً ہندوستان جانا چاہیے وہاں اجمیر نام کا ایک شہر ہے۔ تمہارے دم قدم سے وہاں اسلام کا بول بالا ہوگا۔'' وہاں سے وہ اپنے چالیس مریدوں کے ساتھ ہندوستان روانہ ہوئے۔ (سیر الاقطاب، ص ۱۳۹ تا ۱۴۳)

مرشد سے رخصت ہو کر مختلف مقامات کے بزرگون سے ملتے ہوئے

لاہور پہنچے اور شیخ ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری علیہ الرحمہ (۴۶۵ھ) کے مزار پر چندروز معتکف رہے پھر لاہور سے براستہ ملتان دہلی اور دہلی سے اجمیر تشریف لے گئے۔ آپ کے اجمیر آنے کے وقت اجمیر میں پرتھوی راج (۵۷۳ھ) حکمران تھا۔ قاضی منہاج الدین عثمان جوز جانی کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سلطان شہاب الدین غوری کے اس لشکر کے ہمراہ تھے جس نے والی اجمیر پرتھوی راج کو شکست دی تھی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت خواجہ کے متوسلین میں سے ایک شخص کو رائے پتھورا (پرتھوی راج) نے کچھ تکلیف پہنچائی اس نے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں التجا کی حضرت خواجہ نے پرتھوی راج کو اس بارے میں کہلا بھیجا لیکن اس نے کوئی توجہ نہ دی اور کہنے لگا کہ دیکھو یہ شخص یہاں آیا ہوا ہے اور ایسی ایسی باتیں کہتا ہے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا:

''ہم نے پتھورا کو زندہ گرفتار کر کے محمد غوری کو دے دیا۔''

انہیں دنوں میں سلطان معز الدین سام (محمد غوری) کا لشکر غزنی سے آیا اور پتھورا اُن کے مقابلے کے لئے نکلا اور معز الدین سام کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ (اخبار الاخیار، ص ۵۵)

حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی اخلاقی وروحانی عظمت، یقین واخلاص، توکل علی اللہ اور سوزِ دروں کی بدولت بہت سے لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ ابوالفضل آئین اکبری میں لکھتا ہے:

''آپ اجمیر میں گوشہ نشیں ہوئے اور ہدایت کے بے شمار چراغ روشن کیے اور ان کے نفس قدس کی برکت سے لوگوں کی بڑی بڑی جماعتوں اور قوموں نے مشرف با اسلام ہونے کا فائدہ حاصل کیا۔''

(دلیل العارفین، ص ۱۰)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے چودہ جلیل القدر خلیفہ تھے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی، خواجہ فخر الدین ابن خواجہ معین الدین چشتی، قاضی شیخ حمید الدین ناگوری، شیخ وجیہہ الدین، شیخ حمید الدین صوفی، شیخ برہان الدین عرف بدر، شیخ احمد، شیخ محسن، شیخ سلیمان غازی، شیخ شمس الدین، خواجہ حسن خیاط، سالار مسعود غازی، جے پال جوگی المعروف بہ عبداللہ اور بی بی حافظہ جمال۔ (سیر الاقطاب، ص ۱۵۴ تا ۱۵۵)

آپ کے سب سے قریبی اور محبوب خلیفہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے وصال ظاہری کے بعد آپ ہی سجادہ نشیں ہوئے۔ (فیضان خواجہ غریب نواز، ص ۲۰)

بھارت کے سرزمین اپنے آخری مشرقی کنارہ تک کفر وشرک کی بستی تھی (سرکش لوگ) خدا کی خدائی میں دوسری ہستیوں کو شریک کرتے۔ اینٹ، پتھر، درخت، جانور وغیرہ کو سجدہ کرتے تھے۔ کفر کی ظلمت سے ان کا دل تاریک اور مقفل تھے۔ سب لوگ دین وشریعت کے حکم سے غافل خدا ورسول سے بے خبر تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ اہل یقین کے آفتاب ہیں) کے قدم مبارک کا اِس ملک میں پہنچنا تھا کہ اس ملک کی ظلمت نورِ اسلام سے بدل گئی۔ جو فضاء شرک کی صداؤں سے معمور تھی اب وہ نعرہ اللہ اکبر سے گونجنے لگی۔ اس ملک میں جس کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی اور قیامت تک جو بھی اس دولت سے مشرف ہوگا نہ صرف وہ بلکہ اس کی اولاد در اولاد اور نسل در نسل سب کا ثواب ان کے نامہ اعمال میں ہوگا۔ اس میں قیامت تک جو بھی اضافہ ہوتا رہے گا اور دائرہ اسلام وسیع ہوتا رہے گا اُس کا ثواب قیامت تک شیخ الاسلام خواجہ معین الدین سنجری اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز کی روح کو پہنچتا رہے گا۔ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خلفاء کی کوششوں سے اس ملک میں اسلام کی وسیع اشاعت بلا شبہ بعد کی نسلوں پر احسان عظیم ہے۔ (دلیل العارفین، ص ۱۱)

جس رات کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا وصال ہوا۔ اس رات کو حضرت نماز عشاء ادا کرنے کے بعد حجرۂ خاص میں چلے گئے اور دروازہ کو اندر سے بند کر دیا۔ خدام رات بھر پیر کی آواز سنتے رہے جیسے وجد آ رہا ہو۔ آخر رات میں آواز بند ہوگئی یہاں تک کہ صبح کی نماز کا وقت آ گیا۔ باہر خدام نے دستک دی اور پکارا لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ جب جواب نہ ملا تو کسی طرح دروازہ کھولا گیا تب لوگوں نے دیکھا کہ حضرت رحلت فرما چکے ہیں۔ جس رات کو آپ نے رحلت فرمائی کئی آدمیوں نے حضرت رسالت پناہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں کہ حق تعالیٰ کے دوست معین الدین آ رہے ہیں ان کے استقبال کے لئے آیا ہوں۔ حضرت کے وصال فرمانے کے بعد آپ کی پیشانی پر حبیب اللہ مَا تَ فِی حُبِّ اللہ غیب سے لکھا ہوا لوگوں نے دیکھا۔ آپ کا وصال ۶ رجب المرجب ۶۳۳ھ میں ہوا۔ اجمیر ہندوستان میں ہی مزار بنا۔ پہلے آپ کا مزار مبارک اینٹ کا تھا پھر پتھر کا بنایا گیا۔ قبر کے اوپر

صندوق کی طرح بنا دیا گیا ہے۔(سیر الاقطاب،ص ۱۵۵)

ہندوستان کے مختلف علاقوں میں سلسلہ چشتیہ کا پھیلاؤ:

ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کی سرگرمیوں کے چار دور ہیں:

(۱) مشائخ عظام کا دور (قریباً ۵۹۷ھ/ ۱۲۰۰ء تا ۷۵۷ھ/ ۱۳۵۶ء)(۲) صوبائی خانقاہیں (آٹھویں صدی ہجری/ چودھویں صدی عیسوی اور نویں صدی ہجری/ پندرہویں صدی عیسوی) (۳) سلسلہ صابریہ کا عروج (نویں صدی ہجری/ پندوہویں صدی عیسوی سے آگے تک) (۴) سلسلہ نظامیہ کا احیاء (بارہویں صدی ہجری/ اٹھارہویں صدی عیسوی سے آگے تک۔

پہلے دور کے صوفیہ نے اپنی خانقاہیں زیادہ تر راجستھان، یوپی اور پنجاب میں قائم کیں۔ان میں سے بعض، جیسے حمید الدین صوفی، نے چشتی صوفی اور صولوں کو دیہی علاقوں میں پھیلایا۔ بعض صوفی قصبوں اور شہروں میں رہتے اور بر بنائے احتیاط سیاسی مرکزوں سے دور رہنا پسند کرتے تھے، جاگیریں اور سرکاری ملازمتیں قبول کرنے سے انکار کر دیا کرتے۔ روحانی جانشینی کو اپنے خاندانوں کے اندر محدود کر دینے کے مخالف تھے۔ وہ علم کو روحانی ترقی کے لئے ناگزیر سمجھتے تھے۔

شیخ فریدالدین گنج شکر اور شیخ نظام الدین اولیاء کے تحت اس سلسلے کا اثر ونفوذ پورے بھارت میں پھیل گیا اور لوگ ملک کے دور دراز حصوں سے جوق در جوق اُن کی خانقاہوں میں آنے لگے۔اس عہد میں یہ سلسلہ ایک بہت ہی زیادہ مضبوط مرکزی نظام پر قائم تھا جو، اپنے متعلقین کے اعمال کی نگرانی اور رہنمائی کرتا تھا۔محمد بن تغلق نے جب صوفیہ کو ملک کے مختلف حصوں میں آباد ہونے پر مجبور کیا تو اس کی اس حکمت عملی نے چشتیوں کے مرکزی نظام کو مفلوج کر کے رکھ دیا۔شیخ نصیرالدین چراغ دہلی اور چند دیگر عمر رسیدہ صوفیہ نے خطرہ مول لے کر محمد بن تغلق کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دیا، لیکن نوعمر صوفیہ میں سے کئی ایک نے سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔شیخ نصیرالدین (چراغ دہلی) کو بھی صوفیانہ عقائد اور اداروں کو ابن تیمیہ کے حملوں کی زد سے بچانے کے لئے دعوت دی گئی۔ ان کے بعد سلسلہ چشتیہ کی مرکزی تنظیم کا شیرازہ بکھر گیا اور صوبائی خانقاہیں، جو کسی مرکزی نظام کے تحت نہ ہوتی تھیں معرض وجود آ گئیں۔

سلسلہ چشتیہ ہندوستان کے مختلف صوبوں میں زیادہ تر شیخ نظام الدین اولیاء کے مریدوں کے ذریعہ پھیلا۔ ان میں سے بعض نے تو اپنے مرشد کے ایما (اشارہ) پر صوبائی راجدھانیوں میں سکونت اختیار کر لی تھی اور بعض محمد بن تغلق کے دباؤ کی وجہ سے وہاں آباد ہونے پر مجبور ہوئے۔ یہ بات معنی خیز ہے کہ صوفیہ کی صوبائی حکومتوں کے مراکز میں آمد اور صوبائی حکومتوں کے عروج کا زمانہ ایک تھا۔ان حالات میں ان صوفیہ میں سے اکثر اپنے کو صوبائی درباروں سے دور نہ رکھ سکے۔نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے دور کے صوفیہ کی روایات ترک کر دی گئیں اور یہ آسان نظریہ اپنا لیا گیا کہ صوفیہ کو بادشاہوں اور اعلیٰ منصب داروں کا ہم نشین ہونا چاہیے تاکہ ان پر اچھا اثر ڈال سکیں۔سرکاری عطیات قبول کیے جانے لگے اور اس کے عوض نئے صوبائی خانوادوں کے بانیوں کو برکت کی دعائیں اور اخلاقی مدد دی جانے لگی اور سلسلے کے اندر اصولِ وراثت بھی داخل کر دیا گیا۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں سلسلۂ چشتیہ کی اشاعت مختلف بزرگوں نے کی۔

بنگال: شیخ سراج الدین المعروف بہ اخی سراج علیہ الرحمہ نے بنگال میں اس سلسلے کی بنیاد رکھی۔ان کے خلیفہ شیخ علاء الدین بن اسعد علیہ الرحمہ اس بات میں خوش نصیب ہیں کہ اُن کی دو ممتاز خلیفہ ہوئے، سید نور قطب عالم اور سید اشرف جہانگیر سمنانی جنھوں نے سلسلہ چشتیہ کو بنگال، بہار اور مشرقی اتر پردیش میں ہر دل عزیز بنانے میں بڑا حصہ لیا۔ نور قطب عالم اور اُن کے جانشینوں کا مذہبی ہیجان کے ابھارنے میں بڑا ہاتھ ہے جو بالآخر بنگال اور بہار میں بھکتی تحریک کے فروغ کا باعث ہوا۔

دکن: شیخ برہان الدین غریب علیہ الرحمہ نے سلسلہ چشتیہ کو دکن میں رائج کیا۔وہ دولت آباد میں مقیم ہوئے اور چشتیہ کے صوفیانہ اصولوں کو پھیلایا۔شہر برہان پور کا نام انہی کے نام پر رکھا گیا تھا۔اُن کے مرید شیخ زین الدین علیہ الرحمہ علاء الدین حسن شاہ جو کہ بہمنی سلطنت کا بانی تھا، کے روحانی پیشوا تھے۔آگے چل کر شیخ نصیرالدین چراغ دہلی علیہ الرحمہ کے ایک مرید سید محمد گیسو دراز علیہ الرحمہ نے گلبرگہ میں ایک مرکز چشتیہ قائم کیا۔وہ ایک فارسی مصنف اور کئی زبانوں کے عالم تھے۔ان کے ذریعے اس سلسلے کی دکن اور گجرات میں اشاعت ہوئی۔

گجرات: گجرات میں اس سلسلے کو خواجہ قطب الدین کے دو نسبۃً کم معروف مریدوں شیخ محمود علیہ الرحمہ اور شیخ حمید الدین علیہ الرحمہ نے رواج دیا۔بعد میں شیخ نظام الدین اولیاء کے تین مرید سید حسن، شیخ حسام الدین ملتانی اور شیخ بارک اللہ وہاں پہنچے، لیکن اسے مؤثر طور پر

منظّم کرنے کا کام علامہ کمال الدین علیہ الرحمہ نے سنبھالا جو شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے بھتیجے تھے۔ ان کے بیٹے سراج الدین نے فیروز شاہ بہمنی کی اس درخواست کو کہ وہ دکن میں آباد ہوں، ٹھکرادیا اور گجرات میں اس سلسلے کی توسیع کے کام میں منہمک ہو گئے۔ سلسلہ چشتیہ کے بعض دوسرے صوفیہ بھی گجرات میں آباد ہو گئے۔ شیخ زین الدین دولت آباد کے خلیفہ شیخ یعقوب نے نہرواۂ میں ایک چشتی خانقاہ قائم کی۔ سید کمال الدین قزوینی، جو گیسو دراز کے شجرے سے تعلق رکھتے تھے، بھروچ میں آباد ہوئے۔ اس سلسلے کے ایک اور صوفی شیخ رکن الدین مودود علیہ الرحمہ گجرات میں بہت مقبول ہوئے۔ سلطان محمود بیگڑا کے مندرجہ ذیل تین مریدوں نے مالواں میں سلسلہ چشتیہ کو منظّم کیا: شیخ وجیہ الدین یوسف، شیخ کمال الدین اور مولانا مغیث الدین۔ وجیہ الدین تو چندیری میں آباد ہو گئے، شیخ کمال الدین اور مولانا مغیث مانڈو میں جا بسے۔

سلسلہ چشتیہ کی دو اہم شاخیں: صابریہ شاخ نے نویں صدی ہجری / پندرہویں صدی عیسوی میں شہرت پائی، جب شیخ احمد عبدالحق نے ردولی میں تصوّف کا ایک بڑا مرکز قائم کیا۔ سلسلہ چشتیہ کی اس شاخ کے اہم مرکز تھے: کلیر (اتر پردیش کے ضلع سہارنپور میں رڑکی کے نزدیک)، پانی پت، ردولی (اودھ میں ضلع بارہ بنکی سے اڑتیس میل دور)، گنگوہ (سہارنپور سے تینتیس میل دور)، تھانیسر (نزد پانی پت)، جھنجھانہ (یوپی کے ضلع مظفر نگر میں)، الہٰ آباد، امروہہ (یوپی کے ضلع مراد آباد میں)، دیوبند ضلع سہارنپور میں)، تھانہ بھون (یوپی کے ضلع مظفر نگر میں) اور نانوتہ (ضلع سہارنپور میں) شیخ عبدالقدوس شاخ صابریہ کے عظیم ترین فرد تھے۔ اُنھوں نے مشہور افغان امیر عُمر خان کے ایما پر ۱۴۹۱ء میں ردولی کو چھوڑ دیا اور دہلی کے قریب شاہ آباد میں بس گئے۔ ۱۵۲۶ء میں جب بابر نے شاہ آباد کو تاخت وتاراج کر ڈالا تو وہ گنگوہ چلے گئے اور وہیں آباد ہو گئے۔ ان کے مکاتیب (مکتوبات قدوسی) میں سکندر لودی، بابر، ہمایوں اور متعدد افغان اور مغل امراء کے نام لکھے ہوئے خطوط موجود ہیں۔ صابریہ صوفیوں کے تعلقات مغل شہنشاہوں سے بہت زیادہ خوشگوار نہ تھے۔ اکبر نے بلا شبہ شیخ جلال الدین فاروق کی تھانیسر میں زیارت کی تھی، لیکن جہانگیر اُن کے مرید شیخ نظام الدین فاروق کا دشمن بن گیا، کیونکہ اُنھوں نے باغی شہزادے خسرو سے جب وہ تھانیسر میں سے گزر رہا تھا ملاقات کی تھی۔ جہانگیر نے اُنھیں ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ داراشکوہ تو شیخ محب اللہ کا بڑا احترام کرتا اور اُن سے خط و کتابت رکھتا تھا۔ حاجی امداداللہ ۱۸۵۷ء میں ہندوستان سے ہجرت کر گئے اور مکّہ معظّمہ میں آباد ہو گئے۔ اُنھوں نے علمائے شریعت کی ایک بہت بڑی تعداد کو اپنے حلقے کا گرویدہ بنالیا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد کے بہت سے نمایاں ہندوستانی علما ان کے روحانی جانشین کہلائے جاسکتے ہیں۔ دیو بند کے تقریباً سبھی علما اُن کے واسطے سے سلسلہ چشتیہ سے نسبت رکھتے ہیں۔

نظامیہ: سلسلہ چشتیہ کی نظامیہ شاخ کا احیا شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی نے کیا۔ وہ ماہرانِ تعمیرات کے اُس مشہور گھرانے سے تعلق رکھتے تھے جس نے آگرہ کے تاج محل اور دہلی کی جامع مسجد بنائی تھی، لیکن اُنھوں نے اپنی زندگی تصوف کے لئے وقف کر دی اور سلسلہ چشتیہ کو، جو تقریباً مردہ ہو چکا تھا، نئے سرے سے زندہ کیا۔ شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کے بعد وہ سب سے بڑے چشتی صوفی تھے، جنھوں نے پرانی روایات کو زندہ کیا اور اس سلسلے کے ایک مرکزی نظام کو اُستوار کرنے کی کوشش کی۔ ان کے مرید جنوب میں بھی دُور دُور پھیل گئے۔ ان کے بڑے خلیفہ شیخ نظام نے اورنگ آباد میں کام کیا۔ شیخ نظام الدین کے لڑکے شاہ فخر الدین دہلی چلے گئے اور اُنھوں نے وہاں ایک صوفی مرکز قائم کیا۔ اُن کے دو خلیفہ شاہ نور محمد مہرانی اور شاہ نیاز احمد بریلوی تھے، جن کے ذریعے یہ سلسلہ پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبے اور یوپی میں پھیلا۔ شاہ نور محمد کے مریدوں نے پنجاب میں مندرجہ ذیل مقامات پر خانقاہیں قائم کیں: تونسہ، چاچراں، کوٹ مٹھن، احمد پور، ملتان، سیال، گولڑہ اور جلال پور۔ شاہ نیاز احمد نے زیادہ تر دہلی اور یوپی میں کام کیا۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۴، ص ۶۴۵ تا ۶۵۵)

سلسلہ چشتیہ کی تعلیمات: سلسلۂ چشتیہ با قاعدہ طور پر بالاتصال قدیم ترین سلسلہ ہے جس کی بنیاد تیسری صدی ہجری میں رکھی گئی۔ اہل تصوف میں یہ سلسلہ بہت مشہور ہے اور اس کے وابستگان کی تعداد بے شمار ہے۔ سلسلہ چشتیہ کو روحانی فیض حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے حاصل ہے۔ اس کا اختصاص، نسبت عشق کا فروغ ہے جو ذکر کی کثرت اور تصوّرِ ذاتِ باری تعالیٰ کے انہاک سے حاصل ہوتا ہے۔ اس ضمن میں حضرت نظام الدین اولیاء کا فرمان ہے کہ:

''اصحاب طریقت اور ارباب حقیقت کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ انسان کی پیدائش کا اصل مطلوب ومقصود اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ محبت دو

طرح کی ہوتی ہے: ذاتی اور صفاتی۔ ذاتی محبت تو محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ و انعام ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ صفاتی محبت کسب سے حاصل ہوتی ہے اور محبت حاصل کرنے کا طریقہ ہر آن ذکر الٰہی پر مداومت کرنا ہے بایں طور کہ دل ماسوا اللہ سے فارغ و خالی ہو۔'' (سیر الاولیاء، ص ۴۶۴)

سلاسل سہروردیہ، نقشبندیہ وغیرہ میں منسلک ہونے والوں کے لئے متعین نصاب موجود ہے لیکن سلسلہ چشتیہ میں متعین نصاب نہیں ہے اور اس سلسلہ میں بصیرت کی اعلیٰ استعداد سالک میں پیدا کی جاتی ہے اور اصلاح و تربیت کا کام شیخ کرتا ہے۔ شیخ کی ایک نظر مرید کی کایہ پلٹ دیتی اور اسے عشق حقیقی کی راہ پر ڈال دیتی ہے۔ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ آتش عشق سبھی رذائل کو راکھ کر دیتی ہے اور اللہ کی محبت کے سوا ہر شے کی محبت کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ اس سلسلہ میں اپنے ذات میں فنا ہو جانا اہم ترین سعادت شمار ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں سماع کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے اور اس سے روحانی تسکین حاصل کی جاتی ہے۔ مشائخ سلسلہ ،روایتی پستی، صلح کل کی بنیاد پر ہر انسان سے بے لوث محبت کرتے ہیں۔ ان مشائخ میں سے اکثریت کا نظریہ وحدۃ الوجود کا ہے۔ جمال الوہیت کا مشاہدہ عین کثرت میں کرتے ہیں۔ لا موجود الا اللہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ خدمت خلق، مہمان نوازی اور تواضع اس سلسلہ کے بزرگوں کی خصوصیات میں سے ہیں۔ (اسلامی اخلاق و تصوف، ص ۱۵۴)

تصوّرات و نظریات: ہندوستان کے قدیم چشتی صوفیہ شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ کی کتاب 'عوارف المعارف' کو اپنا سب سے بڑا ہدایت نامہ سمجھتے تھے۔ ان کی خانقاہوں کی تنظیم اسی کتاب پر مبنی تھی اور شیوخ صوفیہ اسے اپنے مریدوں کو پڑھایا کرتے۔ شیخ ہجویری کی کشف المحجوب بھی بڑی مقبول عام کتاب تھی اور شیخ نظام الدین اولیاء کہا کرتے تھے کہ ''جس شخص کا کوئی روحانی مرشد نہ ہو، اس کے لیے کشف المحجوب کافی ہے۔'' اِن دو تصنیفات کے علاوہ، شیخ نظام الدین اولیاء، شیخ نصیر الدین چراغ دہلی، شیخ برہان الدین غریب اور سید محمد گیسو دراز کے ملفوظات چشتی سلسلے کے نظریات کا خاصا صحیح تصوّر پیش کرتے ہیں۔ اس سلسلہ کے کچھ بنیادی تصورات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) چشتی تصورات و نظریات کا بنیادی تصور ''وحدت الوجود'' تھا یہ تصور اُن کی تبلیغی سرگرمیوں کے لئے قوتِ محرکہ مہیا کرتا اور اُن کے معاشرتی نظریے کی تعیّن کرتا تھا۔ (۲) ذاتی جائداد پر قبضہ رکھنے کو چشتیہ توکل علی اللہ کے منافی سمجھتے ہوئے نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ وہ تمام دنیوی ساز و سامان اور مادّی شہوات کو ترک کرتے تھے (ترک دنیا) اور ''فتوح'' پر گزارا کرتے تھے، جنھیں خیرات کے طور پر نہیں مانگا جاتا تھا۔

(۳) وہ امن و صلح اور عدم تشدد پر اعتقاد رکھتے اور انتقام اور بدلے کو حیوانی دنیا کا طریقہ خیال کرتے تھے۔ وہ تمام تنازعات و امتیازات سے آزاد ایک صحت مند معاشرتی نظام کے لئے جیتے اور کام کرتے تھے۔ (۴) حکومت سے راہ رسم رکھنے کی کسی صورت میں بھی اجازت نہ تھی۔ (۵) صوفیانہ زندگی کی غایت چشتیوں کے خیال میں فقط اللہ تعالیٰ کے لئے جینا ہے۔ صوفی کو نہ تو جنّت کی تمنا کرنی چاہیے اور نہ دوزخ سے ڈرنا چاہیے۔ انسان کی خدا سے محبت کی تین قسمیں ہیں:

(الف) ''محبت اسلامی'' وہ محبت جو نومسلم کو نئے دین قبول کر لینے کے باعث خدا سے پیدا ہوتی ہے۔ (ب) ''محبت موہبی'' وہ محبت جو انسان کے دل میں سُنتِ رسول ﷺ پر عمل کرنے کی کوشش سے پیدا ہوتی ہے۔ (ج) ''محبت خاص''، جو کائناتی جذبے کا نتیجہ ہے: صوفی کو آخری نوع کی محبت پیدا کرنی چاہیے۔

(۶) چشتی صوفی صوفیانہ ریاضت کی ابتدا کرنے کے لئے رسمی طور پر اسلام قبول کرنے کا مطالبہ ضروری شرط کے طور پر نہیں کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ رسمی طور پر اسلام قبول کرنے سے پہلے جذباتی زندگی میں انقلاب پیدا ہونا ضروری ہے۔ اس لحاظ سے چشتی طریقہ شہروردی اصولوں کے بالکل متناقض ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ص ۶۴۵ تا ۶۵۴)

سلسله چشتیه کے بزرگوں کے چند اقوال:

چشتیہ سلسلہ میں خلق خدا سے محبت و ہمدردی اور ترک دنیا کی تعلیم دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے مشائخ کے اقوال میں اس کا عنصر پایا جاتا ہے۔ سلسلۂ چشتیہ کے بزرگوں کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں۔

بزرگان چشت اہل بہشت کے عظیم الشان بزرگ ممشاد علو دینوری اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنے اور اہل فساد سے پرہیز کرنے کی ترغیب دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''اہل اللہ کی صحبت سے دل کی اصلاح ہوتی ہے۔'' ''اہل فساد کی مجلس سے دل کا فساد پیدا ہوتا ہے۔''

انسان کو حرص و طمع جیسی غلیظ عادتوں سے بچانے کے لئے آپ نے فرمایا کہ انسان کو توکل اختیار کرنا چاہیے۔ آپ کا فرمان ہے کہ ''توکل طمع سے نجات دلاتا ہے۔'' ''حکمت علم اور فکر سے حاصل ہوتی ہے۔''

اسی طرح حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی کے اقوال میں بھی ہمیں انسان دوستی اور غریب نوازی کا عنصر واضح طور پر نظر آتا ہے۔ آپ کا فرمان ہے کہ ''بے بسوں کی مدد کرنا، مجبوروں کی ضرورت پوری کرنا اور بھوکوں کو کھانا کھلانا دوزخ کے عذاب سے محفوظ کرتا ہے۔''

آپ اوراد و وظائف پر حاجت مندوں کی حاجت روائی کو مقدم رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ ''اگر کوئی شخص کسی اوراد و وظائف میں مشغول ہو اور کوئی حاجت مند آجائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اوراد و وظائف چھوڑ کر اُس کی حاجت پوری کرے۔''

ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا کہ ''بھوکے کو کھانا کھلانا ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا اور دشمن کے ساتھ اچھا سلوک کرنا نفس کی زینت ہے۔'' آپ حاجت مندوں کی حاجت روائی کی ترغیب دلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''حاجت مندوں کی مدد کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔''

آپ نے سخاوت، شفقت اور تواضع جیسی اخلاق حمیدہ کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا کہ ''جس شخص میں دریا جیسی سخاوت، آفتاب جیسی شفقت اور زمین جیسی تواضع نہ ہو، وہ اللہ کا دوست نہیں بن سکتا۔''

حضرت خواجہ غریب نواز کے سب سے پسندیدہ خلیفہ اور جانشین حضرت قطب الدین بختیار کاکی نے درویشی پر خاص توجہ دی ہے۔ آپ کا فرمان ہے کہ ''درویش لوگوں کا وہ گروہ ہے جس نے اپنے لئے نیند حرام کی ہے اور بات کرنے میں زبان گونگی بنالی ہے اور عمدہ کھانے کو مٹی میں ملا دیا ہے اور لوگوں کی صحبت کو زہریلے سانپ کی طرح خیال کیا ہے، تب کہیں قربِ الٰہی حاصل کیا ہے۔''

آپ نے مزید فرمایا کہ ''اگر درویش خلقت کو دِکھاوے کے لئے عمدہ لباس پہنے تو ٹھیک جانو کہ وہ درویش نہیں بلکہ راہ سلوک کا رہزن ہے اور جو درویش نفس کی خواہش کے مطابق پیٹ بھر عمدہ کھانا کھائے تو یقین جانو کے راہ سلوک میں دروغ گو، جھوٹا مدّعی اور خود پرست ہے اور جو درویش دولت مند کی ہم نشینی (چاپلوسی) کرتا ہے اُسے درویش نہ خیال کرو کہ وہ طریقت کا مرتد ہے اور جو درویش نفسانی خواہشات کے مطابق خوب سوتا ہے یقین جانو کہ اس میں کوئی نعمت نہیں۔'' (جانشین غریب نواز۔ حالات حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی۔ ص ۱۶۲)

خلاصہ: فقراء اور درویشوں کا وہ مسلک اور سلسلہ جس کی بنیاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نویں پشت میں سے ایک بزرگ ابو اسحاق شامی نے چشت نام کے ایک گاؤں میں رکھی تھی آج برصغیر پاک و ہند میں دھوم مچائے ہوا ہے۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ اس سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اگر حضرت غریب نواز نے اس خطۂ ارض میں اسلام کی روشنی کو پھیلا کر یہاں کے لوگوں پر یہ احسان عظیم کیا ہے۔ سلسلہ چشتیہ کے بزرگ یہاں دین اسلام لے کر بھی آئے اور یہاں آ کر مقامی لوگوں کو اپنے خلوص و محبت سے اپنا گرویدہ بنا کر اُن کی تربیت بھی کی۔ اس احسان کا شکر ادا کر پانا بالکل ناممکن ہے۔

مآخذ و مراجع:

(۱) اسلامی اخلاق و تصوف، مصنّف ڈاکٹر احمد رضا، مطبوعہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، سنہ اشاعت نا معلوم، ص ۷ ۵۳ تا ص ۵۳۹ اور ص ۵۴۱ تا ص ۵۴۲۔

(۲) تذکرۃ الاولیاء، مصنّف شیخ فرید الدین عطار، مطبوعہ الفاروق بک فاؤنڈیشن، لاہور، سنہ اشاعت ۱۹۹۷ء، ص ۳۶۴۔

(۳) سیر الاقطاب تذکرہ خواجگان چشت، مصنّف ابن شیخ عبد الرحیم، مطبوعہ فرید بک ڈپو (پرائیویٹ لمٹیڈ) دہلی، اشاعت ۲۰۰۴ء، طبع اول، ص ۸۶، ص ۱۳۶، ص ۱۳۹ تا ص ۱۴۳ اور ص ۱۵۴ تا ص ۱۵۵۔

(۴) دلیل العارفین، مصنّف خواجہ معین الدین حسن سنجری، مترجم مطیع الرحمٰن قریشی نقشبندی، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، سنہ اشاعت ۱۹۹۹ء، ص ۹ تا ص ۱۱۔

(۵) اخبار الاخیار، مصنّف شیخ عبد الحق محدث دہلوی، مطبوعہ مدینہ پبلیشنگ کمپنی، کراچی، سنہ اشاعت نا معلوم، ص ۵۵۔

(۶) فیضان خواجہ غریب نواز، مطبوعہ المدینۃ العلمیۃ (دعوت اسلامی) مکتبۃ المدینۃ، سنہ اشاعت نا معلوم، ص ۲۰۔

(۷) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ دانش گاہ پنجاب، طبع اول، ج ۴، ص ۶۴۵ تا ص ۶۵۴۔

(۸) سیر الاولیاء، مصنّف سید محمد بن مبارک کرمانی ''میر خورد''، مطبوعہ مشتاق بک کارنر، لاہور، سنہ اشاعت ۱۹۷۸ء، ص ۴۶۴

(۹) اقوال اولیاء، مصنّف مولانا محمد شریف نقشبندی، مطبوعہ ضیاء پبلیکیشنز، لاہور، سنہ اشاعت ۱۹۹۹ء، ص ۸۵

(۱۰) جانشین غریب نواز (حالات حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی)، مصنّف پروفیسر غلام یحییٰ انجم، مطبوعہ کتب خانہ امجدیہ، دہلی، اشاعت ۲۰۱۰ء، ص ۱۶۲۔

☆☆☆

☆ ریسرچ اسکالر شعبۂ علوم اسلامی، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی۔ ۶۲

نقوش رفتگاں

شیر میوات فیضان مفتئ اعظم راجستھان سے مالا مال

محمد عارف رضا اشفاقی★

اشفاق العلماء بابائے قوم وملت حضرت مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی مفتئ اعظم راجستھان علیہ الرحمہ جودھپور (راجستھان) کے قدموں کی برکت سے راجستھان کی بنجر زمین پرعلم وادب کے معطر پھول کھلنے لگے جن کی محنتوں سے راجستھان علم وادب کا گہوارہ بن گیا۔ راجستھان ہی کیا ہریانہ، میوات، دہلی، یوپی، بہار، بنگال، جھارکھنڈ، گجرات، مدھیہ پردیش، کشمیر، اتراکھنڈ، کیرلہ وغیرہ میں بھی آپ کے فیض سے علم وعرفان کے چراغ روشن ہیں اور پھر ہند ہی کی کیا بات، آپ کے فیض کے سوتے تو پاکستان، انگلینڈ، افریقہ، لبنان، امریکہ، بلادِعرب وغیرہ میں بھی بہہ رہے ہیں۔ آپ کی نگاہ فیض سے ناقص کامل ہو گئے۔ تبھی تو مفتئ اعظم کچھ، حضرت مفتی سید احمد شاہ بخاری دام ظلہ العالی نے فرمایا تھا ''کہ مفتئ اعظم راجستھان کی نگاہ وزبان میں فیض تھا'' اور شیخ الاسلام مفتی سید محمد مدنی میاں اشرفی الجیلانی کچھوچھوی دامت برکاتہم العالیہ ولازالت فیوضہم القدسیہ فرماتے ہیں کہ ''دارالعلوم اسحاقیہ صوبہ راجستھان کا وہ منارۂ ہدایت ہے جس کی شعائیں صرف ملک ہی کے طول وعرض میں نہیں پہنچ رہیں بلکہ افریقہ تک پہنچ چکی ہیں۔'' (معارف مفتئ اعظم راجستھان، ۲۷۲)

والدی الکریم حضرت مفتی محمد اسحاق اشفاقی بانی مرکز فروغ اسلام برکات اشفاق ٹائیں نوح میوات ہریانہ کو آپ کا پہلا خلیفہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ والد گرامی کو آپ کی بارگاہ میں کسی ایسے ویسے نے نہیں بھیجا تھا بلکہ مفتئ اعظم دہلی حضرت مفتی محمد مشرف احمد نقشبندی دہلوی علیہ الرحمہ امام شاہی مسجد فتحپوری دہلی (جو اپنے وقت کے مرد قلندر تھے جنھوں نے سرزمین میوات ودہلی میں چراغ سنیت آندھیوں کی زد پر بھی روشن رکھا) نے بھیجا تھا۔ ولی را ولی می شناشد، والد گرامی ۷۶/۷۷ء میں مدرسہ امینیہ دہلی میں پڑھا کرتے تھے مگر جمعہ کی نماز جامع مسجد فتحپوری میں مفتئ اعظم دہلی علیہ الرحمہ کی اقتداء میں پڑھتے اور ہفتہ بھر کے مسائل آپ کی بارگاہ فیض میں عرض کرتے اور حل کراتے۔ یہ سلسلہ دو سال تک جاری رہا اور آپ کی صحبت بابرکت کے فیوض وبرکات سے مالا مال ہوتے رہے۔ لاہور کے مفکر نے کیا ہی خوب کہا ؎

نہ تخت وتاج نہ لشکر وسپاہ میں ہے ۔۔۔ مزہ جو ایک قلندر کی بارگاہ میں ہے

ایک دن مفتئ اعظم دہلی علیہ الرحمہ نے فرمایا ''بیٹا اب تم حدیث کی کتابیں پڑھنے لگے ہو۔ اب یہاں نہ پڑھو بلکہ دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی کے پاس چلے جاؤ'' اور ساتھ ہی ایک خط بھی لکھ کر دیا۔ اس میں میوات کے حالات لکھے اور والد صاحب قبلہ کے بارے میں لکھا کہ ''میں جسے بھیج رہا ہوں یہ بہت ہونہار ہے اسے تیار کریں علاقہ میں بہت ضرورت ہے'' والد صاحب نے حضرت کی بارگاہ میں عرض کیا کہ حضور مجھے مرید کر لیں فرمایا کہ استخارہ کروں گا۔ صبح آپ کی بارگاہ میں والد صاحب پھر حاضر ہوئے فرمایا تمہارا حصہ میرے پاس نہیں لیکن جن کے پاس تمہارا حصہ ہے اُن سے تمہیں دینی ودنیوی خوب فائدہ ہوگا۔ والد صاحب آپ کا خط لے کر جودھپور مفتئ اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور تمام سرگذشت سنائی۔ آپ نے مفتئ اعظم دہلی کا مکتوب پڑھا اور بخوشی والد صاحب کا داخلہ منظور فرما لیا۔

مسلسل تین سال تک آپ کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ طے فرمائے اور ۱۸؍شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ میں فارغ ہوئے۔ والد صاحب کی تربیت میں آپ نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ایسا سنوارا کہ دیکھنے دِکھانے کے قابل کر دیا۔ بعد فراغت بارہ سال تک سرزمین میوات پر اہلسنت کی ترویج واشاعت کا کام بحسن وخوبی سرانجام دیتے رہے۔ والد صاحب نے مدرسہ اسلامیہ محمدیہ چھٹی میل الور میں تدریسی خدمات انجام دیں اور تولیڑا، شکارپور، کوسی کلاں، ٹائیں میں امامت کے فرائض انجام دیے ہر جگہ امامت کے ساتھ طلبہ کو درس نظامی بھی پڑھاتے رہے اور خود ٹائیں میں اپنے گھر پر طلبہ کو پڑھایا اور انتظام وانصرام اپنی طرف سے کرتے اور آگے تعلیم کے لئے مرکز اہلسنت دارالعلوم اسحاقیہ بھیج دیتے۔

اسی زمانہ میں کئی مناظرے کیے دوسرس کا مناظرہ تو عوام الناس

کے مابین معروف ہے۔ آپ نے گاؤں گاؤں دورہ کیا۔ پتہ چلا کہ فلاں قریہ میں ایک دوسنی ہیں تو وہاں پہنچتے، دوردراز کا سفر ہے مگر پیدل چلنے سے بھی گریز نہیں فرماتے بلکہ بہت سے گاؤں پیدل گئے، مقصد صرف ایک تھا کہ سنیت کا کام کرنا ہے، سنیوں کو بچانا ہے اور بھولی بھالی عوام جو دیابنہ کے نرغہ میں آچکی ہے، اسے سمجھانا ہے۔ جگہ جگہ جلسے کراتے لوگوں کو ترغیب دلاتے اور مفتی محمد میاں ثمر دہلوی علیہ الرحمہ سے بیعت کراتے، اجلاس کی سرپرستی ثمر ملت علیہ الرحمہ فرمایا کرتے، خادم خاص کی حیثیت سے والد صاحب پورے جلسے کا نظم ونسق سنبھالتے۔ تقریر بھی کرتے، آخری خطاب ثمر میاں کا ہوتا، جلسہ کے ایک دن بعد گھر لوٹتے۔

والد ماجد نے سرزمین میوات پر سنیت کا وہ کام کیا کہ لوگ آج تک یاد کرتے ہیں۔ ۸۶ء میں فرید آباد میں اہل سنت نماز جمعہ ایک گھر میں پڑھا کرتے، والد ماجد اور آپ کے احباب نے یعنی انجمن غوثیہ رضویہ نے مل کر زبردست محنت کی، بلب گڑھ چاولہ کالونی میں ۲۰۰ گز جگہ خرید کر اُس میں مسجد مدرسہ قائم کیا گیا، اس کی سنگ بنیاد والد گرامی نے رکھا تھا۔ الحمدللہ وہ محنت رنگ لائی، آج ضلع فرید آباد میں تقریباً ۳۰ مساجد ومدارس موجود ہیں۔ مولانا حضور احمد منظری شاہ جہانپوری تحریر فرماتے ہیں:

’’مدرسہ غوثیہ رضویہ بلب گڑھ کی تعمیر وترقی کو دیکھ کر اور اس کے اراکین واحباب اہل سنت سے مل کر بے حد خوشی ہوئی کہ وہابیت کے گڑھ میں ایک ایسا چراغ ہدایت روشن ہے۔ میں نے اسرار احمد صاحب ودیگر احباب سے یہاں کے مذہبی حالات معلوم کیے اور پوچھا کہ اس علاقے میں انقلاب کیسے آگیا؟ یہاں تو بحمدہٖ تعالیٰ اہل سنت وجماعت کی تعداد اچھی خاصی معلوم ہوتی ہے تو لوگوں نے بتایا کہ یہ انقلاب شیر میوات حضرت مولانا اسحاق اشفاقی کی کاوش ومحنت اور مخلصانہ جدو جہد کا نتیجہ ہے۔ کچھ عرصہ قبل یہاں کی سرزمین پر اہل سنت جماعت کا کوئی قابل ذکر ادارہ نہ کوئی فعال تنظیم اور نہ ہی مراسم اہل سنت کا چلن تھا لیکن جب سے حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب دارالعلوم اسحاقیہ جودھ پور سے تشریف لائے ہیں تو اُن کی شبانہ روز محنتوں اور کاوشوں سے حالات یکسر بدل چکے ہیں۔ مدرسہ غوثیہ کا قیام آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ آپ نے یہاں دیوبندیت کا سینہ سپر ہوکر مقابلہ کیا ہے۔ متعدد بار آپ نے ان کو للکارا ہے اور میدان مناظرہ میں شکست بھی دی۔ اب یہاں پر کسی وہابی دیوبندی کی ہمت نہیں کہ مراسم اہل سنت کی ادائیگی میں رخنہ اندازی کر سکے۔ اب آپ دارالعلوم اسحاقیہ میں مدرس ہیں لیکن یہاں اکثر آتے رہتے ہیں۔ جلسوں میں تو آپ کی موجودگی بے حد ضروری ہوتی ہے، آج کے جلسے میں بھی آپ کی شرکت ہوگی۔‘‘

آگے مولانا حضور احمد منظری مزید لکھتے ہیں:

’’آپ نے علاقۂ میوات میں مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت اور وہابیت کی بیخ کنی کر کے دین اسلام کی جو ٹھوس اور زبردست خدمت انجام دی ہے، وہ کبھی فراموش نہیں کی جاسکتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ موصوف کو جو یہ شرف وکمال اور عندالناس مقبولیت حاصل ہوئی، اس میں مفتیٔ اعظم راجستھان کے فیضان نظر کا زبردست ہاتھ رہا ہے ہے اور یقیناً آپ کی ہی نظر کیمیا اثر کا صدقہ ہے کہ اِس وقت علامہ موصوف علاقہ میوات میں ’’شیر میوات‘‘ کے لقب سے مشہور ہیں اور عوام اہل سنت کے دلوں پر آپ کی حکمرانی ہے۔‘‘ (معارف، ص ۶۹۵)

مولانا حضور احمد منظری فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجاہد دوراں حضرت علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی علیہ الرحمہ حضرت مولانا ریاست علی صاحب شاہ جہاں پوری علیہ الرحمہ کے عرس کے موقع پر تشریف لائے۔ آپ کی بارگاہ ناز میں حاضر ہوا، آپ سے طویل گفتگو ہوئی، اسی درمیان علاقہ میوات کا ذکر آگیا۔ علاقۂ میوات کے بارے میں آپ نے کیا فرمایا، مولانا حضور احمد منظری کی زبانی سنیے ’’حضرت نے دوران گفتگو آگے چل کر علاقۂ میوات کا ذکر فرمایا کہ وہاں پر الجامعۃ الاسحاقیہ کے فارغ التحصیل جواں سال عالم دین حضرت علامہ محمد اسحاق صاحب سنیت کے فروغ کے لئے زبردست کام انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے وہاں مختلف علاقوں میں کئی مدارس قائم کیے اور تبلیغی جماعت والوں سے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ کئی کامیاب مناظرے کیے جس کی وجہ سے اب وہاں پر اہل سنت وجماعت کی اچھی خاصی تعداد ہوگئی ہے اور صلوٰۃ وسلام کی مقدس آوازوں سے وہاں کے درو دیوار گونجنے لگے ہیں۔‘‘

آگے مجاہد دوراں نے فرمایا کہ مجھے فرید آباد میں ایک کانفرنس میں شرکت کا دعوت نامہ ملا۔ میں سمجھتا تھا کہ لوگوں کی آمد برائے نام ہی ہوگی مگر اس کانفرنس میں پچاس ہزار دیوان گان مصطفیٰ کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر کو دیکھ کر آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، آنکھوں سے خوشی کے آنسو تیرنے لگے اور یہ جان کر از حد مسرت ہوئی کہ مفتیٔ اعظم راجستھان، حضرت العلام، جامع معقولات ومنقولات، صوفی باصفا، مجمع البحرین

حضرت علامہ الحاج محمد اشفاق حسین نعیمی، شیخ الحدیث الجامعۃ الاسحاقیہ جودھپور کے شاگرد رشید، شیر میوات حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب اشفاقی کی مخلصانہ جدوجہد اور پیہم کوشش وجانکاہ کاوش کا ثمرہ ہے۔ میں نے اس تاریخ ساز کامیابی اور دین متین کی بے لوث خدمت اور مسلک اہل سنت وجماعت کی ترویج واشاعت پر شیر میوات حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب کو مبارکباد دی۔ اس کانفرنس میں مجاہد دوراں علیہ الرحمہ نے خطاب نایاب فرمایا۔ سن کر لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور عوام الناس کا عقیدہ مضبوط ہوا۔ اس کانفرنس میں جب صلاۃ وسلام پڑھا جارہا تھا، اس کی کیفیت بیان فرماتے ہوئے، مجاہد دوراں علیہ الرحمہ نے یوں فرمایا:

''اس عظیم الشان اور تاریخ ساز کانفرنس کے اختتام پر جب صلوٰۃ وسلام پڑھا گیا تو ایسا محسوس ہورہا تھا کہ دیوبندیت وتبلیغیت کے باطل تابوت میں خود اس کے مستحکم ومضبوط گڑھ میں آخری کیل ٹھوکی جارہی ہو۔''

(معارف، ص ۶۹۷)

مجاہد دوراں جیسی جلیل القدر ہستیوں نے آپ کے پروردہ کی خدمت دین کو سراہا، یہ بڑے اعجاز کی بات ہے۔ ۸۸ء میں آپ کا ایک جوابی خط محفوظ ہے۔ وعلیکم السلام۔ دعوات واخراہ

خدائے پاک آپ کو اپنی حفاظ میں رکھے اور روز افزوں آپ کے درجات وعلم میں ترقی ہو۔ آمین

خط پڑھ کر بہت خوشی حاصل ہوئی کہ مدرسہ ترقی کررہا ہے:

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

احباب کو اور گھر پر سلام کہہ دینا، باسنی والوں کو آپ کا پتہ بھیج دوں گا بلکہ اس کے ساتھ ہی بھیج رہا ہوں۔ فقط والسلام

دستخط۔۔۔۔۔محمد اشفاق حسین ۸۸۔۱۰۔۱۱ء

آپ کی یہی فکر تھی کہ جگہ جگہ مدارس کا قیام ہوتا کہ سنیت مضبوط ہو۔ آپ فرمایا کرتے کہ یہ مدارس اسلام کے قلعے ہیں۔ ہمیں بھی چاہیے کہ مدارس کی ترقی کے لئے تگ ودو کریں اور کوئی ادارہ ترقی کرے تو خوش ہوں اس کا ساتھ دیں۔ یہ نہیں جو آج کل چل رہا ہے کہ ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچائی۔ یہ تو حسد کی بنا پر ہوتا ہے اور حسد وایمان کا تو میل ہی نہیں۔ اللہ رب العزت اس مرض بد سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

آپ نے جگہ جگہ مدارس قائم فرمائے، انہیں ترقی دی، مدرسے کی خبر سن کر خوش ہوتے اُن کی خود بھی مدد کرتے اور کراتے، ان کے لئے اپیل تحریر فرماتے کہ یہ گلستان محمدی ہے اس میں اپنی پاک کمائی سے مدد کرتے رہیے۔ آپ کی اسی فکر نے راجستھان کے تمام مدارس ودیگر صوبوں کے کئی مدارس کا سرپرست بنادیا۔ آپ نے ایک بات اور اس خط میں تحریر فرمائی جو کہ اپنے آپ میں ایک بہت بڑی نصیحت ہے ''ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد'' کوئی بھی مخدوم بننے کی نہ سوچے بلکہ بے لوث خدمت کرتا رہے۔ کوئی مخدوم بننے کی سوچ سے مخدوم نہیں بنتا بلکہ جو صدق واخلاص کے ساتھ خادمی کرتا ہے اللہ رب العزت اسے مخدوم بنادیتا ہے۔ کیا خوب فرمایا ہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے

بے نشانوں کے نشاں مٹتے نہیں ۔۔۔ مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

کیوں کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ عاجزی وانکساری سے درجات بلند ہوتے ہیں۔ فنا کے بعد ہی بقا ملتی ہے۔

مٹا دے اپنی ہستی کو گر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے

۹۲ء میں والد گرامی آپ کے حکم پر دارالعلوم اسحاقیہ تشریف لے گئے۔ وہاں تقریباً ۱۸ سال تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اور آپ کی سرپرستی میں کئی صوبوں میں سنیت کا عظیم کام کیا جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ اُس دور کی دو یادگار تحریریں محفوظ ہیں:

اول: ''عزیزم مولانا محمد اسحاق صاحب اشفاقی

بعد سلام! دو یوم کے لئے کاتب الحروف اور مولانا شیر محمد صاحب ومولانا محمد اکبر صاحب چھٹی پر ہیں۔ مطبخ کا انتظام صبح کو مولانا تسلیم اور شام کو مولانا فخر الدین کریں گے۔ ان ایام میں جنرل نگرانی دن اور رات میں آپ کی ہوگی۔ فقط والسلام۔ محمد اشفاق حسین ۹۵/۷/۴

اس سے جہاں آپ کے نظم ونسق کے بارے میں معلوم ہوتا ہے وہیں یہ بھی بخوبی پتہ چلتا ہے کہ والد گرامی آپ کے معتمد خاص تھے۔

دوم: مولانا اسحاق صاحب

ابھی مکرانہ سے مولوی قمر عالم نوری کا فون آیا ہے آج مکرانہ میں پروگرام ہے اس میں بلایا ہے۔ اگر کوئی مکرانہ کا فون ہو تو اپنے پروگرام سے مطلع کردیں۔ دستخط۔۔۔۔۔۔اشفاق

آپ کی مہربانیاں جو والد گرامی پر رہیں انہیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اسی دوران منڈورہ، جے پور، باؤن کھیڑی وغیرہ مناظرہ میں بھیجا۔ الحمد للہ آپ کی دعاؤں سے کامیابی ملی۔ الحمد للہ ابھی ۱۰/جنوری

۲۰۱۸ء میں موضع سردار گڑھ تحصیل سورت گڑھ ضلع گنگانگر راجستھان میں مناظرہ ہوا جس میں اہل سنت کو زبردست کامیابی ملی کہ سردار گڑھ نعرہ تکبیر ورسالت ونعرہ حیدری سے گونج اٹھا اور وہابی خائب وخاسر ہوئے۔

والد گرامی کو دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور میں مفتیٔ اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں فتاویٰ لکھنے کا بھی شرف حاصل ہے۔ برادر گرامی مولانا محمد ظفرالدین برکاتی مدیر اعلیٰ ماہنامہ کنزالایمان دہلی کے ایک سوال کے جواب میں مفتیٔ اعظم راجستھان علیہ الرحمہ یوں فرماتے ہیں:

''میرا فقہ وافتاء سے دورِ طالب علمی ہی سے گہرا تعلق رہا ہے اور اب بھی ہے۔ ایک زمانہ تک تحریری فتاویٰ دیتا رہا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ متعدد ضخیم جلدوں میں غیر مطبوعہ فتاوے موجود ہیں پھر کثرت کار و ہجوم افکار کی وجہ سے تحریری فتاویٰ بند کر دیا مگر اب بھی کبھی کبھی لکھ دیتا ہوں۔ میری سرپرستی اور نگرانی میں مولانا عبدالقدوس صاحب مصباحی نے اپنے زمانہ میں فتاویٰ لکھے، جب کہ ان کی موجودگی میں مولانا شیر محمد صاحب رضوی بھی فتاویٰ لکھتے رہے اور مولانا محمد اسحاق صاحب اشفاقی فتاویٰ لکھتے ہیں مگر عرصہ دراز سے مستقل طور پر میری سرپرستی ونگرانی میں مولانا شیر محمد صاحب رضوی نائب صدر مدرس وناظم تعلیمات لکھ رہے ہیں اور ان کے ساتھ دس سال سے مولانا محمد عالم گیر صاحب رضوی مصباحی لکھ رہے ہیں۔'' (ص ۳۲۹)

والد گرامی پر آپ علیہ الرحمہ کو بڑا بھروسہ تھا۔ نوشاد عالم چشتی کے ایک سوال کے جواب میں آپ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''مفتی شیر محمد اور مولانا اکبر صاحبان کے کام سے میں کافی مطمئن ہوں۔''

اس کے بعد چشتی صاحب نے یہ سوال کیا: مطلب یہ کہ آپ اس قدر مطمئن ہیں کہ آپ نے جو باغ لگایا ہے اس کو مزید ثمرآور بنانے میں یہ حضرات اہم کردار ادا کریں گے؟ اُس کے جواب میں کہ

''اِن شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ ان دونوں کے علاوہ اور بھی لوگ ہیں مثلاً مولانا اسحاق، حاجی معین، مولانا فیاض ایڈیٹر ماہ طیبہ۔ وغیرہ''

(معارف ص ۴۲۱)

والد گرامی کی تصنیف ''نور ہدایت وطریقۂ نماز وضروری مسائل'' پر کی تقریظ موجود ہے۔ جیسا کہ خود آپ ''نورِ ہدایت'' کے بارے میں فرماتے ہیں ''مولانا محمد اسحاق اشفاقی کی کتاب نورِ ہدایت پر میرے تاثرات موجود ہیں۔ (معارف ص ۳۲۹) آپ نے ''نورِ ہدایت'' نامی کتاب پر جو تاثرات رقم فرمائے وہ درج ذیل ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً ومصلیاً

اِس دور میں قوم مسلم کے اندر اکثر افراد میں جو بے راہ روی پائی جا رہی ہے جس سے ہر چھوٹا بڑا پریشان ہے اس کی اصلاح کے لئے عزیزم مولانا محمد اسحٰق صاحب اشفاقی سلمہ نے سوال وجواب کی شکل میں ''نورِ ہدایت'' کتاب لکھ کر احسان فرمایا ہے۔ اللہ پاک اس کتاب کے ذریعہ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، دلوں کو مجلّٰی ومصفّٰی فرمائے۔ تمام برادران اسلام خصوصا نوجوان اِس کتاب کو پڑھیں اور اس پر عمل کریں۔ ان شاء اللہ اس کے ذریعہ ظاہر وباطن کی اصلاح ہوگی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس کتاب کو مقبول عام فرمائے اور اس کے مصنف کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور اس سلسلے کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور یہ گلزار سدا باغ وبہار رہے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

محمد اشفاق حسین نعیمی (صدرالمدرسین دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور)

۳۰/ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

والد گرامی کی کتاب ''طریقۂ نماز وضروری مسائل'' پر مفتیٔ اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کی تقریظ درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامدا ومصلیا ومسلما

امابعد! عزیزم مولانا محمد اسحٰق صاحب اشفاقی عربی مدرس دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور سلمہ القوی نے ایک کتاب مسمّٰی ''طریقۂ نماز اور ضرور مسائل'' ترتیب دی ہے۔ ماشاء اللہ عزیزم موصوف نے اس کتاب کے اندر بڑی محنت وجانفشانی سے نماز اور آج کے دور کے اہم مسائل کو عام فہم زبان میں بڑی اچھی طرح جمع کیا ہے۔ اِس لئے آپ ان مسائل کو خود بھی پڑھیں اور عمل کرنے کی کوشش کریں اور اپنے دوست احباب کو بھی سنا کر عمل کرائیں۔ میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ مرتب کو دارین کی نعمتوں سے مالا مال رکھے اور سدا باغ وبہار گل گلزار رکھے۔ کتاب کو مقبولیت تامہ حاصل ہو۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد اشفاق حسین (صدرالمدرسین دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور)

۲۳/۵/۲۰۰۸ء

والد ماجد نے ۲۱/اکتوبر ۲۰۰۷ء کو بروز اتوار آپ کی اجازت سے ''مرکز فروغ اسلام برکات اشفاق'' کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس ادارہ کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ میوات میں حفاظ، قراء، علماء مفتیان کرام کی ایک ٹیم

تیار ہو پھر اور وہ گاؤں گاؤں جا کر سنیت کا پرچار کریں اور عوام الناس کو نرمی کے ساتھ مثبت انداز میں سمجھائیں۔ ۲۰۱۰ء میں مرکز فروغ اسلام برکات اشفاق کا افتتاحی جلسہ بنام ''تحفظ سنیت کانفرنس'' کیا جس میں حضرت غیاث ملت کالپی شریف، شہزادۂ تحسین ملت بریلی شریف، شہزادۂ راج شاہ حضرت ڈاکٹر تسخیر احمد قادری راجشاہی سوندھ شریف، ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، علامہ حفیظ الرحمٰن بھیلواڑہ، دیگر بہت سے علما و مشائخ تشریف لائے۔ مفتیٔ اعظم راجستھان اس کانفرنس میں طبیعت علیل ہونے کی بنا پر تشریف نہ لاسکے مگر ایک پیغام تحریر فرما کر اپنے نواسے مولانا محمد ہارون رشید اشرفی خلیفۂ سرکار کلاں کو عطا فرمایا جسے مولانا ہارون صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ وہ پیغام درج ذیل ہے:

مبارکباد: عزیز اسعد مولانا محمد اسحق صاحب اشفاقی بانی و مہتمم مرکز فروغ اسلام برکات اشفاق قصبہ ٹائیں، تحصیل و ضلع (نوح) ہریانہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خیریت دارم و خیریت خواہم

مرکز فروغ اسلام برکات اشفاق کے جشن افتتاح کے موقع پر میں علالت کی بنا پر شرکت کرنے سے معذور ہوں، تقریباً دو ہفتے سے بیمار ہوں اور علالت کی وجہ سے کشمیر و سنبھل کے پروگرام بھی ملتوی کر دیئے۔ ڈاکٹروں کا مشورہ ہے کہ اب آپ بالکل سفر نہ کریں جس کی بنا پر اِس جشن افتتاح میں عدم شرکت کو عذر معقول پر محمول کریں۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ اقدس میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ آپ کے جشن افتتاح کو فلاح و نظر سے ہمکنار فرمائے اور ادارہ کو جملہ اہداف و مقاصد کی تکمیل فرما کر ذروۂ کمال تک پہنچائے اور اس گلشن محمدی سے ایسے ایسے پھول کھلیں اور کھلتے رہیں جو عالم سنیت کو اپنے مشام جان سے معطر و مشکبار کرتے رہیں۔ مولیٰ عزوجل اِس ادارہ کو حوادث زمانہ اور نظر بد سے مامون و محفوظ رکھے اور اس کے اعوان و انصار کی جملہ خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت سے نواز کر دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے۔

طبیعت ٹھیک ہونے پر جب میں دہلی آؤں گا تو آپ کے ادارہ کو دیکھنے کے لئے ضرور آؤں گا۔ اِس خط کو مجمع عام میں سنا دیں۔

تمام اہل جلسہ کو سلام۔ والسلام

محمد اشفاق حسین نعیمی۔ ۲۲ر شوال المکرم ۱۴۳۱ھ

آپ نے ادارہ کو اُس کے طلبہ و اعوان و انصار کو کتنی پیاری پیاری دعاؤں سے نوازا ہے۔ اس سے پہلے مکتوب میں بھی آپ نے والد ماجد کے لئے دعا فرمائی کہ ''خدائے پاک آپ کو اپنی حفاظت میں رکھے اور روز افزوں آپ کے درجات و علم میں ترقی ہو۔ آمین''

اسی طرح والد گرامی کے لئے ثمر ملت علیہ الرحمہ نے دعا فرمائی تھی ''اللہ تعالیٰ تم کو جذبات اخلاص و ایثار سے ہمیشہ باسعادت رکھے۔'' والدین اور بہت سے مشائخ کی دعائیں والد گرامی کے شامل حال رہیں۔ بزرگان دین کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ ہر گام پہ کامیابی نے قدم چومے۔

آپ سرزمین میوات پر متعدد بار تشریف لائے (۱) بلب گڑھ ایک دفعہ (۲) شکار پور ایک دفعہ (۳) ٹائیں چار دفعہ (۴) چھٹی میل چار دفعہ (۵) ککرالی دو دفعہ (۶) پلکھڑی ایک دفعہ (۷) سوندھ شریف ایک دفعہ۔ سرزمین ٹائیں پر آپ پہلی بار ۲۰ مئی ۲۰۰۶ء بروز ہفتہ اصلاح معاشرہ کانفرنس میں بموقع راقم الحروف کی شادی تشریف لائے۔ آپ نے نصیحت آمیز کلمات ارشاد فرمائے۔ اس کانفرنس میں چشم و چراغ خاندان مظہری حضرت ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد نقشبندی امام شاہی مسجد فتحپوری دہلی بھی تشریف لائے تھے اور خطاب فرمایا تھا۔ دوسری دفعہ وعدہ کے جب دہلی تشریف لائے تو بتاریخ ۴ جمادی الاخری ۱۴۳۲ھ / ۸ مئی ۲۰۱۱ء بروز یکشنبہ بوقت صبح ۱۰ بجے تشریف لائے نوح بائی پاس پر اور مدرسہ میں شایان شان استقبال کیا گیا۔ آپ نے طلبۂ مدرسہ و دور دراز سے آئے ہوئے لوگوں سے خطاب بھی فرمایا۔ مدرسہ کے طلبہ و عمارت کو دیکھ کر حضرت بہت خوش ہوئے اور یہ رقم فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامدا و مصلیا و مسلما۔ اما بعد

آج بتاریخ ۴ر جمادی الاخری ۱۴۳۲ھ مطابق ۸ر مئی ۲۰۱۱ء بروز یکشنبہ مرکز فروغ اسلام برکات اشفاق مقام و پوسٹ ٹائیں ضلع میوات نوح ہریانہ بھارت میں حاضر ہوا۔ ماشاء اللہ قلیل عرصہ میں اس ادارہ نے اپنا مقام حاصل کر لیا۔ طلبہ، اساتذہ ارکان اور جملہ محبین کے خلوص کو میں بھلا نہیں سکتا۔ اس علاقہ میں ایسے ادارے کی ضرورت تھی جس کو عزیزی مولانا مفتی محمد اسحق صاحب اور ان کے سپوت عزیزی مولانا محمد عارف سلمہما نے پورا کیا۔ یہ دونوں صاحبان دار العلوم اسحاقیہ جودھپور کے فارغ ہیں۔ اللّٰھم زدفزد۔

میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اس ادارہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اس میں ایسے پھول کھلتے رہیں جو پورے علاقے کو مہکاتے رہیں۔ فی زمانہ ایسے سنی اداروں کی اشد ضرورت ہے۔ میں اہل خیر

حضرات سے اپیل کرتا ہوں کہ اپنی پاک کمائی سے زیادہ سے زیادہ اس ادارہ کی مدد کرتے رہیں۔ یہ گلستان محمدی ہے اس کو پانی دیتے رہیں۔ یہ ادارہ مسلک اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کا سچا علمبردار ہے۔

مولیٰ تعالیٰ اس ادارہ کے جملہ معاونین واساتذہ ،طلبہ ارکان اور بانیان ادارہ کو اپنی نعمتوں سے مالا مال رکھے۔آمین ثم آمین۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

محمد اشفاق حسین نعیمی (صدر مدرس دار العلوم اسحاقیہ جودھپور حال مقیم موضع ٹائیں میوات) ۴؍جمادی الاخری ۱۴۳۲ھ

آپ کا یہ جملہ ''کہ اپنی پاک کمائی سے مدد کرنا'' توجہ طلب ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے اپنی حرام کمائی کسی بھی جگہ ثواب کی نیت سے خرچ کی تو اس نے کفر کیا۔ ہم سب کو چاہیے کہ ہم اکل حلال وصدق مقال پر کاربند رہیں۔ حلال کمائیں، کھائیں اور کھلائیں، حدیث شریف میں آیا ہے: **الکاسب صدیق اللہ** ۔ حلال کمانے والا خدا کا دوست ہے اور لقمۂ حرام کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک لقمۂ حرام چالیس دن کی عبادت کو تباہ وبرباد کر دیتا ہے۔ (مفہوم)

اے طائر لاہوتی اُس رزق سے موت اچھی

جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

جب ایک لقمہ کا یہ حال ہے تو جو کھاتا ہی حرام ہو اُس کا کیا ہوگا درحقیقت وہ کھانا نہیں کھاتے بلکہ آگ کھاتے ہیں۔ رب کائنات فرماتا ہے: **انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا** ۔ (سورۂ نساء آیت ۱۰) آج کل لوگوں کی زبان پر ایک نعرہ ہے ''پیسہ ہو چاہے جیسا ہو'' **نعوذ باللہ من ذالك** ۔ اللہ رب العزت ہمیں حلال کمانے اور کھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مفتیٔ اعظم راجستھان علیہ الرحمہ ٹائیں سے مدرسہ اسلامیہ محمدیہ چھٹی میل الور تشریف لے گئے، مولانا محمد عمر صاحب اشفاقی اور آپ کے رفقائے کار نے شاندار استقبال کیا۔ وہاں بھی آپ علیہ الرحمہ نے وعظ فرمایا۔ راقم الحروف، والد گرامی اور مولانا رمضان اشفاقی ساتھ ہی گئے تھے۔ دونوں اداروں کو دیکھ کر حضرت بہت خوش ہوئے اور دعاؤں سے نوازا۔

تیسری دفعہ سرزمین ٹائیں پر مؤرخہ ۱۴؍رجب المرجب ۱۴۳۳ھ ؍۵ جون ۲۰۱۲ء بروز منگل جشن دستارِ فضیلت کے موقع پر تشریف لائے۔ اس میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت، منانی میاں بریلی شریف بھی تشریف لائے تھے۔

علامہ یٰسین اختر مصباحی بانی دار القلم دہلی، مولانا محمد ظفر الدین برکاتی دہلی شریف، مولانا حافظ اکبر صاحب باسنی، مولانا حافظ محمد سعید صاحب اشرفی باسنی، مولانا حافظ اللہ بخش باسنی وغیرہ میوات وبیرون میوات کے بہت سے علماء ومشائخ نے شرکت فرمائی۔ آپ نے ختم بخاری شریف کرائی اور ایک حدیث بخاری شریف سے جس میں گستاخوں کی علامت بیان کی گئی ہیں وہ بیان فرمائی اور اس کی تشریح فرمائی۔ دوران تقریر حضرت نے فرمایا کہ ''ماشاء اللہ اتنی کم مدت میں عمارت بن گئی ہے۔ عمارت تو مکمل ہوگئی لیکن اس کا زیور (پلاستر) باقی ہے، اللہ تعالیٰ اسے مکمل فرمائے۔''

قطب عالم کی بارگاہ میں حاضری: اسی دن آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بعد نماز عصر سوندھ شریف حضرت قطب الاقطاب میاں راج شاہ قادری سوندھوی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضری دیں گے۔ ٹائیں سے بعد نماز عصر روانہ ہوئے کافی علماء اور عوام ساتھ تھی وہاں پہنچ کر حضرت نے کلی فرمائی اور حاضر بارگاہ ہوئے کافی دیر تک فاتحہ خوانی ودعا فرمائی ایک عجیب منظر تھا۔ اُس درمیان مولانا محمد حنیف شیرانی آبادنے عرض کیا حضرت! دعا فرمائیں اس کے بعد راقم نے عرض کیا حضرت یہ سرہانے جو مزار ہے یہ قطب عالم کے بڑے شہزادے مجدد وقت مولانا عبداللہ شاہ قادری کا ہے۔ آپ نے وہاں پر بھی فاتحہ پڑھی۔ صاحب سجادہ حضرت ڈاکٹر تسخیر احمد راجشاہی کا راقم نے تعارف کرایا۔ آپ نے سر پر دست اقدس رکھ کر فرمایا کہ'' اللہ خوش رکھے'' صاحب سجادہ نے ضیافت فرمائی۔ مولانا حافظ ہارون رشید اشرفی، مولانا حافظ سعید اشرفی، مفتی رجب علی باسنوی، قاری امید علی سکندری، قاری مظفر اشفاقی بھی ساتھ تھے۔ مغرب میں کچھ وقت باقی تھا آپ حجرے کے سامنے کچھ دیر چارپائی پر تشریف فرما ہوئے آپ نے فرمایا کہ مغرب پڑھ کر چلیں گے اور فرمایا ''نماز مولوی عارف یا حافظ سعید پڑھائیں گے'' نماز مغرب حافظ سعید اشرفی کی اقتدا میں ادا کی گئی۔ بعد مغرب وہاں سے ٹائیں کے لئے روانہ ہوئے۔ عشا کی نماز ٹائیں میں ادا کی۔

قطب عالم حضرت میاں راج شاہ علیہ الرحمہ وہ جلیل القدر شخصیت ہیں جن کی تعریف حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی وشاہ اسحق محدث دہلوی نے بھی فرمائی ہے۔ اعلیٰ حضرت سید محمد علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ اور بانیٔ دار العلوم دیوبند حضرت سید عابد حسین دیوبندی علیہ الرحمہ نے آپ کی بارگاہ میں رہ کر اکتساب فیض کیا ہے اور

منازل سلوک طے فرمائے۔

اعلیٰ حضرت اشرفی میاں نے جب راجشاہی فیضان پایاتو کہہ اٹھے''میں اس بارگاہ میں فیض کے اثرات سے مالامال ہوا۔''(ملت راجشاہی ص ۲۹۰)تفصیل کے لئے راقم کا مضمون''میاں راجشاہ اوراشرفی میاں نورعرفانی کا تبادلہ'' کنزالایمان شمارہ جون ۲۰۱۲ءکامطالعہ فرمائیں۔

مفتیٔ اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کوسلسلہ راجشاہیہ کئی طرق سے حاصل ہے(۱) آپ مرید وخلیفہ ہیں اجمل العلماءمفتی اجمل شاہ سنبھلی علیہ الرحمہ کے، وہ خلیفہ ہیں اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے، (۲) آپ خلیفہ ہیں سرکارکلاں علیہ الرحمہ کے، وہ خلیفہ ہیں اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے۔(۳) آپ خلیفہ ہیں محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کے، وہ خلیفہ ہیں اپنے ماموں سلطان الواعظین حضرت سید احمداشرف علیہ الرحمہ کےاور وہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے۔(۴) آپ خلیفہ ہیں قطب مدینہ علیہ الرحمہ کے، وہ خلیفہ ہیں اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کچھوچھوی کےاوراعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ خلیفۂ خاص ہیں قطب عالم حضرت میاں راجشاہ قادری سوندھوی علیہ الرحمہ کے۔آپ کودربارِراجشاہی سے سلسلہ قادریہ رزاقیہ، وسلسلہ زاہدیہ کی خلافت وتمام اورادووظائف کی اجازت حاصل ہے۔

(تحائف اشرفی ص ۴۳ وتذکرۂ نوری ص ۱۳)

چوتھی دفعہ ۱۴؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ/ ۲۵؍مئی ۲۰۱۳ءبروز ہفتہ بموقعہ جلسۂ دستار بندی وعرس سیدسالارمسعودغازی علیہ الرحمہ تشریف لائے اس جلسہ میں آپ کے ہاتھوں''راجشاہی ایوارڈ'' کی شروعات ہوئی۔سب سے پہلے اراکین تحریک فروغ اسلام نے جن شخصیات کودینی خدمات کی بناپر''راجشاہی ایوارڈ''کے لئے چنا،وہ ہیں:

(۱)مولاناسیدمنصورعالم رضوی کوسی کلاں متھرایوپی

(۲)شہزادۂ مفتیٔ اعظم راجستھان حضرت الحاج محمدمعین الدین اشرفی سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاسحاقیہ جودھپورراجستھان۔اس کی خبرماہ نامہ کنزالایمان میں اِس طرح شائع ہوئی''انجمن مرکزفروغ اسلام برکات اشفاق کی طرف سے مجاہدمیوات مولاناسیدمنصورعالم رضوی وشہزادۂ مفتیٔ اعظم راجستھان حاجی معین الدین اشرفی فاروقیہ بک ڈپودہلی کواُن کی خدمات جلیلہ کی بناپر''راجشاہی ایوارڈ'' دیاگیا۔

(ماہنامہ کنزالایمان شمارہ اگست ۲۰۱۳ء ۱۴۳۴ھ)

جن حضرات کواب تک''راجشاہی ایوارڈ'' تفویض کیاگیاہے:

(۱۴؍رجب المرجب ۱۴۳۵ھ/مطابق ۱۴؍مئی ۲۰۱۴ءبروزبدھ)

(۱) مولانا رمضان اشفاقی بانی جامعہ فاطمۃ الزہرا، الور۔(۲) مولاناسیدسکندرجیلانی فاضل مرکزفروغ اسلام برکات اشفاق لونی شریف

(۱۲؍شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ مطابق ۳۱؍مئی ۲۰۱۵ءبروزاتوار)

(۱)مولانامحمدظفرالدین برکاتی مدیراعلیٰ ماہنامہ کنزالایمان دہلی

(۲) قاری محمدمظفرخاں اشفاقی بانسواڑہ راجستھان

(۹شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۷؍مئی ۲۰۱۶ءبروزمنگل)

(۱)پیرطریقت الحاج قاری احمدراجشاہی اوبھاکا، جودھپور سجادہ نشین آستانہ نوریہ(۲)مولاناپیارمحمدخاں رضوی اشفاقی شیرانی آبادنگراں سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگور(راجستھان)

(۱۲؍شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ مطابق ۹؍مئی ۲۰۱۷ءبروزمنگل)

(۱)مفتی محمدعالمگیررضوی مصباحی نائب مفتی دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور(مصباح الفقہاءکےتکریمی خطاب سےبھی نوازاگیا)۔

(۲)مولاناغلام مصطفیٰ نعیمی مدیراعلیٰ سہ ماہی سواداعظم دہلی

(۹شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ ۱۲؍اپریل ۲۰۱۸ءبروزجمعرات)

(۱)مفتی محمدحنیف خاں رضوی بانی امام احمدرضااکیڈمی بریلی شریف

(۲) مولانا محمدحنیف رضوی سربراہ اعلیٰ سنی تبلیغی جماعت شیرانی آباد، راجستھان(۸؍شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ/ ۱۴؍اپریل ۲۰۱۹ءبروزاتوار)

(۱)استاذ القراءمولانا حافظ وقاری محمداکرام احمدنعیمی شیخ التجوید دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور(۲)مولانا حافظ وقاری اللہ بخش اشرفی نائب سربراہ سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگور(راجستھان)

مفتیٔ اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کی اِس موقع پرایک یادگارتحریر معائنہ رجسٹرمیں موجودہےجوکہ درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔حامداومصلیاومسلما۔

امابعد!۱۵؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ/مطابق ۲۶؍مئی ۲۰۱۳ءبروز اتوارمرکزفروغ اسلام برکات اشفاق قصبہ ٹائیں ضلع نوح میوات ہریانہ میں گزشتہ شب اس کےسالانہ دستاربندی میں حاضری ہوئی ماشاءاللہ ادارہ نےقلیل عرصہ میں خوب ترقی کی اورکررہاہے۔یہ سب عزیزم مولانامحمداسحق صاحب بانی مرکزاوران کےصاحبزادےعزیزم مولاناعارف سلمہ کی انتھک محنت کانتیجہ ہے۔میری دعاہےکہ مولیٰ تعالیٰ اِس ادارہ کودن دونی رات چوگنی

ترقی عطافرمائے اور سدا باغ و بہار رہے اور مطلع سنیت پر ایسا چمکتا رہے جیسا کہ آسمان پر بدر کامل ضوفشانی کرتا ہے۔ فقط والسلام

محمد اشفاق حسین نعیمی (دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور راجستھان

۱۵ / رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

علی الصباح ٹائیں سے آپ مولانا رمضان اشفاقی کے ساتھ چھٹی میل مدرسہ تشریف لے گئے وہاں سے جامعہ فاطمۃ الزہرا الکرالی (دارالعلوم اسلامیہ محمدیہ چھٹی میل الور میں جلسۂ دستار بندی ۷ / شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ ۔ ۲۸ / جون ۲۰۱۲ء کو منعقد ہوا تھا۔ آپ یہاں تشریف لائے تھے ۔اسی موقع پر آپ نے جامعہ فاطمۃ الزہرا کا سنگ بنیاد رکھا تھا) تشریف لائے دعاؤں سے نوازا۔ایک اپیل بھی تحریر فرمائی جس کے اخیر میں دستخط کے بعد مؤرخہ ۲۶ / مئی ۲۰۱۳ء بروز دوشنبہ مبارکہ تحریر ہے۔ یہاں سے موضع پلکھڑی ناگل روز دار سرپنچ کے اصرار پر تشریف لے گئے۔ راقم بھی پلکھڑی پہنچ کر دوبارہ آپ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ نماز عشا وہیں ادا کی۔ منڈور سے حضرت جودھپور تشریف لے گئے۔ الور اسٹیشن پر راقم، مولانا محمد عمر اشفاقی، مولانا محمد رمضان اشفاقی ودیگر علماء موجود تھے۔

کیا معلوم تھا کہ میوات کے ذرے پھر کبھی آپ کی قدم بوسی نہیں کر پائیں گے ۔ ۲۵ / مئی ۲۰۱۳ء کو سرزمین میوات پر قیام رہا تقریباً پانچ ماہ بعد ۹ / ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۵، اکتوبر ۲۰۱۳ء بروز شنبہ بوقت ظہر اس دار فانی سے کوچ کر گئے ۔ مزار اقدس چوکھا شریف جودھ پور میں مرجع خلائق ہے۔ ہر وقت انوار ورحمت کی بارشیں برستی ہیں جن کو زائرین محسوس کرتے ہیں۔

آپ کے چند دوروں نے میوات میں علمی وعملی انقلاب برپا کر کے رکھ دیا۔ سرزمین میوات پر آپ کے شاگرد وشاگردوں کے شاگردوں کی ایک لمبی قطار موجود ہے جو آپ کے مشن کو عملی جامہ پہنانے میں مصروف عمل ہیں۔ مرکز فروغ اسلام برکات اشفاق وتحریک فروغ اسلام وہ تمام مدارس وتنظیم جو مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کی روحانی سرپرستی میں چل رہے ہیں ان سب کا یہی مقصد ہے کہ آپ کے مشن کو آگے بڑھایا جائے اور آپ علیہ الرحمہ کا مشن تھا ''سنیت کو مضبوط کرنا۔''

ایک دفعہ سیٹھ لعل محمد اشفاقی صاحب کے گھر دہلی میں کچھ علما کی موجودگی میں آپ نے فرمایا'' یہ مولانا عارف ہیں عمر کم ہے مگر کام بہت اچھا کر رہے ہیں۔ یہ مولانا اسحٰق کے لڑکے ہیں۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ میوات جیسے علاقہ میں اپنا ٹھکانہ بنالینا ہی کیا کم ہے۔ اب تو ان کے والد بھی آگئے ہیں۔ اب یہ دونوں باپ بیٹے مل کر کام کریں گے۔ مولانا اسحٰق ہمارے مراد آباد میں بہت مقبول ہیں۔ ایک دفعہ فرمایا کہ مولوی اسحٰق ہمارے یہاں بھی بہت مقبول ہیں ۔'' دارالعلوم اسلامیہ محمدیہ چھٹی میل الور کے سالانہ دستار بندی کے موقع پر آپ نے فرمایا تھا'' کہ مولانا اسحٰق یقیناً شیر میوات ہیں اور مولانا شیر محمد صاحب ضرور شیر راجستھان ہیں۔ مولانا اسحٰق بھی اب یہاں آگئے ہیں کام اچھا ہوگا، یہ شیر میوات ہیں، مولانا شیر محمد بے شک شیر راجستھان ہیں ان (دونوں) پہ پورا ہندوستان ناز کرتا ہے۔''

ایک دفعہ موضع جوڑ پھلودی میں شاندار جلسہ ہوا تھا۔ والد گرامی نے ردِ وہابیت پر تقریر فرمائی۔ دیابنہ سوالات کرتے جاتے، ادھر سے والد گرامی قرآن وحدیث کی روشنی میں تسلی بخش جواب دیتے جاتے۔ دیوبندی عوام پر اس کا اچھا اثر پڑا۔ بہت سوں کا دل مان گیا کہ حق اہل سنت ہی ہیں۔ دیوبندی مولوی شرم کی وجہ سے اپنی عوام سے منہ چھپاتے پھر رہے تھے ۔ والد گرامی کی تقریر ختم ہونے کے بعد شیخ طریقت گنجینہ معرفت حضرت مولانا سید باپو غلام حسین جیلانی بانی جامعہ صدیقیہ سوجا شریف نے خطاب فرمایا۔ دوران خطاب فرمایا کہ جو کچھ مولانا مفتی محمد اسحٰق اشفاقی نے فرمایا، میں اس کی تائید کرتا ہوں کہ جو فرمایا سچ ہے، حق ہے۔ آپ کے بعد مفتیٔ اعظم راجستھان علیہ الرحمہ نے نصیحت آمیز کلمات فرماتے ہوئے فرمایا'' کہ علم نور ہے جہاں پہنچے گا روشنی ہوگی۔ دیکھو مولانا محمد اسحٰق ہریانہ کے ہیں جہاں جاتے ہیں چمن کر دیتے ہیں۔''

والد گرامی مفتیٔ اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کی بارگاہ کے تربیت یافتہ ہیں اور فیضان مفتیٔ اعظم راجستھان علیہ الرحمہ سے مالا مال ہیں۔ والد ماجد اکثر فرماتے ہیں کہ'' بیٹا! ہمارے آئیڈیل حضرت مفتیٔ اعظم راجستھان علیہ الرحمہ ہیں، ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنا ہے۔'' الحمد للہ کہ آپ علیہ الرحمہ کی دعاؤں سے دارین کی نعمتیں ملیں۔ آپ بظاہر نگاہوں سے اوجھل ضرور ہوگئے ہیں مگر اپنے غلاموں پر اب بھی نظر کرم فرماتے ہیں اور ان شاء اللہ ابدالآباد تک فرماتے رہیں گے۔

ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ
فنا کے بعد بھی باقی ہے شانِ رہبری تیری

☆☆☆

☆ جنرل سیکریٹری تحریک فروغ اسلام ٹائیں نوح میوات (ہریانہ)

نقوشِ راہ

سید محمد افضل میاں قادری برکاتی

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی★

بھارت کی سرزمین پر نجیب الطرفین ساداتِ کرام میں مارہرہ مطہرہ کی عظمت وفعت کو ایک جہاں تسلیم کرتا ہے۔ اسی عظیم خانوادہ کے چشم و چراغ سید محمد افضل میاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ طویل علالت کے بعد ۱۵؍دسمبر ۲۰۲۰ء/ ۲۹؍ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ (منگل کا دن گزر کر) بدھ کی شب اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ رٰجعون۔

آپ مرشد اعظم ہند حضرت احسن العلماء حضرت مفتی سید شاہ مصطفی حیدر حسن میاں قادری قدس سرہٗ (۱۴۱۶ھ) کے فرزند ارجمند، مشہور عالمی روحانی رہنما تعلیم دوست پروفیسر ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی مارہروی، زیب سجادہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اور مشہور افسانہ نگار و فکشن رائٹر سابق چیف انکم ٹیکس کمشنر کولکاتا (مغربی بنگال) سید محمد اشرف میاں قادری کے چھوٹے بھائی، رفیق ملت سید نجیب حیدر میاں برکاتی نوری سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے بڑے بھائی تھے۔

آپ کی ولادت ۱۱ مارچ ۱۹۶۴ء کو مارہرہ مطہرہ میں ہوئی۔ قرآن عظیم اور دینیات کی بنیادی تعلیم گھر کے بزرگوں سے حاصل کی۔ ۱۹۷۸ء میں یوپی بورڈ سے ہائی اسکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ۱۹۷۹ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے پی یو سی کی تکمیل کی۔ ۱۹۸۲ء میں بی اے میں امتیازی پوزیشن حاصل کی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ہی بالترتیب ۱۹۸۵ء میں ایل ایل بی اور ۱۹۸۷ء میں ایل ایل ایم میں نمایاں کامیابی کا تمغہ حاصل کیا۔ علی گڑھ میں دوران تعلیم آپ نے ہمیشہ نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

حضرت سید محمد افضل میاں اپنے طالب علمی ہی کے زمانے میں مسلم یونیورسٹی میں بہت معروف تھے۔ آپ کی خطابت اور گفتگو کے آج تک لوگ قائل ہیں۔ مسلم یونیورسٹی سر سید ڈبیٹ میں تین مرتبہ خطاب جیتا۔ دو سال تک علی گڑھ میں یونیورسٹی لٹریری کلب کے سکریٹری کے عہدے پر رہتے ہوئے کلب کو ہمیشہ فعال رکھا۔ اسی دوران آل انڈیا انٹر یونیورسٹیز ڈبیٹ کمپٹیشن منعقدہ جے پور میں گولڈ میڈل حاصل کیا۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں آپ نے ''پولیس اسٹریس'' کے عنوان پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ بھی لکھا۔ ۱۹۹۰ء میں آئی پی ایس میں منتخب ہوگئے۔

سید محمد افضل میاں بھی اپنے برادرِ اکبر شرفِ ملت سید محمد اشرف میاں کی طرح اردو میڈیم سے Civil Services میں منتخب ہوئے۔ اردو سبجیکٹ کے تحت آئی پی ایس امتحان کامیاب کرنے والے آپ اولین سول سرونٹ بنے جب کہ اس سے پہلے آپ ہی کے بڑے بھائی ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ یافتہ سید محمد اشرف صاحب نے اردو سبجیکٹ کے تحت ملک کے اولین آئی آر ایس منتخب ہوئے تھے۔ اس طرح حضرت احسن العلماء کے ان دونوں شہزادوں نے یہ ثابت کردیا کہ اردو ذریعۂ تعلیم سے بھی ترقی کی راہیں اُستوار ہوسکتی ہیں۔ آئی پی ایس کامیاب کرنے کے بعد سید محمد افضل میاں نے اگست ۱۹۹۰ء میں نیشنل پولیس اکیڈمی حیدرآباد سے ملازمت کا سلسلہ شروع کیا۔ اکتوبر ۱۹۹۱ء سے اگست ۱۹۹۴ء تک ساگر بھوپال میں اے ایس پی کے عہدے پر براجمان رہے۔ جون ۱۹۹۶ء تک جبل پور کے ایڈیشنل ایس پی رہے۔ اس کے بعد اپریل ۱۹۹۸ء تک جموں اینڈ کشمیر بٹالین جموں کے کمانڈنٹ کے منصب پر فائز رہے پھر مدھیہ پردیش کیڈر میں ضلع چھتر پور میں بحیثیت سپرنٹنڈنٹ پولیس تعینات ہوئے۔ پولیس جیسے محکمے میں ہونے کے باوجود جہاں جہاں متمکن رہے، وہاں وہاں لیاقت اور شرافت کا عمدہ معیار پیش کیا۔ مدھیہ پردیش کے تمام بڑے پولیس افسران ان کے نام اور عمدہ کاموں سے واقف ہیں۔

۲۰۰۲ء میں کچھ عرصے کے لئے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے رجسٹرار بنائے گئے جب کہ مئی ۲۰۰۴ء تک گوالیار کے ایس پی اور ایس ایس پی ٹیلی کمیونی کیشن اور 14th بٹالین گوالیار کے کمانڈنٹ بھی رہے۔ آپ کو دیانت داری اور ایمان داری کی بنیاد پر بتدریج ترقی حاصل ہوتی رہی یہاں تک کہ مئی ۲۰۰۴ء میں آپ کو محکمۂ خفیہ سی آئی ڈی کا ڈی آئی جی بنایا گیا۔ بعدہٗ آپ کو جولائی ۲۰۰۵ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کا رجسٹرار بھی منتخب کیا گیا۔ یونیورسٹی کے انتظامی امور میں شفافیت کے ساتھ آپ نے نمایاں کارنامے انجام دیے۔ یونیورسٹی کے بہت سے قیمتی اثاثوں اور وسیع

وعریض قطعۂ اراضی کو لینڈ مافیا سے محفوظ کیا۔ اسی طرح یونیورٹی کے رجسٹرار رہتے ہوئے آپ کا سب سے نمایاں کارنامہ یونیورسٹی سے مدارسِ اہل سنت کا الحاق کروانا ہے جسے رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔

آپ بھوپال، مدھیہ پردیش میں اکونومک آفینس ونگ کے ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرل کے منصب پر فائز تھے۔ گذشتہ برس آپ کی طبیعت ناساز ہوئی تب سے مسلسل علاج معالجہ چلتا رہا۔ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے عقیدت مندانِ خاندان برکات دعائیں کرتے رہے لیکن مرضیِ مولیٰ از ہمہ اولیٰ کے مطابق سید محمد افضل میاں اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ انتقال سے چند روز قبل آپ نے اپنے کچھ قریبی دوستوں کو یہ شعر اپنی آواز میں پوسٹ کیا تھا:

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

اِس شعر کو سن کر آپ کے چاہنے والوں کے دلوں میں ایک ہوک سی اٹھنے لگی تھی۔ ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی۔ رب کریم سے سب دعائیں کرتے رہے کہ اللہ کریم شہزادے کا سایہ ہم پر دراز تر فرمائے۔ آج آپ کے انتقال پُر ملال کی اندوہ ناک خبر ملنے کے بعد اس شعر کو مزید سن سن کر آنکھیں اشک بار ہورہی ہیں کہ سرکار افضل میاں نے گویا اِس شعر کے ذریعے اپنی رخصت کی اطلاع کر دی تھی۔

افضل میاں اپنی فعال طبیعت اور منصفانہ مزاج کی وجہ سے مدھیہ پردیش ہی نہیں پورے ملک کے پولس افسران میں مرکزِ نگاہ رہے۔ پولیس کے اعلیٰ عہدوں پر رہتے ہوئے انھوں نے ہمیشہ بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور اپنی ایمان داری کا لوہا منوایا۔ سب کے منظورِ نظر رہے۔ کبھی بھی کسی قسم کی کاسہ لیسی سے آپ کا دامن داغ دار نہ ہوا۔ اپنے ایک مضمون میں خود اِس بات کا اظہار کچھ اِس طرح کیا ہے:

''خدا کے فضل و کرم سے کبھی نیچا نہیں دیکھنا پڑا۔ ہم چشموں میں بفضلہٖ تعالیٰ مقبولیت حاصل رہی، ماتحتین، عوام، سیاسی لیڈر حتی کہ غیر سماجی عناصر نے بھی کام کی تعریف کی۔'' (اہل سنت کی آواز ۲۰۱۶ء، ص ۱۸۵)

یہی وجہ ہے کہ سید محمد افضل میاں علیہ الرحمہ کو ۲۰۱۹ء میں یوم آزادی کے جشن کے موقع پر مدھیہ پردیش کے وزیر اعلیٰ کمل ناتھ کے ہاتھوں ان کی بہترین خدمات کے اعتراف میں ''صدر جمہوریہ ایوارڈ'' پیش کیا گیا تھا۔ یہ ایوارڈ ۲۵؍ سالہ بے داغ اور امتیازی خدمات کے لئے دیا جاتا ہے جسے ''پریسیڈنٹ میڈل فار ڈسٹنگوزڈ سرویز'' کہا جاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر سید محمد افضل میاں کو یہ ایوارڈ ملا ہے تو اُس سے ان کی نہیں بلکہ ایوارڈ کی عظمت میں چار چاند چاند لگ گیا ہے۔ علاوہ ازیں آپ کو مدھیہ پردیش کے جنگلات کو آگ سے محفوظ رکھنے کے لئے کڑی محنت و مشقت پر بھی پرنسپل چیف کنزرویٹر آف فاریسٹ مدھیہ پردیش کی جانب سے بھی اعزاز مل چکا ہے۔ اسی طرح رجسٹرار اور پولیس آفیسر رہتے ہوئے ایک لاکھ سے زائد درخت لگانے کا ریکارڈ قائم کرنے پر بھی آپ کو سمان دیا گیا ہے۔

سید محمد افضل میاں کو تقریر کی خداداد صلاحیت ودیعت ہوئی تھی آپ کا اندازِ خطابت بڑا ہی اچھوتا اور نرالا تھا، کسی بھی موضوع پر بے تکان گفتگو کیا کرتے۔ دلائل و براہین کی روشنی میں فصاحت و بلاغت کے جواہر بکھیرا کرتے۔ ہنستے ہنساتے ایسی باتیں کر جاتے کہ سامعین سوچنے پر مجبور ہو جاتے۔ اکثر خطاب کے دوران مفید مشوروں سے بھی نوازتے۔ بچوں کی تربیت کا گر بھی سکھاتے، تعلیم کے میدان میں آگے بڑھنے کی ترغیب بھی دیتے، حالات حاضرہ سے آگاہ بھی کرتے اور دین کا درس بھی دیتے۔ شعر وسخن اور ادب کی دوسری اصناف کا بہت پاکیزہ ذوق رکھتے تھے۔ خصوصاً خاکہ نگاری، انشائیہ اور کہانیوں میں آپ کا اپنا ایک الگ رنگ تھا۔ ماہ نامہ ''آجکل'' اور سال نامہ ''اہل سنت کی آواز'' وغیرہ میں شائع شدہ ان کی تحریروں اور خاکوں سے پتا چلتا ہے کہ وہ زبان کے ساتھ ساتھ قلم کے بھی دھنی تھے۔ آپ کے اصلاحی اور موٹی ویشنل (ذہن ساز) مضامین تو بڑے ہی کارآمد، مفید اور پند ونصائح سے بھرپور ہیں۔ خشک موضوع کو بھی ایسی ادبی چاشنی اور رنگارنگی سے قلم بند کیا کرتے کہ قاری کو اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتی۔ آپ کا اسلوب نگارش بڑا صاف و شستہ، سلیس و رواں دواں اور شگفتہ ہے۔ باتوں باتوں میں برمحل اشعار کے ساتھ صاف ستھری اور عمدہ زبان استعمال کیا کرتے۔

منصبی ذمے داریوں کی وجہ سے مستقلاً تحریری سرگرمیاں جاری نہ رہ سکیں لیکن جس قدر ہیں وہ انھیں ایک صاحبِ طرز ادیب کہلانے کا استحقاق رکھتی ہیں۔ سال نامہ ''اہل سنت کی آواز'' ۲۰۱۶ء کے خصوصی شمارے ''تعلیم'' میں آپ کا ایک مضمون بعنوان ''شخصیت سازی میں اقامتی زندگی کی حصہ داری'' شامل ہے جو کہ اس وقت میری نظروں کے سامنے ہے۔ اس مضمون میں آپ نے اپنے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں بہترین انداز میں شخصیت سازی اور اقامتی زندگی پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ مضمون

کے اختتام پر جو باتیں اور اصول آپ نے لکھے ہیں ان سے آپ کی شخصیت کی تعمیر وترقی سے متعلق مخلصانہ رویوں کا پتا چلتا ہے۔ افادۂ عام کی غرض سے ذیل میں وہ جواہر پارے نقل کیے جارہے ہیں:

''یہیں ہم مختلف انسانی رویوں، رجحانات، سازشوں، مکروفریب، مہرووفا، خلوص وایثار، انس واپنائیت، رقابت وعداوت نیز ہرطرح کے مثبت ومنفی جذبوں سے روشناس ہوتے ہیں اور یہیں وہ رقیب بھی پیدا ہوتے ہیں کہ جن کی عداوت کی قسم ابلیس تک کھاتا ہے۔ یہ اپنے اپنے ظرف اور نقطۂ نظر پر ہے کہ کون کس طرح کے اثرات قبول کرتا ہے۔ عموماً لوگ اقامت گاہوں سے مثبت شخصیت لے کر نکلتے ہیں، کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جو پُرمعنی زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہیں وہ چیزیں بھی انسان یہیں سیکھتا ہے۔ ان سب کا اجمالاً ذکر ذیل میں کیا جارہا ہے:

(۱) غیر ضروری اور جھوٹی انا سے دستبرداری۔ صرف میں ہی صحیح ہوں بقیہ دنیا غلط، جو میں نے کہا وہ حرف آخر ہے۔ میں ہی وہ چنیدہ شخص ہوں جس کی خاطر دنیا بنائی گئی ہے۔ اس طرح کی باتوں سے جو کمی شخصیت میں پیدا ہوتی ہے اس کا بہترین علاج اقامت گاہوں میں ہوتا ہے۔ ہمارے ایک ساتھی جو آج کل یونیورسٹی میں اہم شخص ہیں ان کو بھی کچھ اس طرح کے گمان ہوگئے تھے۔ ایک دن بڑی لن ترانیاں کررہے تھے۔ مقام وہی فوارہ، احسن مرحوم بڑی دیر سے ان کی باتیں سن رہے تھے اچانک بولے کہ ''کچھ لوگوں کا حال اس کتے کی طرح ہوتا ہے جو دھوپ سے بچنے کے لئے ٹرک کے نیچے لیٹا رہتا ہے اور جب ٹرک چلنے لگتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے ہی اسٹارٹ کیا ہے'' ان کی اس تلخ بات کا اثر بہت گہرا ہوا۔ ان صاحب نے معافی مانگی اور مستقبل میں اسے نہ دہرانے کا وعدہ کیا۔ آج وہ ایک کامیاب آدمی ہیں۔ بے حد ہردلعزیز اور مقبول۔

(۲) یہیں زبان کے صحیح استعمال کی تربیت ملتی ہے۔ دراصل انسانی زندگی میں یہی دو چیزیں یعنی جھوٹی انا اور بھدّی زبان زہر گھولتی ہے۔ اقامت گاہ میں دھیرے دھیرے اس کا اندازہ ہوجاتا ہے کہ کب کیا نہیں بولنا ہے۔ (۳) طنز ومزاح کی بہترین تربیت بھی اقامت گاہوں میں ہوتی ہے۔ میں نے کہیں پہلے بھی لکھا ہے کہ ہمارے دوست سہیل جو اس وقت لکھنؤ طبیہ کالج میں پروفیسر ہیں بے حد فرشتہ خصلت شخص ہیں۔ ۱۵؍سال کی عمر میں یونیورسٹی میں آئے تھے ہمارے پڑوسی تھے۔ اپنے گناہوں کی معافی ہمہ وقت مانگتے رہتے تھے۔ اتنے لمبے لمبے سجدے کرتے کہ بے ہوشی کا شک ہونے لگتا تھا، کبھی کبھی گریہ وزاری سے آواز رندھ جاتی تھی۔ تو قیر مرحوم کو بہت وحشت ہوتی تھی۔ ایک دن ان کا کالر پکڑ کر اٹھا دیا اور پوچھا تمہاری عمر کیا ہے؟ وہ بولے ۱۵؍سال، اس پر توقیر مرحوم بولے ابھی تو گناہوں کا کھاتہ بھی نہیں کھلا ہے اور جو تم اتنی دیر سجدے میں پڑے رہتے ہو۔ اس سے ہم فرشتوں کی نظروں میں آجائیں گے کیوں کہ تم سے موازنے کے بعد ہمارا نامۂ اعمال تو سیاہ ہونا ہی ہے۔ غرض اس طرح کی بہت سی کھٹی میٹھی باتیں اقامت گاہوں میں ہوتی رہتی ہیں۔ (۴) خاکساری کی بہترین تعلیم اقامت گاہوں میں ہوتی ہے دراصل خاکساری کو لوگ کمزوری سمجھتے ہیں حالانکہ کوئی کمزور شخص خاکساری کا متحمل ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ مرد کی متقاضی ہوتی ہے۔ بال سے زیادہ باریک فرق ہے انا اور خودداری میں۔ اقامت گاہوں میں خودی وخودداری فروغ پاتی ہے اور انا مٹ جاتی ہے تبھی تو ؎

دانہ خاک میں مل کر گل وگلزار ہوتا ہے

(۵) توازن۔ یہ صفت جو عام طور پر لوگوں میں مفقود ہوتی ہے ہاسٹل میں جاکر بے حد فروغ پاتی ہے۔ ہاسٹل کی زندگی انتہا پسندی کی قائل ہوتی ہے۔ بحث ومباحثے کے دوران لوگوں کو اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی حدود کیا ہیں۔ شدت پسندوں کو دوسرے ساتھی مہمیز کرتے رہتے ہیں جس کی شخصیت کی غیر ضروری دھاریں موتھری ہوجاتی ہیں اور شخصیت میں ایک خاص قسم کا لوچ اور اعتدال پیدا ہوتا ہے جو عمر بھر ہر مشکل مقام پر مدد دیتا ہے۔

سردست مجھے اس کا صحیح متبادل اردو میں یاد نہیں آرہا ہے مگر یہ وہ صفت ہے جو عنقاء ہے۔ آپ ایسا سمجھ لیں کہ صحیح اور غلط کام کے درمیان عام طور پر لوگ صحیح کو ہی چنیں گے مگر زیادہ صحیح اور کم صحیح یا، زیادہ غلط اور کم غلط کے درمیان کسی ایک کو منتخب کرنے میں جو صفت کام آتی ہے اس کو Propriety کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر ۵۰۰؍رکعت نفل کی نیت باندھنا عوام کے لئے مناسب نہیں کیونکہ اس کے اثر سے بعض فرائض منفی طور پر متاثر ہوں گے۔ ہاسٹل کی زندگی میں سب کے ساتھ رہنے سے یہ صفت پیدا ہوتی ہے۔ کل ملا کر عرض یہ ہے کہ اقامتی زندگی انسانی زندگی کی بعض کجیوں کو ختم کرکے اسے سماج میں رہنے کے لائق بناتی ہے اس کی ذہنی، جسمانی اور روحانی اصلاح ہوتی ہے۔ البتہ میرا ایک مشورہ ہے کہ اقامت گاہوں میں ایک شخص کو اپنے خطّے والوں سے زیادہ دوسرے علائق کے لوگوں سے زیادہ ربط رکھنا چاہئے تاکہ دوسرے

علاقوں کی معاشرت کے بہت سے گوشے آپ کو معلوم ہوں، اس سے یک جہتی کو فروغ ہوتا ہے اور باہمی لین دین سے شخصیت میں گیرائی اور گہرائی پیدا ہوتی ہے۔'' (اہل سنت کی آواز ۲۰۱۶ء، ص ۱۸۶ / ۱۸۸)

سید محمد افضل میاں علیہ الرحمہ بڑے ہی خوش گلو تھے۔ اردو کے مشہور شعرا کے کلام اکثر ترنم کے ساتھ گنگناتے۔ انھیں نعتِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے حد لگاؤ تھا خصوصاً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی کہی گئی نعتوں کے وہ بڑے شیدائی تھے۔ دراصل سید محمد افضل میاں کو اعلیٰ حضرت کی شاعری کا ذوق حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ سے ورثے میں ملا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے بہت سے کلام آپ کو مکمل یاد تھے۔ جب کبھی اپنے بہترین لب و لہجے میں کلامِ رضا پڑھتے تو محفل پر ایک کیف و سرور طاری ہو جاتا۔ سالِ گزشتہ ممبئی کے ہندوجا ہاسپیٹل میں دورانِ علاج آپریشن تھیٹر میں جانے سے قبل بھی آپ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اشعار گنگناتے رہے، خصوصاً یہ شعر تو حسبِ موقع وحال تھا:

دل عبث خوف سے پتّہ سا اڑا جاتا ہے
پلّا ہلکا سہی بھاری ہے بھروسا تیرا

آپ کو مطالعے کا بہت شوق تھا۔ مذہب اور ادب دونوں پڑھا کرتے تھے۔ ادبِ عالیہ پر گہری نظر تھی۔ سیرتِ طیبہ پر بھی آپ کا مطالعہ بڑا وسیع تھا۔ سیرت کے موضوع پر کئی مرتبہ علی گڑھ میں آپ نے خطاب بھی فرمایا۔ اسی طرح بخاری شریف کی بہت ساری حدیثیں آپ کو زبانی یاد تھیں۔ سید محمد افضل میاں علیہ الرحمہ کو شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضرت مفتیِ اعظم ہند قدس سرہٗ سے شرفِ بیعت حاصل تھا جب کہ خلافت واجازت والدِ گرامی حضرت احسن العلما علیہ الرحمہ سے حاصل تھی۔ آپ کی زوجۂ محترمہ حضرت امین ملت کی بیگم کی چھوٹی بہن ہیں جو بفضلہٖ تعالیٰ زیورِ تعلیم سے آراستہ ہیں۔ ماشاءاللہ ایک بیٹا جن کا نام سید برکات ہے جو اعلیٰ تعلیم سے بہرہ مند ہیں جب کہ ایک بیٹی سیدہ کائنات ہیں۔

آپ کا وصال جہاں خاندانِ برکات کے لئے بہت بڑا نقصان ہے وہیں دنیائے اہل سنت کے لئے بھی بہت دکھ کی بات ہے۔ ان کی وفات سے ہمارا ملک اور مدھیہ پردیش محکمۂ پولیس ایک دیانت دار سول سرونٹ سے محروم ہو گیا ہے۔ مجھے آج بار بار اُن کی شفقتیں اور محبتیں یاد آ رہی ہیں۔ پولس محکمے میں اعلیٰ عہدے پر فائز رہنے کے باوجود آپ حسنِ اخلاق کے پیکر منکسر المزاج اور بے حد ملنسار تھے۔ جہاں بھی رہے دین وسنیت، سلسلۂ برکاتیہ کی ترویج واشاعت اور استحکام وبقا کے لیے اپنے منصب کی مصروفیات کے باوجود خاموش کوششیں کرتے رہے۔ آپ راقم الحروف مشاہد رضوی اور مجھ جیسے نا جانے کتنے غلامانِ برکات سے ٹیلی فونک رابطے میں رہا کرتے۔ واٹس ایپ پر بھی گاہے گاہے بات کیا کرتے۔ اسی طرح آپ اپنے اجدادِ کرام کی طرح دردمند دل کے حامل تھے۔ نہ جانے کتنے غریبوں اور حق داروں کی امداد واعانت فرمایا کرتے۔ آپ بڑے سخی اور فیاض تھے۔ علما نوازی اور اصاغر پر بڑے ہی شفیق ومہربان تھے۔

مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے کے لئے ہمیشہ نہ صرف متفکر رہا کرتے بلکہ اس کے لئے عملی طور پر اپنے بھائیوں حضرت امین ملت، حضرت شرفِ ملت اور حضرت رفیق ملت کے ساتھ مل کر ''البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی'' قائم کر کے علی گڑھ میں ایک نالج سٹی بسانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ تقریباً چالیس ایکڑ وسیع وعریض قطعۂ اراضی پر پھیلا ہوا یہ خوب صورت اور دل کش تعلیمی کیمپس دعوتِ نظارا دے رہا ہے۔ جہاں تعلیم وتربیت کا ایسا معیاری نظم وضبط ہے کہ علی گڑھ جیسے تاریخی شہر میں واقع مسلم یونیورسٹی کے اساتذہ بھی اپنے بچوں کو البرکات میں پڑھانے کے لئے جوق در جوق آتے ہیں۔ اسی طرح یہاں مالی طور پر خستہ حال بچوں کے لئے بھی تعلیم کا معقول بندوبست ہے۔ اسی کیمپس میں مختلف دینی دانش گاہوں کے باصلاحیت فارغین علمائے کرام کو ہر قسم کی سہولیات کے ساتھ اچھی خاصی رقم اسکالرشپ کے طور پر دے کر دین اور معاشرے کی ہمہ جہت خدمت کے لئے تربیت بھی فراہم کی جا رہی ہے۔ راقم مشاہد رضوی نے خانوادۂ برکاتیہ کے تعلیمی مشن اور البرکات میں جاری جملہ سرگرمیوں کا جائزہ اپنے رسالے ''مسلم مسائل اور خانقاہِ برکاتیہ'' میں تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے۔

سید محمد افضل میاں نے البرکات کے قیام کے بعد سے تادمِ زیست ادارہ چلانے میں آنے والی دشواریوں کے حل کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اساتذہ، طلبہ اور زیرِ تربیت علما کے درمیان آپ نے اپنے توسیعی خطبات کے ذریعے بیداری کی روح پھونکنے کا کام کیا۔ اکیڈمک اسٹاف کالج علی گڑھ میں تواتر کے ساتھ آپ تربیتی ورکشاپ میں ریسورس پرسن رہے۔ علی گڑھ میں زیرِ تعلیم قانون کے طلبہ کے لیے آئی پی سی اور سی آر پی سی جیسے کورسیز میں بھی مسلسل رہنمائی کرتے رہے۔ اسٹیٹ پولیس اکیڈمی، ساگر، مدھیہ پردیش میں بھی آئی پی ایس/این پی اے/ڈی ایس پی اور سب انسپکٹرز کے درمیان بھی لا کے عنوان پر آپ کے لکچرز ہوتے رہے۔

سید محمد افضل میاں کا حلقہ بہت وسیع تھا اور وہ اپنے حسن اخلاق، ملنساری، منکسر المزاجی، بذلہ سنجی اور فعال طبیعت کی بنا پر افسران کے حلقے میں بہت مشہور بھی رہے اور محبوب بھی۔ اسی طرح آپ حلقۂ برکاتیت اور اہل سنت کے درمیان بھی بے پناہ مقبول رہے جس کا نظارا اُن کی وفات پر دیکھنے کو ملا۔ جیسے ہی ان کے انتقال پُر ملال کی خبر پھیلی ہر طرف غم واندوہ کی لہر دوڑ گئی۔ خانوادۂ برکاتیہ کے ارادت مندوں میں صف ماتم بچھ گئی۔ اسی طرح پولیس محکمے میں بھی رنج والم کے بادل چھا گئے۔ ممبئ، کولکاتا، لکھنؤ اور دہلی کے علاوہ اتر پردیش، راجستھان، بہار، بنگال، مہاراشٹر، گجرات اور پنجاب وغیرہ سے لوگ جوق در جوق آپ کے آخری دیدار اور جنازے میں شرکت کے لئے مارہرہ مطہرہ پہنچنے لگے۔ جہاں بروز بدھ ۱۶ دسمبر ۲۰۲۰ء کو دوپہر میں ہزاروں لوگوں نے نم آنکھوں سے انھیں سپرد خاک کیا۔ ان کے برادرِ بزرگ سابق صدر شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی وسجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ پروفیسر ڈاکٹر سید محمد امین میاں کی امامت میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ قبل ازیں اتر پردیش اور مدھیہ پردیش پولیس کی جانب سے انھیں گارڈ آف آنر دیا گیا۔ اس موقع پر عوام وخواص کے ساتھ ساتھ متعدد خانقاہوں کے سجادگان وشہزادگان بالخصوص بلگرام شریف سے سید اویس مصطفی میاں اور سید حسین بادشاہ میاں، بدایوں شریف سے سالم القادری، بیوروکریٹ افسران، حکومتی نمائندے اور معزز شخصیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی یونیورسٹی، جامعہ ہمدرد اور جواہر لال نہرو یونیورسٹی سے وابستہ اساتذہ وطلبہ بھی تجہیز وتکفین میں موجود رہے۔

سید محمد افضل میاں جیسی مقبولِ عام شخصیت کو جہاں مذہبی حلقے اور خانقاہوں کی جانب سے خراجِ عقیدت پیش کی گئی وہیں سیاسی وسماجی شخصیات نے بھی ان کی وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کیا۔ مدھیہ پردیش کے وزیر اعلیٰ شیوراج سنگھ چوہان، وزیر داخلہ ڈاکٹر نروتم مشرا، ڈائریکٹر جنرل آف پولیس وی کے جوہری، پلّوی تریویدی (آئی پی ایس)، مدھیہ پردیش کانگریس، سماج وادی پارٹی، نجم الہدیٰ (آئی پی ایس)، ڈاکٹر فیضان مصطفی (وائس چانسلر نلسار یونیورسٹی آف لا، حیدرآباد)، درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف کے سجادہ نشین مولانا سبحان رضا خاں سبحانی میاں، کالپی شریف کے سجادہ نشین سید غیاث میاں، بدایوں شریف کے سجادہ نشین حضرت سالم میاں، کچھوچھہ شریف کے سید محمود اشرف میاں، ورلڈ اسلامک مشن یورپ کے علامہ قمر الزماں اعظمی، ورلڈ صوفی فورم کے سید محمد اشرف کچھوچھوی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے صدر المدرسین مفتی محمد نظام الدین رضوی، مرکزِ اہل سنت احسن البرکات سندھ پاکستان کے مفتی احمد میاں برکاتی، ورلڈ اسلامک مشن ہالینڈ کے مفتی شفیق الرحمٰن عزیزی، گلہار شریف کوٹلی پاکستان کے شیخ البکری الصدیقی، لیڈی اسمتھ ساؤتھ افریقہ کے مفتی سید علیم الدین اصدق مصباحی سمیت ملک وبیرونِ ملک کی متعدد شخصیات، بیوروکریٹس، سیاسی وسماجی افراد، خانقاہوں، مدارس، تنظیموں اور اداروں نے زندہ دل، ملنسار، خوش اخلاق اور مقبول عام آئی پی ایس افسر شہزادۂ حضرت احسن العلماء سید محمد افضل میاں علیہ الرحمہ کی وفات پر اظہارِ تعزیت کیا۔ جس سے ان کی بے پناہ مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ذیل میں بطورِ نمونہ چند تعزیتی پیغامات کے اقتباسات پیش کیے جارہے ہیں:

مدھیہ پردیش کے وزیر اعلیٰ شیوراج سنگھ چوہان نے ٹویٹ کیا:

''خوش اخلاق، ایماندار اور متعدد ایوارڈ یافتہ سید محمد افضل جی کے انتقال سے تکلیف ہوئی ہے۔ انھوں نے ہمیشہ ذمہ داری کو فوقیت بخشی اور بڑے بڑے کام کو بے حد سلیقے سے انجام دیا۔ ان کا جانا ریاست کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ تہہ دل سے خراجِ عقیدت''

مدھیہ پردیش کے وزیر داخلہ ڈاکٹر نروتم مشرا نے ٹویٹ کیا:

''ریاست کے ایماندار، بے حد ملنسار اور خوش مزاج آئی پی ایس افسر سید محمد افضل جی کی بے وقت موت کی خبر سے حیرت زدہ ہوں۔ ان کا انتقال ریاست کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ مالک ان کی روح کو تسکین بخشے اور ان کے اہل خانہ کو یہ اشد تکلیف برداشت کرنے کی قوت بخشے۔''

مدھیہ پردیش کانگریس نے ٹویٹ کیا:

''اکنامک اوفینس کے اے ڈی جی اور ۱۹۹۰ء بیچ کے آئی پی ایس افسر مسٹر ایس ایم افضل جی کے انتقال کی تکلیف دہ خبر ہے۔ کانگریس، خاندان کے تئیں تعزیت پیش کرتے ہوئے ان کی روح کو سلام کرتی ہے۔ پرنم خراجِ عقیدت۔''

۲۰۱۵ء بیچ کے آئی پی ایس افسر نور الحسن جو اِس وقت ناگپور میں ڈپٹی پولیس کمشنر کے عہدے پر فائز ہیں، انھوں نے تعزیتی پیغام میں کہا:

''سید محمد افضل برکاتی میرے لئے والد کی طرح تھے۔ متعدد مرتبہ میری ان سے تفصیلی ملاقات رہی۔ ان کی باتیں میرے لئے مشعل راہ ثابت ہوئیں۔ ان کے انتقال کی خبر سے میں اندر سے ٹوٹ گیا ہوں۔ سید محمد افضل برکاتی کے افکار وخیالات کو یکجا کر کے ملک وملت کی

تعمیر وترقی کے اقدامات ہونے چاہئیں۔''

غیاث ملت سید غیاث الدین میاں کالپی شریف نے اپنے تعزیتی پیغام میں آپ کی رحلت کو اپنے خاندان کے لئے ایک عظیم خسارے سے تعبیر کیا''حضرت سید افضل میاں علیہ الرحمہ بلند اخلاق ، اعلیٰ فکر اور ایک زبردست تعلیم یافتہ شخصیت کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ دین و سنیت کے ایک سچے خادم وخاندانِ برکات کے ایک قابل فخر فرزند تھے۔ فقیر ترمذی کے گھرانے سے ان کا گہرا لگاؤ تھا اور ذاتی طور پر وہ ہمارے درد آشنا و خیر خواہ رہے۔ ان کی محبتیں اور نوازشات کبھی بھلائی نہیں جاسکتیں۔ یقیناً اُن کی رحلت ہمارے خانوادہ کے لئے ایک عظیم خسارے کا باعث اور نا قابل تلافی نقصان ہے۔''

درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف کے سجادہ نشین مولانا سبحان رضا خاں سبحانی میاں نے اپنے پیغام میں آپ کی نسبت کو اپنے لئے شرف قرار دیا''حضرت سید افضل میاں صاحب نہایت خلیق، ملنسار متواضع اور محبت کرنے والے بلند اخلاق کے مالک ایک سنجیدہ باوقار اور دلکش شخصیت کے مالک تھے۔ موصوف کو میرے جدِ کریم سرکار مفتی اعظم ہند سے شرف بیعت حاصل تھا۔ یہ چیز ہمارے لئے بھی باعث شرف تھی۔''

خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف کے سجادہ نشین حضرت شیخ عبدالحمید سالم میاں قادری نے اپنے تعزیت نامے میں آپ کے اوصاف حمیدہ کو یوں بیان کیا''حضرت سید افضل میاں مارہروی اعلیٰ علمی صلاحیتوں اور بلند اخلاق و کردار کی وجہ سے ہر طبقے میں مقبول تھے۔ خلق خدا کی حاجت روائی میں اپنے اکابر واسلاف کے عکس جمیل تھے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں رجسٹرار کی حیثیت سے خدمات انجام دینے کے ساتھ بحیثیت آئی پی ایس حکومت ہند کے اعلیٰ انتظامی مناصب پر فائز رہے اور ترقی کر کے آئی جی اور اے ڈی جی کے عہدے پر برسوں اپنی خدمات پیش کیں لیکن ان اہم مناصب پر ہونے کے باوجود آپ کی طبیعت میں انکسار، تواضع، غربا پروری اور قوم وملت کے تعلق سے ہمدردی کے وہی مخلصانہ جذبات قائم رہے جو آپ کے اعلیٰ علمی وروحانی گھرانہ کا طرۂ امتیاز ہے۔''

خانقاہ وامقیہ اشرفیہ، شہامت گنج بریلی شریف کے سجادہ نشین مولانا سید محمد اسلم میاں وامقی قادری چشتی آپ کی شخصیت کی خوبیوں اور کمالات کو ظاہر کیا اور آپ ایک اچھے انسان تھے:

''اسلام میں رعایا کی خبر گیری، ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک، ذمہ داری اور فرائض کی ادائیگی، اوقات کی پابندی، مناصب واختیارات کو دیانت وامانت کے ساتھ جس طرح انجام دینے کا طریقہ بتایا گیا ہے، موصوف نے اپنی حیاتِ مستعار میں بخوبی ان پر عمل کیا، جس کا اعتراف و اقرار آپ کے معاصرین اور ہم منصب افراد نے علی الاعلان کیا ہے۔ آپ کے بے شمار اوصاف وکمالات اور ذاتی خوبیوں کا برملا اظہار اہل علم ودانش بخوبی اپنی تحریروں میں کرتے رہے ہیں جس سے یہ یقین ہوتا ہے کہ'زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو'کے مصداق یقیناً آپ ایک عظیم انسان تھے۔''

علاوہ ازیں ملک و بیرون ملک مختلف مقامات پر اداروں، انجمنوں، دانش گاہوں، مدارس، جامعات اور آن لائن بھی تعزیتی نشستوں کا انعقاد کیا گیا۔ متعدد اصحابِ فضل وکمال کے علاوہ درجنوں سیاسی وسماجی اور علمی وادبی شخصیات کے تعزیت ناموں کی کثرت سے اس بات کو بخوبی محسوس کیا جاسکتا ہے کہ سید محمد افضل میاں برکاتی کی شخصیت کس قدر محبوب اور مقبولِ خلائق تھی۔ اللہ کریم جملہ محبین، معتقدین، متوسلین، مریدین اور احباب کو سلامت رکھے۔ آمین

دعا ہے کہ اللہ کریم جل جلالہٗ اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے وطفیل آپ کی بے حساب مغفرت کرتے ہوئے درجات بلند فرمائے اور ہم جملہ خواجہ تاشانِ خاندانِ برکات کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الاشرف الافضل النجیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

☆☆☆

مٹیا محل میں کتب خانوں کی طرف سے دعائے مغفرت اور قرآن خوانی

وصال کے تیسرے دن ۲۳، اکتوبر کو نمازِ جمعہ کے بعد مٹیا محل کی باؤلی مسجد میں اردو مارکیٹ کے سبھی کتب خانوں کے مالکان اور ملازمین نے حافظ محمد قمر الدین رضوی کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا۔ بعد نمازِ مغرب اسلامک پبلشر سروتے والی گلی میں ایصال ثواب کی محفل منعقد ہوئی۔ تلاوت قرآن اور نعت خوانی کے بعد حاجی محمد معین الدین اشرفی، مولانا اشرف عالم رضوی، سید قیصر خالد فردوسی اور مولانا محمد ظفر الدین برکاتی نے حافظ صاحب کو تاثراتی خراج عقیدت پیش کیا۔ غلام ربانی صاحب اور مولانا ہارون رشید اشرفی نے بھی حصہ لیا۔ قل وفاتحہ خوانی کے بعد دعائے مغفرت ہوئی اور چند کتب خانوں کی جانب سے سبھی حاضرین کی ضیافت کی گئی۔

محمد اکبر علی، معاون منیجر رضوی کتاب گھر، دہلی

پس منظر

ڈاکٹر امبیڈکر اور پونہ پیکٹ

طارق انور مصباحی★

چھوت چھات کے نظریہ کے خلاف ڈاکٹر امبیڈکر (۱۸۹۱۔۱۹۵۶) کی تحریک سال ۱۹۲۰ء سے اپنی موت تک جاری رہی، لیکن خاطر خواہ کامیابی نہ مل سکی، بلکہ آج تک چھوت چھات کا رواج بھی جاری ہے اور غیر آرین قوموں کو غلام بنانے کی سازشیں بھی عروج پر ہیں۔

ڈاکٹر امبیڈکر نے دلتوں (SC) اور آدی واسیوں (ST) کے لئے جداگانہ انتخاب (Separate Electorate) کی تحریک چلائی تھی، جس طرح انگریزی حکومت نے مسلمانوں کے لئے الگ انتخاب کا قانون پاس کیا تھا۔لندن کی حکومت نے دلتوں اور آدی واسیوں کے لئے بھی جداگانہ کا حق دے دیا تھا۔

شودر مذہبی ہندو نہیں۔آج بھی برہمنی نظام میں شودروں کو ادھرمی (لامذہب) تسلیم کیا جاتا ہے اور سیاسی طور پر اُن کو ''ہندو'' کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر امبیڈکر نے برہمنوں کی اس چال کو سمجھا اور لندن کی پہلی اور دوسری گول میز کانفرنس ۳۱۔۱۹۳۰ء میں ایس سی اور ایس ٹی کے لئے جداگانہ انتخاب کی وکالت کی۔

دوسری گول میز کانفرنس ۱۹۳۱ء میں گاندھی جی نے اس کی مخالفت کی لیکن برطانوی حکومت نے ۱۷، اگست ۱۹۳۲ء کو ایس سی اور ایس ٹی کے لئے جداگانہ انتخاب کی منظوری دے دی۔ گاندھی جی کی مداخلت سے دلتوں اور آدی واسیوں کے جداگانہ انتخاب کا قانون ختم ہو گیا اور پونہ پیکٹ کا وجود ہوا۔ دراصل پونہ پیکٹ دلت اور آدی واسی قوموں کی سیاسی موت اور آرین قوم کی سیاسی حکمرانی کو مستحکم کرنا تھا۔

پونہ پیکٹ (Poona Pact) ایک معاہدہ ہے جو گاندھی جی اور ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کے مابین ہوا۔ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۲ء کو پونہ میں پونہ پیکٹ طے پایا۔گاندھی جی نے پونہ جیل میں قید وبند کے عہد میں مرن برت (موت کا روزہ) رکھ کر ڈاکٹر امبیڈکر سے اسے منظور کرایا تھا۔ اس معاہدہ میں یہ بات پاس ہوئی کہ تمام غیر مسلم (Non-Muslims) کا عام انتخاب (General Electorate) ہوگا اور دلتوں کے لئے محکمہ قانون ساز (پارلیامنٹ واسمبلی) میں اٹھارہ فی صد سیٹ خاص (Reserved) کی جائے گی۔

اگر جداگانہ انتخاب کا قانون باقی رہتا تو جتنی سیٹ ان کے لئے مقرر کی جاتی، ان سیٹوں پر سیاسی پارٹیاں اپنے امیدوار نامزد نہیں کر سکتی تھیں۔ ان سیٹوں پر صرف دلتوں اور آدی واسیوں کی پارٹیاں ہی اپنے امیدوار نامزد کرتیں، اس طرح دلتوں اور آدی واسیوں کو سیاسی قوت حاصل ہو جاتی۔ جداگانہ انتخاب کے بدلے دلتوں اور آدی واسیوں کو ریزرو سیٹ دی گئی ہے، جہاں صرف انہی قوموں کے امیدوار نامزد ہو سکتے ہیں۔ ان ریزرو سیٹوں سے یہ نقصان ہوا کہ وہاں سیاسی پارٹیاں اپنے امیدوار نامزد کرتی ہیں اور وہ امیدوار دلت یا آدی واسی ہوتا ہے، لیکن جو جس پارٹی کا امیدوار ہوگا، اس کو اسی پارٹی کے اشارہ پر کام کرنا ہوگا۔اس طرح دلت یا آدی واسی منتخب ممبران اپنی پارٹیوں کے غلام بنے رہتے ہیں۔ایسے ایم پی یا ایم ایل اے اپنی قوم کے لئے کچھ کام تو نہیں کر پاتے ہیں، لیکن یہ لوگ اپنی قوموں کو سیاسی پارٹیوں کا غلام ضرور بنا دیتے ہیں اور بھارت میں برہمنی حکومتوں کو استحکام فراہم ہوتا ہے۔

ڈاکٹر امبیڈکر کے عہد میں بیک ورڈ (پچھڑا طبقہ) ڈاکٹر امبیڈکر کی تحریک میں شامل نہیں ہوا تھا، حالاں کہ اصل شودر یہی لوگ ہیں۔ برہمنی نظام کے ذات پات سسٹم میں پچھڑا ورگ، شودر (غلام) شمار ہوتا تھا جب کہ دلت (SC) اور آدی واسی (ST) انسانی دائرہ سے باہر اور حیوانوں سے بدتر شمار ہوتے تھے۔آج شودر قوموں میں ایس سی، ایس ٹی اور پچھڑا ورگ تینوں کا شمار ہوتا ہے۔ایس سی اور ایس ٹی کو آتی شودر (Ati Shudra) کہا جاتا ہے۔

اصلی شودر یعنی پچھڑا (بیک ورڈ کلاس) کے تین مشہور طبقات ہیں:

(۱) اپر بیک ورڈ کلاس

(Upper Backward Class-UBC)

(۲) موسٹ بیک ورڈ کلاس

(Most Backword Class-MBC)

(۳) دیگر بیک ورڈ کلاس

(Other Backward Class-OBC)

اپر بیک ورڈ کلاس میں جاٹ، گوجر، پٹیل، کائستھ وغیرہ ہیں ۔ یہ لوگ برہمنوں کی غلامی میں مستحکم ہیں ۔ چوں کہ یہ لوگ مالی اعتبار سے مضبوط ہیں، اس لئے ان کے لئے ریزرویشن نہیں ۔ او بی سی اور ایم بی سی کے لئے ریزرویشن ہے، پھر ایس سی اور ایس ٹی کے لئے ۔

بی جے پی نے غریب برہمنوں اور آرین قوم کو بھی ریزرویشن دیا ہے ۔ یہ لوگ ای بی سی (Economically Backward Class) کہلاتے ہیں ۔ اس میں ایس سی، ایس ٹی اور او بی سی و ایم بی سی کے علاوہ وہ ذاتیں شامل ہیں جن کی سالانہ آمدنی ڈھائی لاکھ سے کم ہو ۔

درج فہرست قبائل: آریوں سے شکست کے بعد مول نواسی (اصل بھارتی باشندہ) قوم کا ایک بڑا طبقہ جنگلوں کی طرف بھاگ گیا تھا ۔ یہ لوگ آدی واسی (ST-Scheduled Tribes) ہیں ۔

درج فہرست ذاتیں:

آبادی میں رہنے والے جن مول نواسی لوگوں نے غلامی قبول نہیں کی، ان کو اچھوت (Untouchable) قرار دیا گیا ۔ یہ لوگ ایس سی (SC-Scheduled Castes) ہیں ۔

پچھڑا ورگ: آبادی میں رہنے والوں مول نواسی قوموں میں سے جن لوگوں نے آریوں کی غلامی قبول کی، ان کو اچھوت (Touchable) قرار دیا گیا ۔ یہ لوگ بیک ورڈ (پچھڑا ورگ) ہیں ۔

برہمنوں نے ویدک عہد ہی میں اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے واسطے رفتہ رفتہ شودروں کو چھ ہزار سے زائد ذاتوں میں تقسیم کر دیا، تا کہ مول نواسی قوم متحد ہو کر آرین حکومت کے لئے مصیبت نہ بن جائے ۔ ایس سی کو سترہ سو تین (۱۷۰۳)، ایس ٹی کو آٹھ سو ایک (۸۰۱) اور پچھڑا ورگ کو تین ہزار سات سو تینتالیس (۳۷۴۳) ذاتوں میں تقسیم کیا ۔

آریوں نے مول نواسی قوم کو کئی ہزار ذاتوں میں تقسیم کر دیا، تا کہ یہ لوگ متحد نہ ہو سکیں اور ہماری حکومت برقرار رہے ۔

پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو (Rule Divide) کی سیاست انگریزوں نے برہمنوں سے سیکھ کر اپنائی تھی ۔ انگریزوں نے بھارتیوں کو صرف دو گروپ یعنی ہندو مسلمان میں تقسیم کیا تھا ۔

گاندھی جی نے سال ۱۹۳۲ء میں دلت قوم کو ہریجن (Harijan) کا لقب دیا ۔ ڈاکٹر امبیڈکر نے اس لقب کو پسند نہ کیا، اور دستورِ ہند میں دلت قوم کو درج فہرست ذات (Scheduled Caste) لکھا، پھر سرکاری کاغذات میں بھی یہی لکھا جانے لگا ۔

ڈاکٹر امبیڈکر نے ہندو مذہب میں چھوت چھات کے عقیدہ کی مضبوطی، استحکام وقوت اور اس غیر منصفانہ نظام کو دیکھتے ہوئے ۱۳، اکتوبر ۱۹۳۵ء وایولا، ناسک (مہاراشٹر) کی ایولا کانفرنس (Yeola Conference) میں کہا کہ وہ ہندو مذہب پر نہیں مرے گا ۔

تبدیلی مذہب سے قبل ڈاکٹر امبیڈکر نے مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا ۔ اسلام کا بھی مطالعہ کیا تھا، لیکن جس طرح ۲۰۱۴ء میں مرکز میں بی جے پی حکومت کے قیام کے بعد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منظم زہر افشانی کی جارہی ہے، اسی طرح آزادی ہند کی تحریکوں کے عہد میں اسلام و مسلمین کے خلاف منظم سازشیں رچی جاتی تھیں اور اسلام وقوم مسلم کے خلاف ماحول سازی کی جاتی تھی ۔

ڈاکٹر امبیڈکر نے مذہب اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا تھا، لیکن ایک پریشانی یہ سمجھ میں آئی کہ اس کی دلت قوم کے لوگ ہندوانہ رسم و رواج کے مطابق زندگی کے تمام معمولات انجام دیتے ہیں، یعنی شادی بیاہ اور پیدائش سے موت تک کے تمام رسوم ہندو مذہب کے اعتبار سے انجام دیتے ہیں تو اسلام قبول کرنے پر تمام دلتوں سے اس کا رشتہ ٹوٹ جائے گا، اس لئے اس نے ارادہ بدل لیا ۔ ۱۴، اکتوبر ۱۹۵۶ء ناگ پور میں اپنے حامیوں کے ساتھ بودھ دھرم قبول کر لیا ۔

برہمن لوگ اپنی تعداد بڑھانے کے واسطے بھارتی مذاہب (ہندو مت، بودھ مت، سکھ ازم، جین مت) کو ہندو دھرم کا حصہ قرار دیتے ہیں لیکن بودھ، سکھ اور جینی وغیرہ اپنے ہندو ہونے کا انکار کرتے ہیں ۔

کئی سالوں سے کرناٹک کے لنگایت دھرم والے اپنے ہندو ہونے کا انکار کر رہے ہیں اور حکومت سے اپنی جداگانہ مذہبی شناخت کا مطالبہ کر رہے ہیں ۔ آدی واسی بھی اپنے ہندو ہونے کا انکار کرتے رہے ہیں اور اپنے جداگانہ مذہبی کوڈ کا مطالبہ کر رہے ہیں ۔

بھارتی تاریخ بتاتی ہے کہ دلت یعنی شودر قوم بھارت کی اصل باشندہ اور بھارت کی حکمراں قوم تھی ۔ اس قوم کو ''دراوڑ'' کہا جاتا تھا ۔ جب وسط ایشیا سے آرین قوم بھارت منتقل ہوئی تو آریوں نے ملکی باشندوں

پر بہت ظلم وستم ڈھایا اور حیلہ بازیوں سے ان کی حکومت پر قبضہ کر کے انہیں اپنا غلام بنالیا۔ آریوں نے چار طبقات میں انسانوں کو تقسیم کیا:

(۱) برہمن (مذہبی امور سرانجام دینے والی قوم)

(۲) کھتری (حکومت اور فوجی خدمات انجام دینے والی قوم)

(۳) ویشیہ (زراعت وتجارت کرنے والی قوم)

(۴) شودر (مذکورہ تینوں اقوام کی خدمت انجام دینے والی قوم)

بھارت کے اصل باشندوں کو آریہ قوم نے ''شودر'' قرار دیا۔

ڈاکٹر امبیڈکر نے اپنی کتاب Who Were The Shudras میں برہمنوں کی اس سازش کو بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس فکر کے تحریری ماخذ پر زبردست تنقید کی ہے۔

امبیڈکر نے کتاب کے مقدمہ میں لکھا کہ چار ذاتوں میں تقسیم کا نظریہ، نہ ہی فطرت کے مطابق ہے اور نہ ہی یہ کوئی باعظمت خیال ہے یعنی ناقابل قبول ہے۔

امبیڈکر نے لکھا:

"The general proposition that the social organization of the Indo-Aryans was based on the theory of Chaturvarnya and that Chaturvarnya means division of society into four classes- Brahmins (priests(Kshatriyas(soldiers) Vaishyas (Traders)and Shudras (menials) does not convey any idea of the real nature of the problem of the Shudras nor of its magnitude".

(Who Were The Shudras Preface xi)

ترجمہ: عام نظریہ کہ ہندوآرین سماجی ڈھانچہ کی بنیاد چتور ورنا (چارذات) پر ہے اور چتور ورنا کا مطلب ہے سماج کی چارذاتوں برہمن (پجاری)، کھتری (فوجی)، ویشیا (تاجر) اور شودر (غلام/نوکر) میں تقسیم۔ یہ نظریہ نہ تو شودروں کے مسئلہ کا اصل فطرت کے مطابق کوئی نظریہ بیان کرتا ہے اور نہ ہی یہ اپنی اخلاقی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔ (یعنی یہ خیال خلاف فطرت اور اخلاقی عظمت کے خلاف ہے)

☆☆☆

حافظ صاحب کو میں نے معاملات میں صاف دیکھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔قرآن پاک کا فرمان ہے: **کل من علیها فان ویبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرم۔** (رحمن) یعنی ہر شئی فانی ہے اور صرف رب قدیر کی ذات باقی ہے۔ ؎

ہر گل کو باغ دہر میں کھٹکا ہے خار کا　　اُلجھا ہوا خزاں سے ہے دامن بہار کا

دنیا میں جو بھی آتا ہے وہ ایک نہ ایک دن اِس دارِفانی کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور یہ سلسلہ موت وحیات ماضی میں نہ جانے کب سے چلا آرہا ہے اور کب تک یہ قائم رہے گا، حیات وکائنات بنانے والے خالق ہی کو معلوم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے: **الذی خلق الموت والحیات لیبلوکم ایکم احسن عملا** (الملک) یعنی وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا کام اچھا ہے۔ دنیا کی زندگی ہمیں بطورِامانت ملی ہے۔ یہاں ہم آئے ہیں کچھ اچھے کام کر کے اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کر کے جانے اور ایسے عمل چھوڑ جانے کے لئے جو بندگان خدا کے حق میں مفید ہوں کیونکہ حضور معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے: **خیر الناس من ینفع الناس** یعنی لوگوں میں اچھا مسلمان وہ ہے جو لوگوں کے لئے مفید ہو۔ خادمِ علم وکتاب حضرت حافظ محمد قمرالدین رضوی صاحب نوراللہ مرقدہ اِس معیار پر میری نظر میں کھرے نظر آتے ہیں۔ دہلی جیسے مصروف ترین شہر میں پورے استقلال کے ساتھ ایک معمولی جگہ بیٹھ کر پورے ملک بھر سے اہلسنت وجماعت کے لٹریچر کو شائع کرنا، ملک کے کونے کونے سے کتابوں کے آرڈر کو قبول کر کے وقت پر اُنہیں پہنچانا اور کتابت وطباعت کی ضرورتوں کو پوری کرنا، بلاشبہ یہ حافظ صاحب قبلہ کی ہمت تھی۔ گزشتہ سال شملہ کانفرنس (6 اور 7 دسمبر عنوان women through the lens of scripture.) میں شرکت کے لئے جاتے ہوئے حافظ صاحب سے مسلسل دوروز تک خوشگوار ماحول میں اُن کے دفتر میں ملاقات رہی پھر شملہ سے واپسی کے بعد بھی ملاقات رہی۔ میں نے حافظ صاحب قبلہ کو میری اپنی دو جدید تصانیف کا آرڈر بھی دیا۔ ایک عدد سات کی حیرت انگیز دنیا، دوسری مسلمانان ہند کی موجودہ صورتحال کا علاج۔ بحمدہ تعالیٰ مذکورہ دونوں کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ حافظ صاحب کو میں نے معاملات میں صاف دیکھا۔ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اُنہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

خادم اہلسنت محمد علی قاضی (مفتی محمد علی قاضی مصباحی جمالی نوری) جنرل سکریٹری جماعت اہلسنت کرناٹک، ۲۵ نومبر ۲۰۲۰ء

منظر نامہ

لو جہاد! حقیقت یا فسانہ

محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی★

آر ایس ایس، وشو ہندو پریشد اور اُن کے بطن سے جنم لینے والی بی جے پی کی اسلام اور مسلم دشمنی اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی، آئے دن ہندو جاگرن منچ، ہندو مہا سبھا، بجرنگ دل، ہندو یوا واہنی جیسی ان کی ذیلی انتہا پسند تنظیمیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کرتی رہتی ہیں، اس کے لئے اگر انھیں کوئی چھوٹی سی بھی وجہ مل جائے تو پھر کیا کہنے! نہیں تو یہ کوئی بھی من گڑھت کہانی بنالیتی ہیں اور مسلمانوں کے خلاف اپنی اشتعال انگیزی کے ذریعہ ملک کی پرامن فضا کو مسموم کرنے کی مذموم کوشش میں لگ جاتی ہیں۔

اسی طرح آج کل مسلمانوں کو ٹارگیٹ کرنے کے لئے اِن فرقہ پرست تنظیموں نے ''لو جہاد'' کی ایک خود ساختہ اصطلاح ایجاد کر لی ہے، جسے وہ اس ''مسلم لڑکے'' پر چسپاں کرتے ہیں جو کسی ''ہندو لڑکی'' سے شادی کرتا ہے، حالانکہ ایسا کرنے والا لڑکا ''جہاد'' تو بڑی بات پہلے کلمے کا معنی بھی شاید و باید ہی جانتا ہوگا، کیوں کہ ''جہاد'' کو سمجھنے والا لڑکا کسی دوسرے مذہب کی لڑکی سے شادی کر ہی نہیں سکتا، ایسی کسی بھی شادی کو اسلام تسلیم نہیں کرتا جو الگ الگ مذہب کے ماننے والے مرد و عورت کے درمیان واقع ہو۔ اسلام میں نکاح یا شادی کے لئے بڑے واضح احکام موجود ہیں، جن میں یہ بات قابل ذکر اور اہمیت کی حامل ہے کہ نکاح کرنے والے مسلمان مرد و عورت کے درمیان اگر ''کفائت'' کا فقدان ہے تو یہ نکاح نہیں ہوسکتا، یعنی مذہب و ملت کے بعد حسب ونسب، مال و دولت، تقویٰ و طہارت میں لڑکا لڑکی والوں کے ہم پلہ ہو، اگر لڑکا اُن میں سے کسی بھی اعتبار سے ایسا ہے جس سے لڑکی والے شرم و عار اور ہتک و ذلت محسوس کریں تو یہ نکاح نہیں ہوسکتا۔

ذرا غور کریں کہ جس مذہب نے اپنے ماننے والوں کے درمیان بھی شادی کے لئے لڑکی والوں کی عزت و عظمت کا اِس قدر پاس و لحاظ رکھا ہو، وہ کسی دوسرے مذہب والوں کی لڑکی سے شادی کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟ اسلام میں ''لو جہاد'' جیسا کوئی بھی تصور نہیں، یہ محض اسلام مخالف انتہا پسند تنظیموں کی نفرت بھری ذہنیت کی پیداوار ہے جس کا مقصد ملک میں آپسی بھائی چارہ کی خوشگوار فضا کو زہر آلود کرنا ہے، یہ ایک سیاسی ہتھکنڈا ہے جس کا استعمال ملک میں نفرت کی آگ بھڑکا کر اپنی سیاسی روٹی سینکنے کے لئے کیا جا رہا ہے، اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

وطن عزیز اِس وقت معاشی و اقتصادی بحران، مہنگائی اور بے روزگاری کی مار، کسانوں کی خودکشی اور کورونا وبا کا شکار ہے، ملک کو اِس مشکل دور سے نکالنے کی بجائے بی جے پی کی مرکزی اور صوبائی حکومتیں ''لو جہاد'' پر قانون بنانے میں لگی ہوئی ہیں، ویسے تو اسلام مخالف طاقتیں ''لو جہاد'' کا شور شرابہ کافی دنوں سے کر رہی ہیں لیکن حالیہ دنوں میں ہریانہ کی ''نکیتا'' کا معاملہ سامنے آنے کے بعد جس طرح ''لو جہاد'' کا پروپیگنڈہ کیا گیا اور اتر پردیش سمیت بھاجپا کی زیر حکومت کئی ریاستوں میں ''لو جہاد'' کے خلاف قانون بنا دیے گئے یا بنائے جا رہے ہیں، اس سے ایک عام آدمی کے ذہن و دماغ میں یہ شک و شبہ ضرور پیدا ہوگا کہ کیا واقعی اسلام میں ''لو جہاد'' کا کوئی تصور موجود ہے جس سے متأثر ہو کر مسلم لڑکے غیر مسلم لڑکیوں سے محبت کا جھانسہ دے کر، اپنا نام بدل کر شادی کریں پھر انھیں اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرنے پر مجبور کریں۔

اب یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ کیا اسلامی نقطۂ نظر سے کسی کو اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور کیا جا سکتا ہے؟ اِس سلسلے میں قرآن پاک صاف لفظوں میں یہ اعلان فرما رہا ہے: لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔ یعنی اسلام میں کوئی زبردستی نہیں'' اس آیت کریمہ سے یہ واضح ہو گیا کہ اسلام قبول کرنے کے لئے کسی کو مجبور نہیں کیا جا سکتا، رہی بات کسی کو دھوکہ دے کر شادی کرنے کی! تو دھوکہ دے کر کوئی مسلم لڑکا کسی مسلم لڑکی سے بھی شادی نہیں کر سکتا، ایسے میں کسی دوسرے مذہب کی لڑکی کے ساتھ دھوکہ بازی سے شادی کا جواز ہی نہیں پیدا ہوتا، مزید یہ کہ اگر کوئی مسلم لڑکا خود کو ہندو بتا کر ہندو لڑکی سے یا عیسائی بتا کر عیسائی لڑکی سے یا سکھ بتا کر سکھ لڑکی سے یا کسی اور دھرم کی لڑکی سے شادی کرتا ہے تو یہ شادی سرے سے

ہوگی ہی نہیں، الٹا اُس لڑکے کا ایمان خطرے میں پڑ جائے گا کہ وہ خود کو ہندو یا عیسائی یا سکھ بتا کر اسلام سے خارج ہوگیا۔

یہ کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ ''لو جہاد، لو جہاد'' وہ چلّا رہے ہیں جو سر عام اپنے اسٹیجوں سے مسلم لڑکیوں کو پھانسنے کا اعلان کر رہے ہیں، ہندو لڑکوں کو چھ مہینے میں ۲۱۰۰ مسلم لڑکیوں کو ورغلا کر شادی کرنے کا ٹارگیٹ دے رہے ہیں اور ایسا کرنے والے ''فسادیوں'' کو دو دو لاکھ روپے کے نقد انعام اور قانونی مدد فراہم کرنے کی پیش کش کر رہے ہیں، یہ کیسی دوغلی پالیسی ہے کہ ایک طرف جہاں ''لود جہاد'' کا کوئی تصور بھی نہیں، وہاں تو اس عمل کو ''لو جہاد'' قرار دیا جا رہا ہے اور جہاں سر عام ''لو جہاد'' کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے، اس کے لئے ہندو لڑکوں کو اکسایا جا رہا ہے، وہاں ان فرقہ پرستوں کی زبان کو لقوہ مار دیتا ہے۔ع

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا نام جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اس لئے ہمیں ''لو'' کو ''جہاد'' سے جوڑنے پر سخت اعتراض ہے، ہم اس کی سخت مخالفت اور مذمت کرتے ہیں، لو جہاد لو جہاد چلّانے والے یہ فرقہ پرست ثابت کریں کہ یہ لفظ انھوں نے کہاں سے لیا ہے اور کیوں استعمال کیا؟ کس مولوی یا کس مسلم نے ان کی طرح سر عام اس کا اعلان کیا یا ایسی کوئی بات کی؟ اور کس نے مسلم لڑکوں کو ایسا کرنے کے لئے لاکھوں روپے انعام کا لالچ دیا؟ ہمارا چیلنج ہے کہ فرقہ پرستوں میں سے کوئی بھی مائی کا لال قیامت تک یہ ثابت نہیں کر سکتا۔

جب بھی کوئی مسلم لڑکے اور ہندو لڑکی کی شادی کا معاملہ سامنے آتا ہے فوراً کسی مردار پر ٹوٹ پڑنے والے گدھوں کی طرح فرقہ پرست تنظیموں کا ہجوم اکٹھا ہو جاتا ہے اور سارے قاعدے قانون بالائے طاق رکھ کر پولیس کے سامنے لڑکے اور لڑکی کو ڈرانا دھمکانا یہاں تک کہ مارنا پیٹنا بھی شروع کر دیا جاتا ہے اور پولیس کسی زر خرید غلام کی طرح ان کی جی حضوری کرتی نظر آتی ہے اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو یعنی لڑکی مسلم اور لڑکا ہندو ہو تو نہ مسلم تنظیموں کا پتہ ہوتا ہے نہ ہی لڑکی کے اہل محلہ کا۔ بے چارے والدین اور بھائی بہن تھانے کا رخ کرتے بھی ہیں تو ڈرے سہمے سے، اس وقت فرقہ پرست غنڈوں کے سامنے بھیگی بلّی نظر آنے والی یہی پولیس ''شیر ببر'' بن جاتی ہے اور کوئی کارروائی کرنے کی بجائے انھیں بھدّی بھدّی گالیاں دے کر تھانے سے باہر کر دیتی ہے اور زیادہ بات کرنے پر ''اندر'' کر دینے کی دھمکی دے دینے سے بھی باز نہیں آتی۔

مسلم تنظیموں کا کسی مسلم لڑکے اور ہندو لڑکی کی حمایت یا کسی مسلم لڑکی اور ہندو لڑکے کی مخالفت میں کھڑا نہ ہونا اِس بات کا جیتا جاگتا ثبوت ہے کہ ان کی یہ حرکت ان کا اپنا ذاتی عمل ہے، اس کا اسلام اور مسلمانوں سے دور دور کا کوئی واسطہ نہیں، ایسے معاملوں میں اگر کسی قسم کا کوئی دھوکہ اور زور زبردستی بھی نظر آئے تو اس کے لئے انھیں قانون سزا دے گا نہ کہ یہ بھگوا دھاری غنڈے؟ اور نہ ہی اس سے کسی کو یہ حق مل جاتا ہے کہ وہ ''لو جہاد، لو جہاد'' چلّا کر اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرے اور آپس میں نفرت وعداوت کے شعلے بھڑکائے۔

پچھلے دنوں ہریانہ کی نکیتا کو ایک مسلم لڑکا، دن دہاڑے گولیوں سے بھون دیتا ہے، دوسری طرف ویشالی بہار کی گلناز کو ایک ہندو لڑکا پیٹرول سے زندہ جلا دیتا ہے، دونوں معاملے یکساں ہیں، بس فرق ہے تو صرف جرم کرنے والے کیریکٹر کا۔ وہاں مجرم مسلمان ہے تو یہاں ہندو لیکن فرقہ پرست بٹالین کی دوغلا پن دیکھئے کہ وہاں تو ''لو جہاد'' نظر آگیا مگر یہاں زبان بالکل گنگ ہے جیسے منہ میں زبان ہی نہ ہو، حقیقت یہ ہے کہ دونوں جگہ فردِ واحد نے جرم کا ارتکاب کیا ہے اور دونوں کو قانون اپنے حساب سے سزا دے گا، دونوں معاملوں سے متعلق فریقین کو انصاف دلانا قانون کی ذمہ داری ہے نہ کہ غنڈوں کی کسی تنظیم کی؟ کوئی بھی انصاف پسند ایک معاملے کو ''لو جہاد'' اور دوسرے کو ''ہندو جہاد'' سے تعبیر نہیں کر سکتا۔ اگر یہ فرقہ پرست طاقتیں ایک کو ''لو جہاد'' کہہ رہی ہیں تو دوسرے کو ''ہندو جہاد'' کیوں نہیں کہتیں؟ جبکہ وہ خود ایسا کرنے کا سر عام اعلان بھی کرتی ہیں۔

تصویر کا پہلا رخ: ''لو جہاد'' جیسے فرقہ وارانہ اور متعصّبانہ پروپیگنڈہ نے سماج اور پولیس کے ساتھ جوڈیشری کو بھی متأثر کر دیا ہے جس کا نتیجہ ہے کہ کیرالا سے لے کر راجستھان تک کورٹ نے عجیب و غریب فیصلے کیے ہیں، کیرالا کی ۲۴ سالہ ''اکھیلا تھا نے عرف ہادیہ'' کی شادی کو سپریم کورٹ نے یہ کہتے ہوئے منسوخ کر دیا تھا کہ وہ بالغ ہونے کے باوجود ذاتی فیصلے کے لئے خود مختار نہیں اور ہادیہ کو اس کے والدین کے سپرد کر دینے کا حکم دے دیا، واضح ہو کہ ''اکھیلا تھانے'' نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا اور ''ہادیہ'' بن کر ''شفین جہاں'' نامی مسلم لڑکے سے شادی کی، جس کا اعتراف ہادیہ نے سپریم کورٹ کے سامنے بھی کیا۔

جودھپور کی رہنے والی ''پائل سنگھوی عرف عارفہ'' نے اپریل ۲۰۲۰ء

میں فیض مودی کے ساتھ نکاح کیا اور ا کتوبر میں اپنے والدین کا گھر چھوڑ کر سسرال چلی گئی، ۲۲ سالہ پائل عرف عارفہ نے جودھپور پولیس کمشنر کو خط لکھ کر مطلع کر دیا تھا کہ اس نے اسلام قبول کر کے فیض سے نکاح کر لیا ہے، اس لئے عارفہ کے والدین نے پرتاپ نگر تھانے میں شکایت درج کرانے کی کوشش کی تو پولیس نے انکار کر دیا لیکن انھوں نے کورٹ کے دروازے پر دستک دی تو اس کے تیور خوفناک تھے، کورٹ نے نہ صرف پولیس کو ایف آئی آر لکھنے کے لئے پابند کیا بلکہ عارفہ کو ناری نکیتن میں بھیج دیا، جسٹس گوپال کرشن ویاس نے جوڈیشری ضابطے کی توہین کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ صرف ۱۰ روپے کے حلف نامہ سے پولیس یہ کیسے اندازہ کر سکتی ہے کہ مذہب کی تبدیلی جائز ہے؟ اس طرح تو میں بھی کل سے اپنے آپ کو ''گوپال محمد'' کہلوا سکتا ہوں۔ ایک جج کے ذریعہ حلف نامہ کی تضحیک اور اس کے اس بازاری لب ولہجہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فرقہ واریت کا زہر ہمارے سماج میں کس قدر تباہ کن حد تک سرایت کر چکا ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ: یوپی میں انسدادِ تبدیلی مذہب قانون کے نفاذ کے بعد بریلی میں ایک مسلم لڑکی کے باپ نے پولیس سے شکایت کی کہ دو لوگوں کے ساتھ مل کر ایک غیر مسلم لڑکے نے اس کی ۲۲ سالہ لڑکی کو اغوا کیا اور اس کا مذہب تبدیل کرانے کے بعد اُس سے شادی کر لی ہے، پولیس نے باپ کی اس شکایت کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیا اور جبراً لڑکی سے پہلے تھانے میں پھر مجسٹریٹ کے سامنے اپنے موافق بیان دِلوا کر اُسے اس ہندو لڑکے کے پاس چھوڑ آئی، جس پر اُسے اغوا کرنے کا الزام ہے، پولیس کے مطابق لڑکی کہتی ہے کہ وہ بالغ ہے اور اس نے اپنی مرضی سے اپنا مذہب بدل کر ہندو لڑکے ''امن'' کے ساتھ ایک مندر میں شادی کی ہے، پولیس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ان دونوں نے نیا قانون نافذ ہونے سے پہلے ستمبر میں شادی کر لی تھی اس لئے ان پر یہ قانون لاگو نہیں ہوتا۔

جولائی مہینے میں کانٹھ کا رہنے والا راشد پنکی نامی اپنی ہندو بیوی کو مرادآباد کورٹ میں میرج رجسٹرڈ کرانے کے لئے لے کر جا رہا تھا، ساتھ میں لڑکے کا بھائی بھی تھا، پولیس نے دونوں بھائیوں کو نئے قانون کے تحت گرفتار کر کے ۱۴ دنوں کے لئے جیل بھیج دیا، یہاں لڑکی کہتی رہ گئی ہے کہ وہ بالغ ہے اور اس نے اپنا مذہب تبدیل نہیں کیا ہے، دونوں نے ہندو رسم ورواج کے مطابق جولائی ۲۰۲۰ء میں ہی شادی کر لی تھی، لیکن یہاں پولیس نے پنکی کی ایک نہیں سنی اور اسے بھی ناری نکیتن بھیج دیا۔ اس دوران غنڈوں کی دھکا مکی کے سبب ناری نکیتن میں پنکی کو شدید درد ہوا جس کی وجہ سے اس کا حمل ضائع ہو گیا۔

یہاں پولیس کی موجودگی میں بجرنگ دل کے ''غنڈے'' پوچھ تاچھ کے فرائض انجام دے رہے تھے اور قانون بگھار رہے ہیں جبکہ پولیس ایسے ہاتھ باندھے کھڑی تھی جیسے وہ کسی ڈی ایم یا ایس سی پی کی تفتیش کے وقت کھڑی ہوتی ہے، پولیس کے اِس رویے نے یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ مودی حکومت نے ملک میں ان غنڈوں کو پولیس پر بھی فوقیت دے دی ہے، جبھی تو یہ غنڈے ہمیشہ پولیسیا غرور میں چور نظر آتے ہیں۔

اِن دونوں واقعات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ نئے قانون کا مقصد ہندو لڑکیوں کو اپنا مذہب تبدیل کرنے سے روکنا کم، مسلم لڑکوں کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈالنا زیادہ ہے، غور کریں کہ ایک ہندو لڑکی جس نے ''جولائی'' میں مذہب تبدیل کیے بغیر شادی کی تھی اس کے بیان پر یقین نہیں کیا گیا اور مسلمان لڑکے کو اُس کے بھائی کے ساتھ جیل میں ڈال دیا گیا اور ''ستمبر'' میں مذہب تبدیل کرنے کے بعد ایک ہندو لڑکے سے شادی کرنے والی مسلم لڑکی کا بیان تسلیم کر لیا گیا، جبکہ اس مسلم لڑکی کا باپ مسلسل شکایت کرتا رہا کہ دفتر میں اس کے ساتھ کام کرنے والے ''امن'' نے اس کی لڑکی کا اغوا کیا ہے اور جبراً مذہب تبدیل کرا کر شادی کی ہے، مسلمانوں کے معاملے میں پولیس تو ہمیشہ سے متعصب رہی ہے لیکن اتنی کبھی نہیں رہی کہ ایک ہی چیز مسلمانوں کے لئے غلط اور ہندوؤں کے درست ٹھہرا دے۔

تازہ خبر لکھنؤ کی ہے جہاں ''رقیہ'' سے ''مسکان'' بنی ایک لڑکی اب نہ ''گھر'' کی رہی، نہ ''گھاٹ'' کی، یشوردھن شریواستو نے اسے دردر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دیا ہے، مسکان کے مطابق اس کی ساس کہتی کہ میں کسی ''شڈول کاسٹ'' لڑکی کو، تو اپنے بیٹے کی بہو بنا سکتی ہوں لیکن تمہیں (مسلمان کو) نہیں، مجھے گھر کا کوئی بھی سامان چھونے نہیں دیا جاتا تھا، یہاں تک کہ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جانے پر بھی گالیاں دی جاتی تھیں، مجھے صرف اپنے شوہر کے ساتھ سونے کی اجازت تھی، جس پر میں سوچتی تھی کہ کیا میں کوئی استعمال کی چیز ہوں، میں مسلمان سے ہندو بن چکی ہوں پھر بھی مجھے گھر میں ہو رہی پوجا میں شامل نہیں ہونے دیا جاتا، اگر میں مندر میں بیٹھ جاتی تو میری ساس مجھے وہاں سے یہ کہہ کر اٹھا دیتی ہے کہ ''مندر'' ناپاک ہو جائے گا۔

ہندو بننے سے قبل رقیہ لکھنؤ کے ایک سول سروسز انسٹی ٹیوٹ میں پی سی ایس جے کی کوچنگ دیتی تھی، یشوردھن سے اس کی ملاقات وہیں ہوئی پھر محبت کا سلسلہ چل پڑا، مسکان نے بتایا کہ یشوردھن شادی کے لئے اس پر دباؤ بنایا کرتا تھا، ایک دن نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اس نے چاقو سے اپنے ہاتھ کی رگ کاٹ کر واٹس ایپ پر مجھے اس کی تصویر بھیجی اور دھمکی دی کہ اگر مجھ سے شادی نہیں کی تو میں خودکشی کرلوں گا، اس کے بعد میں نے اس سے شادی کر لی اور اپنا مذہب بھی تبدیل کرلیا، مسکان کے مطابق ''یشوردھن نے کہا کہ اگر تم اپنا مذہب تبدیل کرلوگی تو میرے خاندان کے ساتھ گھلنے ملنے میں آسانی رہے گی'' میں نے بھی سوچا کہ ''زندگی تو ہندو سسرال والوں کے ساتھ ہی گزارنی ہے تو کیوں نہ میں بھی ہندو ہی بن جاؤں، سو میں ہندو بن گئی۔''

مسکان نے آگے بتایا کہ شادی کے چھ مہینے بعد میرے والد کو میرا فیصلہ قبول کرنا پڑا پھر انہوں نے ہمارے لئے ایک تقریب بھی منعقد کی، میرے خاندان نے یشوردھن کو وہی درجہ دیا جو ایک داماد کو حاصل ہوتا ہے، لیکن مجھے میری سسرال والوں نے کبھی بہو کا درجہ نہیں دیا، میری زندگی اجیرن بن گئی ہے، مسکان کا کہنا ہے کہ میں پوری طرح برباد ہو چکی ہوں، ایک طرف میرے میکے والے مجھے ''ہندو'' کہتے ہیں تو دوسری طرف میری سسرال والے مجھے ''مسلمان اور اَشدھ'' مانتے ہیں، گویا میں گھر کی رہی نہ گھاٹ کی، میرے میکے والے مجھے لعن طعن کرتے ہیں، کوئی مجھ سے بات تک نہیں کرتا، کسی طرح میں نے اپنی ماں کو راضی کر کے ایک برامدے میں اپنا بستر لگایا ہے اور گھر والوں سے کہا ہے کہ میں آپ پر بوجھ نہیں بنوں گی، اس نے کہا کہ ''جو میرے ساتھ ہوا وہ قانوناً جرم ہے، جس کے لئے میں نے اپنا گھر بار، ماں باپ یہاں تک کہ اپنا مذہب تک چھوڑ دیا، اسی نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے، اس نے سوال کیا کہ ''کیا انصاف کا ترازو کسی کا مذہب دیکھ کر انصاف کرتا ہے؟'' اور یہ کہ ''اگر یہ معاملہ کسی ہندو لڑکی کا ہوتا تو کیا اُس وقت بھی قانون کا یہی رویہ ہوتا؟ میں چوں کہ مسلمان تھی اور میرا شوہر ہندو، اس لئے پولیس نے میری شکایات کو سنجیدگی سے نہیں لیا اور میری بربادیوں کا تماشہ دیکھتی رہی۔''

مسکان کے لئے انصاف کی جنگ لڑ رہی لکھنؤ کی ''ایڈوا'' نامی تنظیم کی مدھو گرگ کہتی ہیں ''اَدَر مذہب میں شادی کرنے والے جوڑوں کو مختلف مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہی ہے، اس معاملہ میں بھی وہی دقتیں ہیں، ہندو اور مسلم لڑکیاں یکساں طور پر محبت کی شادیاں کرتی ہیں مگر حکومت صرف ہندو لڑکی والے معاملے کو ''لو جہاد'' کا نام دے کر ایک ہی فریق کی بات کرتی ہے، جبکہ ہمارے پاس دونوں مذہب کی متاثرہ خواتین آتی ہیں۔''

لکھنؤ کی رقیہ عرف مسکان کا یہ معاملہ تازیانۂ عبرت بن کر ایسی مسلم لڑکیوں کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی ہے جو یہ سمجھتی ہیں کہ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے، دراصل یہ مقولہ ہی غلط ہے، اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ ''محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے'' تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ یشوردھن نے جو ''کچھ بھی'' کیا وہ ''سب کچھ'' جائز ہے، اس نے جو آپ کو محبت کا جھانسہ دیا وہ بھی جائز، آپ کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا وہ بھی جائز، آپ کے ساتھ جو اُس کے گھر والوں نے کیا وہ بھی جائز اور آپ کو استعمال کر کے جو اُس نے سڑکوں پر چھوڑ دیا وہ بھی جائز، کیوں کہ یہ ''جو کچھ'' بھی ہوا ''سب کچھ'' محبت میں ہوا، اور آپ تسلیم کر چکی ہیں کہ ''محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے'' تو اب کوئی بھی یہ کہنے میں حق بجانب ہوگا کہ یہ جو کچھ بھی آپ کے ساتھ ہوا یا آگے ہوگا اُسے آپ ہی نے دعوت دی ہے اور ؏ خود کردہ را علاجے نیست

ہماری یہ تحریر تکمیل کے مرحلے سے گزر رہی تھی کہ یوپی کے حالیہ عجوبۂ روزگار قانون کے تحت یوگی جی کی بہادر پولیس کا ایک عظیم کارنامہ سامنے آیا تو سوچا کہ اس کو بھی آپ کے سامنے رکھتے چلیں، ہوا یوں کہ کشی نگر میں ایک مسلم شادی کی تقریب ہو رہی تھی، کسی سنکی پر ''لو جہاد'' کا بھوت سوار ہوا، اس نے تھانے میں اس کی شکایت کر دی پھر تو یوپی کی ''فرض شناس'' پولیس دندناتی ہوئی وہاں پہنچ گئی، جس سے اچھے خاصے خوشی کے ماحول میں خوف و ہراس چھا گیا، پولیس شادی رکوا کر کسی کی کچھ سنے بغیر دولہا دولہن کو تھانے لے گئی اور رات بھر انھیں حوالات میں بند رکھا، صبح جب اس معاملے میں پولیس کو ''لو جہاد'' کا کوئی بھی اینگل نہیں ملا تو دولہا دولہن کو چھوڑنا پڑا۔

''لو جہاد'' کے نام پر یہ فرقہ پرست غنڈے اتنے اندھے ہو چکے ہیں کہ انھیں ہر جوڑا ''لو جہادی'' ہی نظر آتا ہے، پچھلے دنوں آوارہ کتوں کی طرح بے لگام گھومنے والے ان غنڈوں کی ایک گھناؤنی حرکت سامنے آئی۔ ۱۰؍ اکتوبر کو ایک جوڑا ''ریواڑی'' بس اڈے پر پہنچا تو اُسے ان فسطائی غنڈوں نے اس لئے گھیر لیا کہ یہ ''لو جہادی'' کسی ہندو لڑکی کو لے کر کہیں فرار ہو رہا ہے، لڑکے کو زد و کوب کیا جانے لگا یہاں تک کہ

اس کے مذہب کی تصدیق کے لئے بس اڈے پر ہی اسے سرعام برہنہ کر دیا گیا، خیریت یہ ہوئی کہ وہ بیچارہ ہندو نکلا جس کے سبب اس کو انھیں چھوڑنا پڑا، ورنہ اس کی موب لنچنگ یقینی تھی، بعد میں میاں بیوی نے تھانے میں شکایت درج کرائی، جب کوئی کارروائی نہیں ہوئی تو وزیراعلیٰ کے دفتر میں شکایت کی، اس کے بعد تھانے میں بیوی پر دباؤ ڈال کر شکایت واپس لینے پر مجبور کیا گیا۔ اب یہ معاملہ ریواڑی کی ایس پی سنگیتا کالیا کے سپرد ہے جنھوں نے ڈی ایس پی کے ذریعہ تفتیش کے بعد مجرموں کو قرارِ واقعی سزا دلانے کا ''وعدہ'' کیا ہے جیسا کہ پولیس عام طور پر کرتی ہے، اگر قانون کی حکمرانی ہوتی تو پہلے پولیس سے شکایت کی جاتی لیکن بی جے پی کی حکومت میں اس کی کیا ضرورت ہے؟ لا اینڈ آڈر کے لئے تو حکومت کے منظورِ نظر، یہ فرقہ پرست غنڈے ہی کافی ہیں۔

بی جے پی نے تو ہر اس غنڈہ گردی کو قانونی جامہ پہنا دیا ہے جس میں بھگوا جھنڈا لے کر قانون کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں، چند بدقماش لوگ بھگوا رومال لے کر کسی بھی پارک میں جوڑوں کو دوڑانے لگتے ہیں، کبھی یہ بھگوا ٹیکا لگا کر گدھوں کی طرح کسی کے کچن میں جھپٹا مارتے ہیں تو کبھی اس بھگوا کا سہارا لے کر کسی کو موت کے گھاٹ بھی اتار دیتے ہیں، پولیس اپنا رشتہ دار سمجھ کر اُن کی آؤ بھگت کرتی ہے اور بی جے پی کے لیڈران ہار مالا پہنا کر اُن غنڈوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

ہونا تو یہی چاہیے کہ نہ مسلم لڑکا کسی ہندو لڑکی سے شادی کرے، نہ کوئی ہندو لڑکا کسی مسلم لڑکی سے! خواہ دھوکہ دے کر ہو یا جبراً، برضا و رغبت ہو یا مجبوراً، کسی بھی صورت میں یہ بھیانک قدم نہیں اٹھنا چاہئے، جوش میں ہوش کھونے والے نوجوانوں کا یہ قدم نہ صرف ماں باپ کے ارمانوں پر پانی پھیر دیتا ہے بلکہ سماج میں بھی ان کی عزت وعظمت کو تار تار کر دیتا ہے اور فرقہ پرست غنڈوں کو اپنی ذہنی غلاظت سے بھائی چارہ کے ماحول کو پراگندہ بنانے کا موقع بھی فراہم کر دیتا ہے، خود ایسے جوڑوں کے لئے بھی فرقہ پرست غنڈوں کے ساتھ ساتھ ہماری ''فرض شناس پولیس'' کی ''مہربانیوں'' کا خطرہ ہمیشہ بنا رہے گا۔

آخر میں ہم تمام مسلم والدین سے یہ التماس کریں گے کہ ''ترقی یافتہ'' کہلانے کی دھن میں اپنے بچوں کو اتنا ''روشن خیال'' نہ بنائیں کہ اُن کی اِن مذموم حرکتوں کی وجہ سے آپ ہی کے ''چودہ طبق روشن'' ہو جائیں اور آپ اس ''مکروہ روشنی'' میں اپنا چہرہ چھپاتے پھریں حتیٰ کہ اہل دنیا کے سامنے اپنی نظریں بھی نہ اٹھا سکیں، اس لئے انھیں ہمیشہ اپنے حدود میں رہنے کی تلقین کریں اور اسلام کی بنیادی تعلیمات سے انھیں لازمی طور پر آراستہ و پیراستہ کریں کیونکہ ایک کامیاب زندگی جینے کے لئے اسلام سے بہتر کوئی طریقہ نہیں اور ایمان سے قیمتی کوئی شئے نہیں، دنیا کی محبت ملے یا نہ ملے، اسلام کا دامن ہاتھوں سے نہیں چھوٹنا چاہیے، اس کی حفاظت ہر حال میں لازم وضروری ہے۔

☆☆☆

☆ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا ومفتی مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف

لو جہاد: حکومت کو چھوڑیں، اپنا گھر سنبھالیں!

غلام مصطفیٰ نعیمی★

آخرکار یوپی کی بی جے پی حکومت نے مبینہ لو جہاد کے خلاف آرڈیننس کے ذریعے قانون پاس کر دیا۔ جلد ہی ایم پی، گجرات، اتراکھنڈ، کرناٹک اور ہماچل پردیش کی بی جے پی حکومتیں بھی یہ قانون پاس کرنے والی ہیں۔ اس قانون کے مطابق دوسرے مذہب کی لڑکی کو بہلا کر، فریب، لالچ، یا جبراً شادی کرنا تبدیلی مذہب مانا جائے گا اور ایک تا دس سال کی سزا اور ۲۵ ہزار تک جرمانہ عائد کیا جائے گا۔ ساتھ ہی شادی میں مدد کرنے والے بھی برابر کے مجرم مانے جائیں گے۔

حکومت اور متشدد تنظیموں کی بدنیتی:

آئے دن ملک کے مختلف علاقوں سے مختلف مذاہب کے لڑکے لڑکیوں کے مابین شادیوں کی خبریں آتی رہتی ہیں۔ آزادانہ میل جول، مخلوط تعلیم اور مغربی طرز زندگی کی وجہ سے یہ معاملات بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ بین مذاہب شادیوں میں عموماً لڑکی ہی تبدیلی مذہب کرتی ہے، لڑکا نہیں۔ لڑکی چونکہ اپنا گھر چھوڑ کر آتی ہے تو اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر شوہر کے مذہب وکلچر کو ہی اپنا لیتی ہے۔ ایسے معاملات میں لڑکی کبھی ہندو ہوتی ہے کبھی مسلم، کبھی سکھ تو کبھی عیسائی۔ لڑکے بھی الگ مذہب کے ہوتے ہیں مگر لڑکی کا معاملہ زیادہ حساس ہوتا ہے اور مذہب بھی وہی بدلتی ہے۔ اس لئے اکثر لڑکی والوں کی جانب سے ہی اعتراض اور قانونی چارہ جوئی ہوتی ہے۔

ایسے رشتوں میں لڑکی مسلمان ہو تو کسی کو کوئی دقت نہیں ہوتی لیکن اگر لڑکا مسلم نکل آئے تو حکومت، انتظامیہ اور متشدد تنظیمیں آسمان سر پر اٹھا لیتی ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ لو جہاد کا پروپیگنڈہ دراصل مسلم لڑکیوں کو مرتد بنانے کی سازش ہے تاکہ کام بھی ہو جائے اور بدنامی بھی نہ ہو۔ پچھلے کچھ وقت

سے بین مذاہب شادیوں کے جن معاملوں میں لڑکی مسلم اور لڑکے ہندو تھے، ان میں سے اکثر لڑکوں کا تعلق متشدد تنظیموں سے تھا، انہی تنظیموں نے قانونی معاملات میں ایسے لڑکوں کو بھر پور مدد بھی فراہم کی۔ صاف ظاہر ہے کہ متشدد تنظیمیں مسلم لڑکیوں کو مرتد بنانے کی سازش میں ملوث ہیں۔ اکھل بھارتیہ یوا ہندو مورچہ، ہندو جن جاگرن سمتی جیسی کئی ہندو تنظیمیں کھلے عام مسلم لڑکی کو بہو بنانے کے لئے ڈھائی لاکھ روپے اور قانونی مدد کا اعلان کر چکی ہیں۔ ایسے قانون شکن اعلانات کے باوجود اُن تنظیموں کے خلاف نہ حکومت کوئی قدم اٹھاتی ہے نہ انتظامیہ کو اپنا فرض یاد آتا ہے؟ جبکہ تمام تر تحقیقات کے باوجود سازش کا ادنیٰ ثبوت نہ ملنے کے بعد بھی مسلمانوں پر حکومت وانتظامیہ لو جہاد کی سازش رچنے اور ہندو لڑکیوں کو ورغلانے کا الزام لگاتی ہیں۔ آج ہی لا کمیشن کے چیئرمین جسٹس آدتیہ ناتھ متّل کا بیان اخبارات میں شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے قبول کیا ہے کہ یوپی میں لو جہاد کا کوئی ڈیٹا حکومت وانتظامیہ کے پاس نہیں۔ اس سے قبل سابق وزیر داخلہ اور حالیہ وزیر دفاع راج ناتھ سنگھ پارلیمنٹ میں آن ریکارڈ لو جہاد کی تھیوری کو مسترد کر چکے ہیں لیکن اس کے باوجود بی جے پی حکومتوں کا رویہ خالص مسلم دشمنی پر مبنی اور اپنی ناکامیوں پر پردہ ڈالنا ہے۔

اپنا گھر سنبھالیں! ہمارے علم وتحقیق کے مطابق غیر مسلم لڑکیوں سے شادی کرنے والے افراد کے دو طبقات ہیں:

(۱) لبرل اور آزاد خیال۔ (۲) چھوٹے کاروباری اور پیشہ ور افراد۔

طبقہ اول میں اعلیٰ تعلیم یافتہ، ملازمت پیشہ، فلمی اداکار اور سیاسی توقعات رکھنے والے افراد شامل ہیں۔ طبقہ اول کی بڑی تعداد رسمی مسلمان ہوتی ہے۔ دین سے دوری، دینی ماحول کی کمی اور سیاست و بزنس میں آگے بڑھنے کی خواہش کی وجہ سے یہ طبقہ کسی بھی مذہب سے رشتہ جوڑنے میں جھجک محسوس نہیں کرتا۔ انہیں لگتا ہے کہ بین مذہبی شادی سے وہ لبرل اور آزاد خیال سمجھے جائیں گے جس سے انہیں اپنی سیکولر امیج اور دنیوی فائدہ ملنے کا یقین ہوتا ہے۔ اب جو طبقہ اپنے مفاد کی خاطر دین کو داؤں پر لگادے اُس سے مذہبی تبلیغ کی امید بیل سے دودھ کی امید رکھنے جیسا ہے۔

طبقہ دوم میں کپڑوں کی پھیری کرنے والے، راج مستری، رنگ پتائی، سلائی اور اسی طرح کے ہنرمندانہ پیشوں سے وابستہ افراد شامل ہیں۔ ہندو آبادیوں میں رہنے والے افراد بھی طبقہ دوم کا حصہ ہیں۔ یہ لوگ غیر مسلم آبادیوں میں رہنے یا اپنے کاموں کی وجہ سے معاشرتی اختلاط کے سبب غیر مسلم لڑکیوں کے رابطے میں آتے ہیں، وقتی محبت کے جوش میں شادی بھی کر لیتے ہیں، مگر اس کی وجہ صرف مخلوط معاشرت اور وقتی محبت ہوتی ہے۔ سازش کا تصور دور دور تک نہیں ہوتا۔ طبقہ دوم کے نوجوان خود اپنے گھر والوں کی نگاہ میں مجرم ہوتے ہیں کیوں یہ لوگ عموماً روایتی مسلم گھرانوں سے ہوتے جہاں دین داری کا غلبہ واثر ہوتا ہے، اس لئے ان گھرانوں میں آسانی سے بین المذاہب شادیوں کو قبول نہیں کیا جاتا۔ اس طرح یہ صاف ہوجاتا ہے کہ دونوں ہی طبقات لبرلزم اور وقتی جذبات کے تحت ایسی شادیاں کرتے ہیں۔ سازش اور لو جہاد کا شوشہ محض پروپگنڈہ ہے۔

مذکورہ قانون کے بعد طبقہ دوم کے نوجوان ہی حکومت وانتظامیہ کے رڈار پر ہوں گے کیوں کہ طبقہ اول کو تو خود حکومت بڑے عہدے سے نوازتی ہے تاکہ اس کے ذریعے اپنے مقاصد کو سادھ سکے۔ پورے معاملے کا سب سے تشویش ناک پہلو مسلم لڑکیوں کے خلاف ہونے والی سازش ہے جس کے تحت اچھے گھر مکان اور اعلیٰ سوسائٹی میں رہنے کا لالچ دیکر مسلم لڑکیوں کو مرتد بنایا جاتا ہے۔ اِس سازش کے دو بنیادی مقصد ہیں:

(۱) مسلم معاشرے میں اِرتداد پھیلانا۔ (۲) نفسیاتی طور پر مغلوب کرنا۔

عام طور پر حکومتی ملازمت اور کاروبار میں غیر مسلم نوجوانوں کا تناسب مسلم نوجوانوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ غیر مسلم علاقے بھی مسلم علاقوں سے زیادہ ترقی یافتہ ہوتے ہیں۔ انہی چیزوں کا لالچ دیکر مسلم لڑکیوں کو ورغلایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان پر پردے وغیرہ کے حوالے سے نفسیاتی حملہ بھی کیا جاتا ہے کیوں کہ اسلام میں معاشرتی زندگی کے لئے کچھ حدود وقیود ہیں جبکہ دیگر مذاہب میں پردے وحیا کا تصور سرے سے نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑی تیزی کے ساتھ مسلم لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں سے شادیاں کر رہی ہیں۔ اس بڑھتے ہوئے رجحان میں سنیما اور ٹی وی سیریل بھی اہم رول ادا کر رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ والدین اپنے بچوں خصوصاً بچیوں پر بہت زیادہ دھیان دیں۔ تعلیم، ٹیوشن اور ملازمت کے نام پر چھوٹ دینا بچیوں کا ایمان اور اپنی رسوائی کا سامان کرنا ہے۔ علمائے کرام اور مبلغین بھی ایسے موضوعات پر عوامی بیداری پیدا کریں تاکہ معاشرے کی اصلاح ہوسکے۔

☆☆☆

☆ مدیر اعلیٰ سواد اعظم دہلی۔ 9717285505

فکر امروز

نئی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء۔ اندیشے اور مواقع

عبدالکریم خاں مصباحی★

دنیا کے سبھی دانشوروں کا ماننا ہے کہ تعلیم وہنر (ایجوکیشن) ہر انسان کے لئے ایک لازمی اور ضروری امر ہے کیوں کہ علم وہنر سے انسان کا شعور بیدار ہوتا ہے۔ زنگ خوردہ دلوں کی تاریکیاں دور ہوتی ہیں لبادہ علم وہنر سے مزین ہوکر ہی انسان کامل انسان بنتا ہے۔ حیوانیت کی مختلف پر پیچ گھاٹیوں سے گزر کر شمعِ انسانیت اس میں فروزاں ہوتی ہے۔ علم وہنر ہی کے ذریعہ انسان اپنی قیمتی زندگی کی بہاروں سے لطف اندوز ہونے اور اپنے مقصد حیات کو پالینے کا اہل بنتا ہے۔ اسی کے ذریعہ غربت وافلاس کی گھٹاٹوپ وہلاکت کن اندھیروں سے نکلنے کے اسباب مہیا ہوتے ہیں بغیر علم وہنر کے آدمی ایک بے شعور زمین پر چلتا پھرتا ڈھانچہ محسوس ہوتا ہے اور کامیاب زندگی گزارنے کے سلیقے سے خالی اور دنیوی لذتوں سے محروم رہتا ہے۔

آج دنیا کے طول وعرض پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو نتیجہ یہی برآمد ہوتا ہے کہ وہی قومیں کامیاب وکامران اور تسلط واقتدار کی کشتی پر سوار ہوکر لذتِ حاکمیت سے بہرہ ور ہوئیں جنہوں نے تعلیم وہنر کو اپنا معیارِ زندگی بنایا۔ تحصیلِ مقصدِ حیات کے لئے اسے تریاق سمجھا۔ دنیا کی دوسری سب سے بڑی اور کامیاب قوم، قوم مسلم ہے۔ مختصر عرصے میں سب سے کامیاب اور عظیم قوم بننے کا سہرا مسلمانوں کے سر اسی لئے ہے کہ پیغمبر اعظم ﷺ پر نازل ہونے والی سب سے پہلی وحی علم ہی سے متعلق تھی (اقرأ باسم ربك الذی خلق ۔ اپنے اس رب کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا) محسن انسانیت ﷺ نے بھی اہمیت علم کو مزید واضح کرتے ہوئے فرمایا: **طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة۔** علم حاصل کرنا ہر مرد وزن پر واجب ہے) کتب سیر وتاریخ میں بھی بے شمار واقعات اور اسلامی روایات موجود ہیں جس میں سرکار ﷺ نے امت اسلامیہ کے جیالوں کو زیورِ علم سے آراستہ ہونے کی نہ صرف تلقین فرمائی ہے بلکہ اس سلسلے میں خود کئی اقدامات فرمائے ہیں اور اس کو عملی جامہ پہناتے ہوئے صفہ نامی مدرسے کا قیام فرمایا۔ یہ اسلامی اقدار وروایات کا سب سے پہلا مدرسہ تھا جس کو خود سرکار ﷺ نے قائم فرما کر معلم اعظم ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے امت کے بے شمار ناخواندہ افراد کو زیورِ علم سے آراستہ فرمایا تھا۔ معلم کائنات ﷺ کی بارگاہ سے فیض حاصل کرنے والے ان متعلمین کو تاریخِ اسلام میں ''اصحابِ صفہ'' کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مذہبِ اسلام میں تحصیلِ علم وہنر کو حد درجہ مقدم رکھا گیا ہے اور اسے کافی اہمیت دی گئی ہے کیوں کہ زندگی کی ساری کامیابیاں اور بہاریں اُسی پر موقوف اور وہی جملہ بھلائیوں کا مرجع ومصدر ہے۔

اس کے برخلاف دنیا کی سب سے بڑی اور کامیاب قوم یہود و نصاری ہیں۔ تعلیم کو سب سے زیادہ فوقیت دینے ہی کی بنیاد پر آج دنیا کے ایک بڑے رقبے پر ان کا تسلط ہے۔ اِس ضمن میں ایک تاریخی بات میں قارئین کے گوش گزار کردوں کہ اسرائیل، اسلامی ممالک کے ذریعہ ہر چہار جانب سے گھرا ہوا دنیا کا اکلوتا ملک ہے جس کی طاقت کا آج پوری دنیا لوہا مانتی ہے، اس طاقت کے پیچھے سب سے بڑا رول تعلیم (ایجوکیشن) کا ہے۔ ۱۹۴۸ء میں جب اس کا قیام عمل میں آیا، اس کے استحکام اور مذہبی عبادت گاہ کے لئے پوری دنیا کے یہودیوں سے چندے کا (ڈونیشن) مطالبہ کیا گیا۔ اس مطالبہ پر لبیک کہتے ہوئے ساری دنیا کے یہودیوں نے ایک بیلین سے زیادہ چندہ دیا جب اس چندے کو لے کر لوگ وہاں کے مذہبی رہنما کے پاس گئے اور وہ رقم پیش کر کے ایک عالیشان عبادت خانہ تعمیر کرنے کی درخواست کی تو مذہبی پیشوا نے جواباً یہ کہا کہ اللہ (ایشور) کی عبادت کیسے بھی اور کہیں بھی کی جاسکتی ہے، اس لئے ان پیسوں کو اپنے لوگوں کی تعلیم پر (ایجوکیشن) خرچ کرنا چاہیے لہٰذا اسی وقت ان پیسوں سے یہودی بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے بڑے بڑے اسکول وکالج تعمیر کیے گئے۔ اسی وجہ سے ان کے ہاں تعلیم یافتہ اور ہنرمند افراد کی تعداد تقریباً پنچانوے (۹۵) فیصد ہے۔ انہوں نے اپنی جی، ڈی، پی کا چھ فیصد حصہ صرف اور صرف تعلیم وتعلم کے لئے مختص کر رکھا

ہے جو تعلیم پر خرچ ہونے والا ، جی ، ڈی ، پی کا سب سے بڑا حصہ اور آ کڑا ہے۔(ماخوذ از مقالہ عباس از ہری)

کچھ اس طرح کا خواب بھارت کی تعمیر و ترقی کے لئے زعفرانی رنگ میں رنگی ہوئی ہماری موجودہ حکومت نے بھی دیکھا ہے۔ باشندگان ہند کو ایک کامیاب اور بڑی قوم بننے کا سبز باغ دِکھا کر ۳۴ سالہ قدیم تعلیمی نظام ونصاب کا اسٹرکچر پورے طور پر تبدیل کر کے مرکزی کابینہ کی منظوری کے بعد ایک مسودہ جاری کیا ،حکومت کی بدنیتی پر تشویش کا شکار نہ ہونے کے تناظر میں عوام کے اطمینان وتسلی کے لئے آر ایس ایس کے افکار ونظریات سے ہم آہنگ حکومت کے بعض نمائندوں کے ذریعہ اسرائیلی وامریکی ترقی کا راگ الاپتے ہوئے یہ باور کرانے کی کوشش جارہی ہے کہ یہ ابھی ایک نامکمل تجویز ہے جس میں دانشورانِ ملک وملت کی آرا سے بہت کچھ بدلا جاسکتا ہے کیونکہ موجودہ تعلیمی نظام ونصاب نوجوان نسل کی تعمیر وترقی کے لئے ناکافی ہو چکا ہے اور حالات ووقت کا تقاضہ ایک نئی قومی تعلیمی پالیسی کا ہے۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کسی بھی نظام میں تبدیلی فطرت اور حالات کا تقاضہ ہوا کرتا ہے کیونکہ اصول وقوانین موجودہ حالات ووقت کے پیش نظر اور عوام کے افکار ونظریات کو مدنظر رکھ کر ہی بنائے جاتے ہیں تبھی وہ لوگوں کے لئے مفید اور کارآمد ہوتے ہیں مگر حالات کے بدلنے اور نسل جدید میں نئے تخیلات کے پیدا ہونے کی بنیاد پر عرصہ دراز تک ان کی افادیت باقی نہیں رہتی۔اب وہی نظام و پالیسی جمود و تعطل کا شکار ہو کر ملک وملت کی تعمیر وترقی میں فسادات کے جراثیم گھولنے لگتے ہیں۔ایسی صورت حال کے پیدا ہوجانے پر موجودہ نظام و پالیسی میں تجدیدی عمل اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ردوبدل ایک ناگریز ہوجاتا ہے۔اسی بنیادی اصول اور وقتی تقاضوں کے پیش نظر ہماری موجودہ حکومت نے قدیم تعلیمی پالیسی کو جدید تعلیمی پالیسی کے قالب میں ڈالنے کی تجویز پیش کی ہے۔

یہاں سوال تعلیمی نظام ونصاب کی تبدیلی پر نہیں بلکہ قانون ساز اور پالیسی میکرس کی نیتوں پر ہے اور تبدیل شدہ کچھ گوشوں پر بھی ہے جو دانشورانِ ملک وملت اور علم دوست افراد کو شکوک وشبہات کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہونے پر مجبور کر رہے ہیں۔سب سے اہم اور بڑا سوال اقلیتوں کے لئے قانون سازی اور تعلیمی پالیسی میکنگ میں مرکزی کمیٹی و کابینہ سے مسلم حکمرانوں کا اخراج ہے بھی اور اس میں کسی ماہر تعلیم مسلم پروفیسر وایڈوکیٹ کی شمولیت کا نہ ہونا ہے۔تمام تبدیل شدہ تعلیمی پالیسی کے گوشوں پر تفصیلی گفتگو کرنے سے قبل حالیہ دنوں میں حکومت کے ذریعہ پیش کردہ تعلیمی مسودے پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں تاکہ قارئین کو مستقبل قریب میں نافذ ہونے والے تعلیمی شڈول سے پورے طور پر آگاہی ہوجائے۔**(باقی آئندہ ماہ)**

☆☆☆

شراوستی

مخیر سواد اعظم اور کام کی مشین تھے حافظ صاحب

ہمدرد قوم وملت، ناشر کتب اسلامیہ مخیر سواد اعظم حضرت حافظ الحاج محمد قمر الدین رضوی علیہ الرحمہ کی وفات حسرت آیات دنیائے سنیت کے لئے عموماً مٹیا محل اردو بازار کے لئے خصوصاً ایک الم ناک اور کرب ناک حادثہ ہے،آپ کے انتقال سے نہ صرف علما اور طلبہ مغموم ہیں بلکہ اب مٹیا محل کا ہر کتب خانہ رنجیدہ اور غم میں ہے۔اب مٹیا محل کی گلی سونی لگ رہی ہے۔آپ کی ذات سے کئی لوگ کسی نہ کسی جہت سے لگے ہوئے تھے۔یقیناً آپ کا انتقال ملک وملت کے لئے ناقابل تلافی خسارہ کا باعث ہے۔آپ بیک وقت کئی خوبیوں کے مالک تھے ناچیز جب بھی مٹیا محل جاتا تو ضرور حافظ صاحب قبلہ سے ملاقات کرتا، چائے ناشتہ کے بعد مشغلہ کے متعلق دریافت کرتے اور اُس سے متعلق حوصلہ دیتے اور دعاؤں سے نوازتے۔رمضان المبارک میں افطاری کرا کر ہی رخصت کرتے۔اہل سنت کی کتابوں کی طباعت واشاعت میں ہمہ وقت کوشاں رہتے۔عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر علمائے اہل سنت کی کتابوں کو عموماً اور مجدد اسلام امام احمد رضا خان قادری برکاتی محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی کتابوں کو رعایت کے ساتھ فروخت کرتے گویا کہ رضویات کے فروغ میں حافظ صاحب علیہ الرحمہ نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں اور جہان اشاعت میں ایک جماعت کا کام کیا ہے۔ناچیز رضوی کتاب گھر کے جملہ معاونین مخلصین کو تعزیت پیش کرتا ہے۔رب قدیر سے دعا ہے کہ حافظ صاحب علیہ الرحمہ کی بے حساب مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور جماعت اہل سنت کو اُن کا نعم البدل عطا فرمائے اور پسماندگان، بالخصوص آپ صاحب زدگان، آپ کے بھتیجے مولانا امام الدین اور ان کے جملہ برادران اور کنز الایمان کی پوری ٹیم خاص کر مدیر اعلیٰ مولانا محمد ظفر الدین برکاتی مصباحی وغیرہ کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

شریک غم: محمد شمس الدین رضوی مصباحی۔خادم التدریس، دار العلوم عربیہ اہل سنت منظر اسلام، قصبہ التفات گنج ضلع امبیڈکر نگر (یوپی)

ہمارا بھارت

مسجد قوت الاسلام و مدرسہ حوض، دہلی

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی ★

۲۰۱۴ء کے بعد سے ہمارے دیش کے سیاسی حالات قدرے مختلف ہیں اور سیاسی اقتدار، ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جو مسلم تہذیب و ثقافت کے بدخواہ ثابت ہوئے ہیں۔ بہت سی قدیمی تاریخی مساجد، مقابر، مدارس اور خانقاہی عمارتوں پر اُن کی بری نظریں جمی ہوئی ہیں اور بابری مسجد کا فیصلہ اپنے حق میں کرانے کے بعد وہ پہلے سے زیادہ جری اور خودسر ہو گئے ہیں۔ اس لئے ہماری پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ بھارت کی مسلم تہذیب وثقافت کا تفصیلی اور تاریخی تعارف کرانے کا باضابطہ سلسلہ شروع کردیں تاکہ ہماری نسلیں اپنے شاندار ماضی کو یاد رکھیں۔ دوسری ذمے داری یہ ہے کہ دستوری طریقے سے جمہوری اور سیاسی سطح پر مقابلے کی تیاری کریں۔ سال رواں ۲۰۲۱ء کے شمارہ فروری سے اسی مقصد کے تحت ایک نیا کالم ''ہمارا بھارت'' شروع کیا جارہا ہے جس میں کسی مسلم بادشاہ کے ذریعے تعمیر کردہ سب سے پہلی مسجد ''قوت الاسلام'' مہرولی شریف دہلی کا تعارف پیش کیا جارہا ہے۔ اخیر میں گجرات کی ایک قدیم ترین تاریخی مسجد کا تعارف بھی شامل ہے۔ گجرات والی مسجد کے حوالے سے مزید تفصیلات آپ ارسال کرتے ہیں تو ماہ نامہ کنز الایمان دہلی کے صفحات حاضر ہیں۔ اپنے اپنے شہر کی قدیم تاریخی عمارتوں، مساجد، مقابر، قلعوں، مناروں اور قبرستانوں کی تاریخ و تفصیل پر مبنی تعارفی مضامین ضرور بھیجیں۔ کسی مذہبی اور عام رسالے میں مطبوعہ مضامین بھی بھیج سکتے ہیں۔ بہتر ہوگا کہ کمپوز کرکے اُس کی اردو فائل میل کریں۔ (ادارہ)

سال گزشتہ بچوں کے ماہ نامہ ''گل بوٹے''، ممبئی کے جشن سیمیں کے موقع پر منعقدہ ''عالمی ادبِ اطفال سیمینار'' میں شرکت کا اتفاق ہوا۔ ہمارے قافلے میں مالیگاؤں سے ظہیر قدسی صاحب، مختار قریشی سر، شکیل انصاری سر، یٰسین اعظمی اور خلیل عباس شامل تھے۔ کانفرنس اور سیمینار کی مختلف نشستوں میں شرکت کے دوران ہم لوگوں نے چن چن کر دہلی کی تاریخی عمارتوں اور اولیائے کاملین کے آستانوں پر حاضری لگائی۔ قطب مینار کمپلیکس میں تعمیر فلک بوس قطب مینار، مسجد قوت الاسلام، سلطان شمس الدین التمش کے مزار، فیروز شاہ تغلق کے ''مدرسۂ حوض'' سے متعلق کتابوں میں بہت کچھ پڑھنے میں آیا تھا، اس لئے ایک روز ہمارا قافلہ قطب مینار کمپلیکس پہنچا تاکہ ان تاریخی عمارتوں کا مشاہدہ و معاینہ کیا جائے۔ ظہر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا چنانچہ کمپلیکس کے احاطے میں واقع مغل مسجد میں نماز ادا کی۔ وہیں ایک وجیہ وشکیل اور خوبرو بزرگ سے ملاقات ہوئی انھوں نے مالیگاؤں کا نام سنتے ہی بڑی خندہ پیشانی سے مسکراتے ہوئے ہمارے ساتھ مصافحہ کیا۔ میں نے چند سوالات اس تاریخی عمارت کے بارے میں داغ دیے۔ موصوف نے بتایا کہ

یہ عمارت مسلمانوں کے دورِ عروج و اقبال کی عظیم نشانی ہے۔ انھوں نے مختصراً بتایا کہ ''مسجد قوت الاسلام''، دہلی میں ''خاندانِ غلاماں'' کے سنہری دور کی ایک عظیم یادگار ہے۔ یہ آپ لوگ سامنے جو فلک بوس مینار دیکھ رہے ہیں جسے ''قطب مینار'' کہا جاتا ہے، یہ عالمی شہرت کا حامل مینار مسجد قوت الاسلام ہی کا حصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مؤرخین اس مسجد کو ''مسجد قطب'' بھی کہتے ہیں۔ یہ مسجد قطب الدین ایبک کے عہد کی تعمیرات میں سب سے ممتاز مقام رکھتی ہے۔

یہ ہندوستان کی فتح کے بعد دہلی میں تعمیر کی جانے والی اسلام کی پہلی مسجد ہے۔ اس کی تعمیر کا آغاز ۱۱۹۰ء کی آخری دہائی میں ہوا۔ ۱۳ویں صدی میں التمش کے دورِ حکومت میں اس میں توسیع کر کے حجم میں تین گنا اضافہ کیا گیا۔ بعد ازاں اس میں مزید تین گنا اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ ایک اور عظیم مینار تعمیر کیا گیا۔

اس مسجد کے مشہور قطب مینار کی تعمیر کا آغاز خاندانِ غلاماں کے تاج دار قطب الدین ایبک نے ۱۱۹۹ء میں کیا تھا۔ بعد ازاں ایبک کے داماد سلطان شمس الدین التمش نے اس کی تین منزلیں تعمیر کیں جس سے یہ مینار ۷۲، اعشاریہ ۵ میٹر (۲۳۸ فٹ) تک بلند ہو گیا۔ بعد ازاں اس مینار کی پانچویں اور آخری منزل کی تعمیر فیروز شاہ تغلق نے کی اور فیروز شاہ تغلق نے ہی یہاں ''مدرسۂ حوض'' کی بنیاد ڈالی جو کہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کیوں کہ یہ اُس دور کا ایک عظیم رہائشی مدرسہ تھا۔ اساتذہ اور طلبہ کی

اکثریت مدرسہ ہی میں رہتی تھی۔ اقتصادی طور پر کمزور طلبہ کو وظیفہ دیا جاتا تھا۔ ان کے رہنے اور کھانے کی ذمہ داری مدرسہ پر تھی۔ غریبوں، محتاجوں اور کمزوروں کو بھی مالی امداد فراہم کی جاتی تھی۔ فیروز شاہ تغلق کے بعد سکندر لودھی نے بھی قطب مینار کی تعمیر و ترمیم کا کام پندرہویں صدی عیسوی کے اواخر میں انجام دیا، اس طرح قطب مینار کو مختلف اوقات میں تین علٰیحدہ علٰیحدہ بادشاہوں نے تعمیر کیا۔ تین مختلف ادوار میں تعمیر کے باوجود اُس کا تعمیری ڈھانچہ ایک جیسا ہے۔ یہ مینار ایک منفرد ساخت ضرور رکھتا ہے۔ آج بھی اینٹوں کی مدد سے تعمیر کردہ دنیا کا ایک بلند مینار ہے اور ہندی+اسلامی طرز تعمیر کا شاندار نمونہ سمجھا جاتا ہے۔ بنیاد پر اس کا قطر ۱۴،اعشاریہ ۳ جبکہ بلند ترین منزل پر ۲،اعشاریہ ۷ میٹر ہے۔

یہ مینار اور اس سے ملحقہ عمارات اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے یونیسکو کے عالمی ثقافتی ورثے کی فہرست میں شامل ہیں۔ قطب مینار کو دیکھنے کے لئے کثیر تعداد میں سیاح دہلی پہنچتے ہیں، اسی لئے یہ مسجد سیاحوں کا مرکز بن کر رہ گئی ہے، ایک اندازہ کے مطابق سال بھر میں قطب مینار دیکھنے کے لئے تاج محل سے زیادہ تعداد میں سیاح آتے ہیں۔

مسجد میں خط کوفی میں خطاطی کے بہترین نمونے موجود ہیں۔ مسجد کے مغرب میں سلطان شمس الدین التمش کا مزار ہے جو ۱۲۳۵ء میں تعمیر کیا گیا۔ مسجد کی موجودہ صورت حال کھنڈر جیسی ہی ہے لیکن میناروں، ستونوں اور دیواروں پر منقش آیاتِ قرآنی اور طرزِ تعمیر دیکھ کر کہیں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مسجد کی تعمیر جین مندر یا ہندوؤں کے معبد کو منہدم کر کے کی گئی تھی۔ ہمارا قافلہ جس وقت مسجد قوت الاسلام کے پر شکوہ مینار اور اس کے کھنڈرات کو دیکھ رہا تھا، میرے ذہن کے دریچوں سے ڈاکٹر علامہ اقبال کے مجموعۂ کلام ''ضربِ کلیم'' میں شامل ایک نظم ''مسجد قوت الاسلام'' کے یہ اشعار اُبھر رہے تھے:

ہے مرے سینۂ بے نور میں اب کیا باقی
لا الٰہ مردہ و افسردہ و بے ذوقِ نمود
چشم فطرت بھی نہ پہچان سکے گی مجھ کو
کہ ایازی سے دِگر گوں ہے مقامِ محمود
کیوں مسلماں نہ خجل ہو تری سنگینی سے
کہ غلامی سے ہوا مثلِ زُجاج اس کا وجود
ہے تری شان کے شایاں اسی مومن کی نماز
جس کی تکبیر میں ہو معرکۂ بود و نبود
اب کہاں میرے نفس میں وہ حرارت ، وہ گداز
بے تب و تابِ دروں میری صلوٰۃ اور دُرود
ہے مری بانگِ اذاں میں نہ بلندی ، نہ شکوہ
کیا گوارا ہے تجھے ایسے مسلماں کا سجود ؟

افسوس کہ سرزمین ہند پر مسلمانوں کے دورِ عروج کی اِس عظیم یادگار پر بھی اب فرقہ پرستوں کی نگاہیں گڑی ہوئی ہیں۔ دہلی کے ساکیت کورٹ میں ایک مقدمہ تک دائر کر دیا گیا ہے لیکن ہم آج بھی خوابِ غفلت میں مست، شاید ابابیلوں کے انتظار میں ہیں۔

☆☆☆

☆ مالیگاؤں، ۱۱ دسمبر ۲۰۲۰ء بروز جمعہ

۱۴ سو سالہ قدیمی مسجد کے آثار کی دریافت، قبلہ رخ بیت المقدس کی طرف ہے

بھارتی ریاست گجرات میں بھاؤنگر کے گاؤں گھوگھا میں ۱۴ سو سالہ قدیم مسجد کے آثار دریافت ہوئے ہیں جس کا قبلہ بیت المقدس کی طرف ہے۔ یہ مسجد انتہائی خستہ حالت میں ہے۔ مسجد کے اندر تقریباً ۲۵، افراد ایک ساتھ مل کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس مسجد میں ۱۲ ستون ہیں جن پر مسجد کی چھت بنائی گئی ہے۔ چھت کے اوپر گنبد اور مسجد کی دیواریں بھی کھدی ہوئی ہیں اور مسجد کے محراب پر عربی میں ''بسم اللہ'' کی نقش نگاری اُسی دور کی ہے۔ محققین کے مطابق یہ مسجد اپنی قدامت کے لحاظ سے مسجد الحرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے بعد زمین کے چہرے پر ایک ہی مسجد ہو سکتی ہے۔

ساتویں صدی کے اوائل میں پہلے عرب تاجر سمندر کے راستے یہاں اترے اور پھر انہوں نے یہ مسجد یہاں بنائی۔ مکہ کا مقام قبلہ رخ یروشلم تھا۔ یہ قدیم مسجد مقامی طور پر ''جونی مسجد'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مسجد ہندوستان کی دیگر تمام مساجد سے ملتی جلتی ہے، جن کے محرابوں کا رخ مکہ مکرمہ ہے۔ اس قدیم مسجد میں ابھی بھی عربی کا قدیم ترین نوشتہ ہے اور آج یہ مسجد باروا ڈا تجم کی نگرانی میں ہے۔ اسلامی تاریخ کے مطابق ۶۱۰ء سے ۶۲۳ء تک بیت المقدس کی طرف رخ کر نماز پڑھی جاتی رہی اور پھر ۶۲۴ء سے خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھنا شروع ہوئی۔ یہ ۱۳۹۷ء سال پہلے کی بات ہے۔ محققین کے مطابق یہ بات واضح ہے کہ یہ مسجد ۶۲۲ء میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت عہد میں بنائی گئی تھی۔

محمد صغیر احمد مصباحی، معلومات بذریعہ سوشل میڈیا

بزمِ سخن

یا نبی یا نبی

بختور ہے وہ جس کی زباں پر ہر گھڑی یا نبی یا نبی ہے
جو گزر جائے یادِ نبی میں درحقیقت وہی زندگی ہے

وہ نہیں تھے تو کچھ بھی نہیں تھا اُن کے ہونے سے ہے سب کا ہونا
وہ ہیں وجہ وجودِ دو عالم ان کے صدقے میں دنیا بنی ہے

پاس گر چہ نہیں مال و دولت اِس کی مجھ کو نہیں کچھ شکایت
ہے مگر خاص رب کی یہ رحمت دل میں ان کی محبت بسی ہے

ہے تصور میں شہر مدینہ رحمتوں برکتوں کا خزینہ
موت کا تذکرہ کیسا پیارے سامنے زندگی آ گئی ہے

ان کا فرمان ہے حکم رب کا اُن کی مرضی خدا کی ہے منشا
جان ایمان ہیں شاہ بطحا سنیوں کا عقیدہ یہی ہے

نورِ حق شمع بزمِ ہدایت شاہ دیں مصطفیٰ جانِ رحمت
کیجئے مجھ پہ چشم عنایت زندگی مشکلوں میں پھنسی ہے

کائنات دل اشفاق تابش شمع الفت سے آراستہ ہو
جو پڑھے عاشق مصطفیٰ ہو، اعلیٰ حضرت کی وہ شاعری ہے

نتیجہ فکر

حافظ اشفاق تابش قادری پورن پوری

پیشکش: افتخار احمد قادری کریم گنج پورن پور

ساقی سلطان نظام الدین

اک نظر کرم کی ہو داسی پر، تم ہو دھنوان نظام الدین
ہو گنج شکر کا صدقہ اب مجھ کو بھی دان نظام الدین

بیکل ہوں لاج نبھا دینا موہے دید کا جام پلا دینا
تو را مے خانہ آباد رہے ساقی سلطان نظام الدین

اس پاپن میں کوئی گن ہے کہاں توری داسی ہوں کردان اماں
سن میری رام کہانی بھی ولین کی جان نظام الدین

افضل میاں ہمارے

قطعہ تعزیت وتاریخ وفات سید محمد افضل میاں قادری برکاتی مارہروی

۲۹ ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۲۰۲۰ء

مارہرویوں کو دو پُرسہ سراج صاحب — سید محمد افضل فردوس کو سدھارے
سید محمد افضل اک ہونہار و خوش خو — سرطان سے لڑے پر مرضی سے رب کی ہارے
ورنہ تو عمر پوری گزری ہے جیتنے میں — کب زندگی میں اپنی وہ کوئی جنگ ہارے
ہے گفتگو پہ میری دال ان کی رونق رو — جس کو لیے ہوئے وہ ملک عدم سدھارے
رخصت کے وقت ان کی خلقت یہ کہہ رہی تھی — افضل میاں ہمارے افضل میاں ہمارے
ہے کائنات مغموم اور دل شکستہ بے حد — کوئی اس کے دل سے پوچھے تھے کس قدر وہ پیارے
اشرف نجیب احمد حضرت امین سب کو — اللہ صبر دے دے یہ اجملی پکارے
انتیسویں ربیع الثانی کو اُن کی رحلت — تھی چودھ سو بیالس وہ جس گھڑی سدھارے
”مے حب مصطفیٰ کی ان کو میسر آئے — ”سید محمد افضل اللہ کو پیارے“

۵۰ + ۱۳۹۲ = ۱۴۴۲

مے (۵۰) حب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان کو میسر آئے۔

سید (۷۴) محمد (۹۲) افضل (۹۱۱) اللہ (۶۶) کو (۲۶) پیارے (۲۲۳)

۵۰+۷۴+۹۲+۹۱۱+۶۶+۲۶+۲۲۳=۱۴۴۲ھ

بے قراری میں نے دیکھی اُن میں اپنی قوم کی

رنج وغم درد و الم اپنا کروں کیسے بیاں — شفقتوں کا میرے سر سے اٹھ گیا اک سائباں
حضرتِ افضل کی باتیں رنگ رکھتی تھیں الگ — تھے علومِ دین و دنیا کے عجب وہ نکتہ داں
اُن کے لہجے کی طراوت تھی سکونِ جان ودل — گلشن برکات کے تھے عندلیب خوش بیاں
پیکر خلق و مروّت، صاحبِ جود وسخا — تھے سبھی برکاتیوں پر وہ بہت ہی مہرباں
بے قراری میں نے دیکھی اُن میں اپنی قوم کی — جذبۂ تعلیم اُن کے دل میں تھا ہر پل جواں
بن کے تصویر الم کہتے ہیں برکاتی سبھی — مٹ نہیں سکتا دلوں سے اُن کی یادوں کا نشاں
ہے دعا گو یہ مشاہدؔ از طفیل مصطفیٰ — اُن پہ اپنا فضل فرما اے خداوند جہاں

۱۶/ دسمبر ۲۰۲۰ء بروز بدھ

عرض نمودہ محمد حسین مشاہدؔ رضوی، مالیگاؤں

تورے در پر آن پڑی خواجہ ہے توسے آس بڑی خواجہ
تورے پیاں پڑت ہوں یا خواجہ مورا رکھیو دھیان نظام الدین

دو صدقہ پیر فریدن کا دو صدقہ قطب دلارے کا
تو لاڈلا خواجہ معین کا ہے رکھ لیجو مان نظام الدین

تو نبی کا راج دلارا ہے تو علی کی آنکھ کا تارا ہے
موہے اپنے ہی رنگ میں رنگ لیجو کردو احسان نظام الدین

سب ولین توسے پیار کریں، توری شان کا سب اقرار کریں
ولیوں کا ساجدؔ رب نے کیا تجھ کو پردھان نظام الدین

کاوش فکر: صاحبزادہ محمد لطیف ساجدؔ چشتی

التجائے درد

یہ کیسا قہر و غضب بپا ہے — وباؤں کا ہر سو سلسلہ ہے
یہ سالِ حزن و ملال ٹھہرا — جو نعمتوں کا زوال ٹھہرا
ہے چار سو رنج و غم کا منظر — عروج پر ہے الم کا منظر
بلکتے بچے سسکتی آہیں — وہ غم سے اٹھتی ہوئیں کراہیں
یہ سال سب پر گراں ہوا ہے — جو سر پہ سایہ کناں ہوا ہے
نہ جانے کتنے ادیب گذرے — فقیہ و زاہد خطیب گذرے
گئے بہت سے فہیم کامل — علومِ دینِ نبی کے حامل
صغیر گذرے کبیر گذرے — فقیر گذرے امیر گذرے
فضائیں ہیں سوگوار ساری — خزاں رسیدہ بہار ساری
خدا، مشاہدؔ کی التجا ہے — تجھے پیمبر کا واسطہ ہے
بلاؤں کو ہم سے دور کردے — عطا سبھی کو سرور کردے

ہے اُن کے خانوادۂ عالی سے تعزیت

بزمِ جہاں کو چھوڑ کے، سوئے جناں چلے — دنیا سے آہ، سیدی افضل میاں چلے
ٹوٹا ہے جانِ ''گلشن برکات'' پر اَلم — ہر گُل اداس ہے کہ وہ آرامِ جاں چلے
ہے اُن کے خانوادۂ عالی سے تعزیت — ہم سب کو غم ہے وہ شَرفِ خانداں چلے
''حیدر حسن'' کے حسن و سیادت کی یادگار — اشرف، امیں، نجیب کے وہ جانِ جاں چلے
لب ہی نہیں، وجود تبسم شعار تھا — سب رو پڑے جو قوم کے وہ مہرباں چلے
ملت کی خیر خواہی کا جذبہ لیے ہوئے — ابر رواں کی مثل وہ راحت رساں چلے
اک سمت حُسن فکر، تو اک سمت حُسن خلق — دنیا کو خیر بانٹتے وہ ضوفشاں چلے
اُن سے کئی مناصب عظمیٰ ہیں سرفراز — سب کی بڑھا کے قدر، وہ رُتبوں کی جاں چلے
اُن کی رَوِش، بلندیِ تعلیم کی نقیب — غیروں میں بھی وہ علم سے باعِزّ وشاں چلے
علم و عمل ہے پستیِ اقوام کا علاج — دیتے ہوئے دلوں پہ وہ علمی اذاں چلے
عہدہ بھی، خاندانی وجاہت بھی خوب تر — دونوں سے کر کے عدل، وہ شایانِ شاں چلے
چھوڑے نشاں، دیانت و ایمانداری کے — ہستی کی راہ پر وہ جدھر اور جہاں چلے
ذکرِ رضا، کلام رضا، لب پہ تاحیات — عشق رضا کے وہ چمن بیکراں چلے
مدّاح خوش گلو، اثر انگیز گفتگو — جامِ سخن پلا کے وہ سحر البیاں چلے
ہم سب کے چشم و دل میں رہیں گے وہ جلوہ گر — دنیا کا، گرچہ چھوڑ کے وہ آشیاں چلے
برکاتیت کا باغ سلامت رہے سدا — اُس کے گل و ثمر پہ نہ زورِ خزاں چلے
افضل میاں پہ فضل الٰہی کا ہو نزول — جب تک فریدیؔ! نبض زمین و زماں چلے

شریک غم

سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی، مسقط۔ عمان

محمد حسین مشاہدؔ رضوی

رنج و غم کا سال ۲۰۲۰ء

رنج و اَلم کا سال رہا دو ہزار بیس
صدموں کا اک نشان بنا دو ہزار بیس
افسردہ آسمان، سسکتی ہوئی زمین
اک آتش وبا و بلا، دو ہزار بیس
یادوں کا درد اوڑھ کے بیٹھے ہوئے ہیں ہم
کتنے عزیز لے کے گیا دو ہزار بیس
علمی فلک کے سیکڑوں خورشید چُھپ گئے
دے کر گیا ہے آہ و بکا دو ہزار بیس
ساتھی کئی بچھڑ گئے راہِ حیات میں
پہنا گیا حجابِ قضا دو ہزار بیس

باطل نے اہل حق پہ بڑھائے ستم کے وار
سازش کا ایک جال رہا دو ہزار بیس
جن پر ہمیشہ روئے گی باغِ جہاں کی آنکھ
ایسے گلوں کو لے کے اٹھا دو ہزار بیس
بے چین و مضطرب ہے گلستانِ زندگی
کر کے چلا ہے حشر بپا دو ہزار بیس
موضوعِ گفتگو رہے اموات و حادثات
جیسے ہو اک دیارِ عَزا دو ہزار بیس
اُن سارے حق پرستوں پہ فضل خدا رہے
جن کو بھی ساتھ لے کے گیا دو ہزار بیس

یا رب سبھی کے نور کا نعم البدل ملے
جتنے دِیے بجھا کے چلا دو ہزار بیس
دیتے ہیں یہ حوادث و آفات بھی سبق
ہے اک نقیب صبر و رضا دو ہزار بیس
اللہ پر یقین، سبھی مشکلوں کا حل
ہم کو یہ درس دے کے گیا دو ہزار بیس
چشم جہاں سے پوچھا کہ ہے غم کا سال کون
گر کر یہ آنسوؤں نے کہا، دو ہزار بیس
جب جب چلے گی زندگِ سوختہ کی بات
یاد آئے گا فریدیؔ سدا دو ہزار بیس

دی رائل اسلامک اسٹراٹیجک اسٹڈی سینٹر (جارڈن) کی بارہویں سروے رپورٹ میں

شاہین باغ کی دادی بلقیس بانو کو ''وومین آف دی ایئر'' کا خطاب

دنیا میں تقریباً پونے دو ارب مسلمان رہتے ہیں یعنی دنیا کی ۲۳ فی صد آبادی مسلم ہے۔ بالفاظ دیگر دنیا کا ہر چوتھا یا پانچواں انسان مسلمان ہے مگر اُن میں کچھ ایسے بااثر افراد ہوتے ہیں جن کا اثر و رسوخ بقیہ لوگوں پر ہوتا ہے۔ ۲۰۰۹ء سے دی رائل اسلامک اسٹراٹیجک اسٹڈی سینٹر (جارڈن) پوری دنیا میں اثر و رسوخ رکھنے والے پانچ سو مسلم افراد پر مشتمل سروے رپورٹ شائع کر رہا ہے۔ دی رائل اسلامک اسٹراٹیجک اسٹڈی سینٹر کی جانب سے ۲۰۲۱ء کے لئے بارہویں سروے رپورٹ منظر عام پر آچکی ہے۔

محقق، ادیب، سیاسی، مذہبی، روحانی، مبلغ، سخی، سماجی، تجارتی، تہذیبی، ثقافتی، فنّی، قاری، صحافی، نامور اور کھیل کی دنیا سے تعلق رکھنے والے پانچ سو بااثر افراد کی فہرست شائع کی گئی ہے۔ اس تجزیاتی کتاب میں اسٹڈی سینٹر کے تعارف کے بعد مخصوص ممالک جیسے چین، افریقہ، انڈیا پاکستان اور کشمیر، سری لنکا میں دہشت گردی کے معاملے، انڈونیشیا ملیشیا میں جمہوریت کی جدوجہد، روہنگیائی مسائل اور اسلاموفوبیا جیسے حساس موضوعات پر اسپیشل اسٹوری کور کی گئی ہے۔ اس کے بعد کرونا وائرس سے متاثر ۱۸۴ ممالک کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔ اسی کے ساتھ دنیا کے مختلف خطوں میں ائمہ مجتہدین کے ماننے والوں کا، فی صد تناسب پیش کیا گیا ہے یعنی پوری دنیا میں ۴۵ فیصد حنفی، شافعی ۲۸، مالکی ۱۵ اور ۲ فیصد حنبلی پائے جاتے ہیں، تجزیاتی رپورٹ میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ پوری دنیا میں ۹۰ فیصد اہلسنّت، ۹٫۵ فیصد شیعہ، زیدی ایک فیصد سے کم اور اسماعیلیوں کی تعداد ۰٫۵ فیصد ہے۔

اِس سال تفصیلی و تحقیقی سروے رپورٹ کی یہ بات قابل ذکر ہے کہ وومین آف دی ایئر ۲۰۲۱ء کے لیے شاہین باغ کی دادی کے نام سے مشہور بیاسی سالہ بلقیس بانو (انڈیا) کا انتخاب کیا گیا ہے جنھوں نے ''این آر سی'' اور ''سی اے اے'' پر حکومت وقت کے خلاف دہلی کی سڑک پر اپنا احتجاج درج کروا کر ساری دنیا کو اپنی جانب متوجہ کیا۔ بلقیس بانو کی تقلید کرتے ہوئے ہندوستان میں جگہ جگہ شاہین باغ طرز پر احتجاجات درج کروائے جا رہے تھے جن کے اثرات کو دیکھتے ہوئے بڑے بڑے سیاسی لیڈران کے سُر اور تال بدل گئے تھے۔ مین آف دی ایئر ۲۰۲۱ء کے لیے چین کے الہام طوہتی منتخب ہوئے ہیں۔ پچاس بااثر شخصیات میں ۸۴٫۶ ملین ترکی باشندوں کے صدر جناب طیب اردگان کو اوّل مقام دیا گیا ہے۔ گزشتہ کئی سالوں سے ممتاز پچاس لوگوں میں اپنا مقام بنانے والے ترکی صدر طیب اردگان کو سال ۲۰۱۹ء کی سروے رپورٹ میں بھی اوّل مقام دیا گیا تھا۔

شخصیات کے تعارف، خدمات اور رینکنگ کے بعد ہندوستان میں بڑھتے ہوئے فاشزم، کمزور ہوتا جمہوری نظام، مخصوص ذہنیت کو فروغ، اسلام کا عروج و ارتقاء، جدید اسلامی طرز تعلیم اور آیا (ہا گیہ) صوفیہ جیسے کئی اہم اور حساس عناوین پر تحقیقی و تنقیدی مقالات قلمبند کیے گئے ہیں۔ مضامین و مقالات کے بعد دور حاضر کی کئی انتہائی اہم کتابوں پر تبصرے شائع کیے گئے ہیں۔ اسی کے ساتھ ستمبر ۲۰۱۹ء سے ستمبر ۲۰۲۰ء تک وقوع پذیر ہونے والے اہم واقعات کو بھی جگہ دی گئی ہے۔ آخر میں تمام ممالک اور ان میں موجود مسلم آبادی کا فی صد تناسب، سوشل میڈیا پر ۵۰۰ بااثر مسلم شخصیات کے اعداد و شمار اور حوالہ جات کو شامل کیا گیا ہے۔ یہ سروے رپورٹ کئی مخفی باتوں کو اُجاگر کرتے ہوئے ذہن کے بند دریچوں کو کھولنے کی کوشش کرتی ہے جسے ضرور پڑھنا چاہیے۔

عطاء الرحمٰن نوری (ریسرچ اسکالر)، ڈائریکٹر نوری اکیڈمی، مالیگاؤں

محترم جناب ایڈیٹر صاحب... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید کہ مزاج عالی بخیر ہوگا۔ آپ کا مجلہ ماہ نامہ ''کنز الایمان'' اپنی تمام تر خصوصیات اور عمدہ طباعت کے ساتھ ''مکتبہ مرکزیہ'' جامعۃ الفلاح کو پابندی سے موصول ہو رہا ہے۔ یہ مجلہ علمی، اصلاحی و تحقیقی مضامین اور حسن انتخاب کے لحاظ سے طلبہ و اساتذہ کے لئے یکساں طور پر مفید ہے۔ اللہ آپ کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔ محترم! اِس مجلہ سے ام سال بھی طلبہ و طالبات، اساتذہ و معلمات استفادہ کرتے رہے ہیں، ہمیں امید ہے کہ آئندہ بھی اعزازی موصول ہوتا رہے گا، نوازش ہوگی۔ والسلام

عرفان احمد فلاحی، لائبریرین سینٹرل لائبریری جامعۃ الفلاح
بلریا گنج، ضلع اعظم گڑھ، اتر پردیش، ۸ دسمبر ۲۰۲۰ء

مرحومہ حلیمہ سلطانہ باجی دہلوی صاحبہ۔خوبیاں اور خدمات

قد افلح المومنون هُمۡ فِيهَا خالدون۔

آج ہم سب لوگ ایک تعزیتی اجلاس اور سوئم کی فاتحہ میں شریک ہوئے ہیں جو حلیمہ سلطانہ باجی کے ایصال ثواب کے لئے منعقد ہوا ہے۔ یہ حضرت شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ کے نبیرہ تسنیم الحق مرحوم کی زوجہ اور عبدالحق فرحان حقی کی والدہ تھیں اور نجیب الطرفین سیدہ تھیں۔ آج ہم نے ذکر واذکار کیا، تلاوت کلام پاک ہوئی اور گزشتہ تین دنوں سے گھروں میں مستقل پڑھا جارہا ہے۔ جواُن کے جانے والے ہیں وہ سب بھی پڑھ رہے ہیں۔ اب تک لاکھوں کلماتِ طیبہ پڑھے گئے۔ درودِ پاک اور قرآن پاک کی تلاوتیں کی گئیں۔ یہ سب اس بات کی نشانی ہے کہ جواُنھیں قرآن پاک اور اعمالِ صالحہ سے وابستگی تھی اور جو آیاتِ مبارکہ میں نے ابھی تلاوت کیں اس کی ایک ایک آیت ان کی زندگی پر صادق آتی ہے۔ قرآنِ پاک کا اُن کو اتنا شوق تھا کہ وہ کسی نہ کسی کو اپنے یہاں تفسیر کے لئے لگا کر رکھتی تھیں۔ لوگ آتے اور اپنے اپنے طریقے پر تفسیر بیان کرتے۔ ۲۵ سال پہلے جب مجھ پر فرحان بھائی وغیرہ کی نگاہ پڑی تو اُن کی والدہ کے سامنے بھی ذکر ہوا۔ ان کی اجازت پر مجھ سے تفسیر کے لئے کہا گیا، میں نے ان کے سامنے اپنی کچھ شرطیں رکھیں تفسیر بیان کرنے کے لئے کہ میں کہیں سے بھی تفسیر نہیں کروں گا بلکہ قرآن کی ترتیب کے مطابق شروع سے کروں گا پھر اُس میں سب کچھ آجائے گا۔ انہوں نے اس بات پر پوری طرح رضا مندی ظاہر کی اور بڑے شوق ومحبت سے مجھے بلایا۔

پہلی بار جب میں ان کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو معذور بوڑھی خاتون کی نورانی صورت دیکھ کر خوش ہوگیا۔ شفقت سے انہوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھا پھر میں نے تفسیری سلسلے کو شروع کیا۔ میں اپنی وجہ سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ قرآن وسنت سے ان کی وابستگی اور شوق کو بیان کرنے کے لئے کہہ رہا ہوں کہ تفسیر قرآن کو میں نے ۱۸،سال میں مکمل کیا۔ ایک ایک آیت وہ اتنے شوق سے سنتی تھیں کہ بارش کا زمانہ جب آجاتا، گلیوں میں پانی بھر جاتا، یا رمضان شریف آجاتے تو ناغہ ہو جاتا اور میں صرف جمعہ کے دن ہی جاتا تھا۔ دو تین جمعوں کے گزرنے کے بعد فون آجاتا تھا کہ آپ آئے نہیں۔ آپ کی آواز سننے کو جی چاہ رہا ہے۔ میری کیا آواز تھی۔ وہ تو قرآن پاک کی آواز تھی جسے وہ کہتی تھیں کہ آپ کی آواز سننے کو جی چاہ رہا ہے، ان کی وابستگی قرآن کریم سے ایسی ہی تھی۔ ساتھ ہی اوراد وظائف، اشغالِ ذکر اور نفلی روزوں کی کثرت پھر تکلیف اُن کی ایسی تھی کہ کوئی اندازہ نہیں کرسکتا۔ اُن کے گھر کے لوگ ہی ان کی تکلیف کو جانتے اور محسوس کرسکتے تھے۔

اتنی تکلیف کے باوجود وہ فرض روزہ کے علاوہ نفل روزے مستقل رکھتی تھیں۔ فرحان بھائی کبھی کبھی ماں کی محبت میں غصہ بھی ہو جاتے لیکن اس معاملے میں وہ کسی کی نہیں سنتی تھیں۔ ایسی ہستی کی مبارک روح کو ایصال ثواب کرنے کے لئے ہم یہاں حاضر ہوئے ہیں۔

انسان کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو، اُن کا اظہار کردیتا ہے لیکن اُن سے جب بھی پوچھا گیا تو یہی کہا ''اللہ کا شکر ہے'' اس کے برعکس اگر کسی یتیم بچی اور نادار خاتون کی کوئی تکلیف سنتی تھیں تو تڑپ جاتیں اور ہر ممکن مدد کرتی تھیں۔ سینکڑوں بچیوں کی شادیاں کرادیں، یتیموں کی پرورش اور ناداروں کی مدد کرتی تھیں۔ کسی یتیم، مسکین، غریب، اسیر کی بیوہ کی تکلیف سامنے آجاتی تو جب تک اُسے مدد نہیں کرالیتیں تب تک چین سے نہیں بیٹھتی تھیں لیکن خود اپنے گھر کے اندر اتنی معذور تھیں کہ آپ حیرت کریں گے کہ وہ اپنی جگہ سے بالکل ہل نہیں پاتی تھیں۔ بہت سی چیزوں کے لئے انہوں نے ایک لمبی سی ڈنڈی بنا رکھی تھی، اس میں تار باندھ رکھا تھا۔ اپنی چیزوں کو اُس سے اٹھا لیتی تھیں لیکن اپنی تکلیف کا اظہار کسی سے کبھی بھی نہیں کیا۔ مجھ سے بار بار فون کرکے کہتی تھیں کہ اس کا یہ کام کرنا ہے، اس کا وہ کرنا ہے (وغیرہ) جہاں سے بھی ان کا بس ہوتا تھا، امدادی تعاون کرتی تھیں۔

اپنے گھر میں انہوں نے ایک این جی او (فلاحی تنظیم) بنا رکھی تھی

جس کے ذریعہ وہ کھانا بنانا سکھاتی تھیں۔سلائی کڑھائی سکھاتی تھیں۔
۳۔ ۳مہینے کے کورس،غریب بچوں کے لئے وہ کیا کرتی تھیں۔کتنوں کو انہوں نے بہت کچھ سکھادیا۔ہنرمندی کی سند دِلوادی۔

علاقے کے اندر اُن کا وجود حقیقت میں ایک بڑا بابرکت وجود تھا۔بہت سے غریبوں ناداروں کے لئے حقیقت میں وہ رحمت للعالمین کی رحمت کا جلوہ اور سایہ تھیں۔ان کی یہ بڑی خوبی تھی۔قرآن کریم کی جو آیت میں نے ابھی تلاوت کی ہے وہ اسی لئے کی ہے کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں لیکن قرآن کریم کی یہ آیت ان کی زندگی کے لئے گواہ ہے۔**قد افلح المومنون** ہم دنیا کی کامیابی دیکھتے ہیں کہ ہم نے یہ کرلیا، وہ کر لیا لیکن اللہ رب العزت کس کو کامیاب کہہ رہا ہے اور کامیاب کون ہوگا، اگر اِس آیت مبارکہ کی روشنی میں ہم دیکھنا چاہیں تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے یہیں سے شروع کیا ہے کہ ’’کامیاب ہوگئے وہ مومن جو اپنی نمازوں کے اندر خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں اور عاجزی انکساری اختیار کرتے ہیں۔‘‘ مرحومہ کی نمازیں کیسی تھیں، یہ اہل خانہ ہی جانتے ہیں کہ کیسی خشیت ان کے اندر تھی، کیسا خوف اور کیسا شوق تھا۔ایک ہے خوف، ایک ہے خشوع۔خوف کے اندر آدمی ڈرتا ہے لیکن خشیت میں شوق، ذوق اور خوف سب ملا ہوا ہوتا ہے۔ان کی کیفیت ایسی ہی تھی۔ قرآن پاک میں فرماتا ہے: **ھُم فی صلوٰتھم خاشعون** کہ جو اپنی نمازوں کے اندر خشوع اختیار کرتے ہیں۔

والذین ھُم للزکوٰۃ فاعلون کہ جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ زکوٰۃ ادا کرنا تو سالانہ عمل ہے، وہاں تو صدقات جاریہ کا ایسا معاملہ تھا کہ بس کہنے کی بات نہیں۔ہمہ وقت اسی سوچ میں رہتی تھیں کہ کہیں نہ کہیں سے صدقۂ جاریہ ہوجائے اور کسی نادار کی مدد ہوجائے۔**والذین ھُم لِفروجھم حافظون اِلّا علی ازواجھم**۔ جو اپنی عصمت کی حفاظت کی انہوں نے۔غریب نادار بچیوں کو اپنے یہاں پرورش کرتی تھیں جب شادی کے قابل ہوجاتی تھیں تو مناسب رشتہ دیکھ کر اُن کی شادی کردیا کرتی تھیں۔یہ ان کا ایک طریقہ تھا عصمت کی حفاظت کرنے کرنے کا۔آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **والذین ھُم لِاَماناتھم و عھدھم راعون**۔ وہ امانتوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔لوگ مرحومہ کے پاس امانتیں رکھ جاتے۔اس قدر محافظ تھیں کہ کہیں کوئی ایک بھی چیز اِدھر سے اُدھر نہ ہوجائے، اس کا بہت خیال رکھتی تھیں۔اس کی رعایت کرنے والی تھیں۔

والذین علی صلوٰتھم یُحافظون۔ وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والی تھیں۔نمازوں کا نہایت اہتمام آج بہت کم کسی کے یہاں ہوتا ہے۔بہر حال اس خاندان کے اور بھی لوگ یہاں بیٹھے ہیں اور ہمارے امام صاحب کے بھائی حسن بخاری صاحب کا بھی یہی معمول تھا، ان کے یہاں بھی بڑے معاملات تھے۔اس قدر نماز کے لئے وہ اہتمام کرتی تھیں کہ جمعہ کے دن ہم لوگ تو ایک گھنٹے بھاگ کر ادھر اُدھر سے کپڑے وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں۔اس بھاگ دوڑ میں یہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی میلے کپڑوں میں ہی جمعہ پڑھ لیتے ہیں کہ نماز ہی تو پڑھنی ہے۔اس خاندان میں ایسا نہیں ہوتا تھا کہ اس کپڑے میں نماز پڑھ لی۔یہاں فرحان بھائی اُن کے صاحبزادے گواہ ہیں کہ دو دن پہلے سے جمعہ کا انتظام اس گھر میں شروع ہوتا بلکہ بدھ کے دن سے اہتمام ہوتا تھا۔میں یہ کسی طرح کی تعریف میں نہیں کہہ رہا ہوں۔آج وہ ہستی اِس دنیا میں ہمارے درمیان موجود نہیں تو میرا دل رو رہا ہے۔دو دن پہلے سے انتظام شروع، کپڑے اور صفائی وغیرہ کا اہتمام شروع۔ جمعرات کے دن سے سنورنا، سنوارنا، غسل کا اہتمام۔

وہ بہت معذور تھیں، اس کے باوجود بھی اہتمام کرتی تھیں پھر جمعہ کے دن صبح سے ہی جو معمولات ان کے شروع ہوتے، وہ عصر تک جاری رہتے۔ وظائف، تمام سورتیں، معمول کے تمام درود پاک اور جتنی بھی چیزیں تھیں ان کے یہاں معمولات کی۔کبھی کبھی تو مجھ سے کوئی دعا پوچھتی تھیں تو مجھے بھی دیکھ کر بتانا پڑ جاتی تھی۔یہ سب ان کے یہاں ہوتا تھا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **والذین ھُم علیٰ صلوٰتھم یُحافظون** کہ وہ مومن کامیاب ہوگئے اور یقیناً کامیاب ہوگئے وہ مومن جنھوں نے ایسا کیا۔آخر میں فرماتا ہے: **اولٰئك ھُم الوارثون۔ الذینَ یرِثون الفردوس**۔ یہ وہی لوگ ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہیں۔ہم کو یقین ہے اللہ کے اِس کلام پر کہ وہ جنتی خاتون ہیں کیوں کہ ہم نے تو اُن کی زندگی کو دیکھا ہے۔خدا تعالیٰ رحمتیں اُن پر برسائے۔

البتہ ایک بات ہے کہ ان کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے نسبت اپنی جگہ لیکن ان کو خاص نسبت آل رسول پیر پیراں سے تھی، اس لئے یہ روحانی قوت، قادری نسبت کا فیضان تھی۔بہر حال وہ تو نیکی اور بھلائی کا چشمۂ جاریہ تھیں۔میں نے پہلے ہی ان کی نسبت بتائی کہ سادات سے ان

کا تعلق تھا لیکن اس کے ساتھ ہی شیخ عبد الحق محدث دہلوی خود قادری تھے اور نسبت میں نقشبندی تھے۔ یعنی ان کو فیضان تو دونوں ہی طرف سے ملا ہوا ہے۔ اپنے خاندان سے بھی ملا ہے اور دوسری طرف سے بھی ملا ہے۔

دو اہتمام تو اُن کے بہت زبردست تھے۔ ایک ۱۲ ربیع الاول شریف میں عورتوں کے لئے میلاد کا اہتمام جس میں سینکڑوں آتی تھیں پھر سب کی دعوت جس کے لئے انھیں دوسرا گھر لے کر اُس میں لاؤڈ اسپیکر کا اہتمام کرانا پڑتا تھا۔ دوسرے رجب شریف میں سورہ ملک ہر جمعہ کو سوسو مرتبہ پڑھواتی تھیں اور آخری جمعہ کو فاتحہ اور ایصال ثواب کرتی تھیں اور تبرک تقسیم کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں برسائے اور ان کے درجات کو بلند کرے۔ ہمیں بھی جو کچھ ہم نے سنا ہے، اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خطاب: مولانا محمد یعقوب علی خاں قادری، امام وخطیب مسجد خلیل اللہ بٹلہ ہاؤس۔ تحریر: حافظ عروج فاطمہ بنت مولانا محمد یعقوب خان۔

مرحومہ نے غریب نوازی کا صدقہ خوب لٹایا

خانوادہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چشم و چراغ عبد الحق فرحان حقی متولی وسجادہ نشین درگاہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی والدہ محترمہ کا، ۱۱ نومبر ۲۰۲۰ء کو بروز بدھ شام تین بجے آپ کی مستقل قیام گاہ جسولہ گاؤں میں انتقال ہو گیا، موصوفہ کی عمر تقریباً اسی سال تھی، مرحومہ صوم وصلاۃ کی پابند، تقوی، شعار، پرہیز گار بڑی نیک صالحہ اور ہمدرد خاتون تھیں۔ محلے میں آپ کی سیر چشمی اور سخاوت کا چرچا تھا۔ محلے کی پریشاں حال خواتین کی خبر گیری اور ان کی ضرورتوں کی تکمیل ان کا محبوب مشغلہ تھی۔ یتیموں اور ناداروں کی پرورش کرنے میں آپ کو خاصی دلچسپی تھی۔ ان کے انتقال سے بے سہارا خواتین کی ایک بڑی تعداد خود کو لاچار محسوس کر رہی ہے۔ ان کی پہلی نماز جنازہ مولانا یعقوب علی خان قادری نے پڑھائی، اس کے بعد آپ کا جنازہ مہرولی شریف لے جایا گیا، وہیں دوسری نماز جنازہ اور تدفین عمل میں آئی۔

۱۳ نومبر کو جسولہ فلیٹس، اپوزٹ مٹرو اسٹیشن، جسولہ وہار، آپ کی قیام گاہ پر آپ کے اکلوتے فرزند سعید عبد الحق فرحان حقی نے آپ کے تیجے کی فاتحہ کا اہتمام کیا جس میں آپ کے اعزہ واقربا کے علاوہ مخصوص مریدین اور عقیدت مند، خصوصاً علما وحفاظ اور مدارس کے طلبہ نے شرکت کی۔ مولانا مقبول احمد سالک مصباحی نے کہا کہ موحومہ شیخ محقق کے خانوادے کی اہم کڑی تھیں۔ انھوں نے اپنی قوت عمل اور مضبوط اعصابی حوصلہ مندی سے حالات کو قابو میں کر رکھا تھا۔ درگاہ کے نظام سے لے کر گھر کے نظام اور محلے کی نادار عورتوں کی ضروریات کی تکمیل تک ان کا شغل بڑھا ہوا تھا، ان کے جانے سے شیخ محقق کا خانوادہ سونا ہو گیا۔ اب آخری نشانی کے طور پر عبد الحق فرحان حقی ہیں، اللہ تعالی ان کے ذریعے شیخ محقق کے خانوادے میں برکت عطا فرمائے۔

۲۰، دسمبر کو بروز اتوار صبح دس بجے حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی درگاہ کے سجادہ نشین جناب عبد الحق فرحان حقی دہلوی کی والدہ محترمہ حلیمہ سلطانہ باجی کے چہلم کی فاتحہ وقرآن خوانی کا اہتمام، احاطہ درگاہ کی مسجد میں کیا گیا، میلاد پاک کی محفل بھی منعقد ہوئی جس کی ابتدا قاری محمد آفتاب عالم غازی پوری استاد شعبہ حفظ وقرات مدرسہ ابراہیمیہ مسجد خلیل اللہ نے قرآن پاک کی تلاوت سے کی، قاری آفتاب صاحب اور قاری راقم حسین فریدی نے نعتیہ کلام پیش کیا، مولانا محمد ظفر الدین برکاتی نے نظامت اور تعارف کے فرائض انجام دیے، خانقاہ آبادانیہ فریدیہ بدایوں شریف کے سجادہ نشین محمد انور علی سہیل فریدی اور مسجد خلیل اللہ جامعہ نگر کے امام وخطیب مولانا محمد یعقوب علی خان قادری نے مرحومہ کی دینی خدمات اور سماجی تعلیمی خوبیوں کو بیان کیا، امام صاحب نے کہا کہ مسلم بچیوں کی تعلیمی اور معاشی کفالت، مختلف لازمی ہنرمندیوں کی تربیت اور مذہبی ماحول سازی کے حوالے سے بھی انھیں یاد کیا جائے گا، تیراہا بیرم خاں سے ذاکر نگر تک مرحومہ نے غریب نوازی کا صدقہ خوب لٹایا، درجنوں بچیوں کی شادی میں خصوصی تعاون کیا، دینی اصلاحی سوچ کے تحت سال میں عورتوں کے لئے بہت سی محافل اور مجالس کو منعقد کیا، خود بھی تعلیم یافتہ اور باعمل تھیں اور اپنے قریبی رشتہ داروں اور ملنے جلنے والوں کو بھی باعمل اور باکردار دیکھنا چاہتی تھیں۔ سہیل فریدی صاحب نے بتایا کہ عزیز گرامی عبد الحق فرحان حقی نے جس طرح سے اپنی ماں کی خدمت کی، وہ بھی ایک مثالی خدمت ہے اور آج کی نسل کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ ایصال ثواب کی محفل میں مقامی مسجد ومدرسہ کے امام و مدرس صاحبان، درگاہ کے معتقدین، ڈاکٹر عبد القادر حبیبی، حافظ محمد سعید اکبر پوری، حافظ سہیل احمد سیوانی وغیرہ شامل تھے۔

☆☆☆

رپورٹ: حافظ معین الدین امجدی، شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف شاہجہاں پور، اتر پردیش (رجسٹرڈ)

الحاق درجہ فوقانیہ (۸) تک ۲۰۱۳ء سے (اردو میڈیم)

سالِ رواں میں ''کورونا وائرس'' بیماری چل رہی ہے، اس لئے عوام الناس سے تعاون ضعیف رہا ہے اور مدرسہ میں پڑھائی کا سلسلہ بند ہونے کی وجہ سے بچوں کے والدین سے جو ماہانہ ملتا تھا وہ بھی نہیں ملا لیکن حکومت ہند کے آڈر کے تحت ٹیچرس اور حافظ صاحب کو ماہانہ تنخواہ مستعدی کے ساتھ دی جاتی رہی اور مدرسہ کے تمام اخراجات بھی بدستور ہوتے رہے۔

۵ / جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ بروز بدھ / 01-01-2020 سے

۱۵ / جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ بروز جمعرات 31-12-2020 تک

گوشوارہ آمد و خرچ

(۱) سال رواں ۲۰۲۰ء کی آمدنی **288916** روپے

(۲) گزشتہ سال ۲۰۱۹ء کی بچی رقم **68382** روپے

گزشتہ سال ۲۰۱۹ء کی بچی ہوئی رقم سال رواں ۲۰۲۰ء کی آمدنی میں شامل کردی۔ دونوں کی ٹوٹل رقومات **357298** روپے

(۱) درجہ حفظ و ٹیچرس کی تنخواہ **196200** رپے

(۲) پانی کا ٹیکس، مدرسہ کا ٹیکس، بجلی کا بل **18521** روپے

(۳) مدرسہ کی اسٹیشنری کا خرچ **1150** روپے

(۴) مدرسہ میں عمارتی کام کا خرچ **177389** روپے

(۳) سال رواں ۲۰۲۰ء کا خرچ **319260** روپے

(۴) سال رواں ۲۰۲۰ء کی بچی رقم **18038** روپے

نوٹ: آمد و خرچ کی تفصیل رجسٹر میں درج ہے جو حضرات رجسٹر دیکھنا چاہیں ہم انہیں دکھا سکتے ہیں لیکن خلوص شرط ہے۔

بینک اکاؤنٹ: مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف شاہجہاں پور (یو پی) الہند

وجیہ بینک اکاؤنٹ نمبر: 714901011001961

آئی ایف ایس سی، کوڈ: VIJB0007149

درخواست: تمام مخیر حضرات سے پرخلوص درخواست ہے کہ بینک کے ذریعے بھی تعاون کر سکتے ہیں۔

کابینہ حضرات: مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف شاہجہاں پور، اتر پردیش۔ **9616809591**

رابطہ کا پتہ: خادم مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف شاہجہاں پور۔ **9616809591**

عبدالحفیظ: منیجر مدرسہ غوث الثقلین، شاہجہاں پور۔ **کمپوزنگ کردہ:** مریم ثقلینی، مدرسہ غوث الثقلین، مہمند ہدف، شاہجہاں پور

اپریل ۲۰۲۱ء کا شمارہ خصوصی ہوگا

عالم ربّانی، مفسر قرآن، ثانیٔ سرکارِ ربّانی، شیخ طریقت، ابوالعلماء

حضرت علامہ مفتی محمد مقصود سید غازی ربّانی علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۰ر جون ۱۹۲۶ء۔ وصال: ۹ شعبان ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۵، اپریل ۲۰۱۹ء)

بانی دارالعلوم ربانیہ، حرا اسلامیہ انٹر کالج، باندہ، اتر پردیش (بھارت)

کی حیات، خدمات، شخصیت اور کارنامے سے متعلق ماہ نامہ ''کنزالایمان'' دہلی اپریل ۲۰۲۱ء کا شمارہ خصوصی ہوگا۔

خطۂ بندیل کھنڈ جو ایک سنگلاخ علاقہ ہے اور یہ علاقہ جغرافیائی طور پر مدھیہ پردیش اور اتر پردیش کا حصہ ہے۔ اسی سنگلاخ علاقہ کے ضلع باندہ میں خانوادۂ ربانیہ کے مورث اعلیٰ حضرت استاذ السلطان مفتی سید دائم علی علیہ الرحمۃ والرضوان، والیِ باندہ نواب ذوالفقار علی کے استاذ کی حیثیت سے جلوہ افروز ہوئے اور استاذ السلطان سے مشہور ہوئے۔

خانوادۂ ربانیہ علمائے کرام ومشائخ عظام کا وہ علمی روحانی گھرانہ ہے جو کہ کم وبیش پانچ سو برس سے نسلاً بعد نسل ہندوستان میں دینی تبلیغی وروحانی خدمات انجام دے رہا ہے۔ اِس خانوادہ کے مشائخ عظام نے فتح پور، باندہ، جبل پور، حیدرآباد، بریلی وغیرہ علاقوں میں شریعت وطریقت کی خدمات کے لئے سکونت اختیار کی پھر خطۂ بندیل کھنڈ ضلع باندہ میں مستقل سکونت اختیار کی۔

یہ خانوادہ صحیح النسب حسینی سادات سے ہے اور اپنی نسبی نسبت مشہورِ زمانہ صوفی حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمۃ والرضوان سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ وہی مبارک خاندان ہے جو بیک وقت شریعت وطریقت کا سنگم ہے جس کے علمائے کرام ومشائخ عظام نے دین وسنیت، تعلیم وتربیت، شریعت وطریقت کی بے لوث خدمت کی اور دینی وعصری دونوں شعبہائے زندگی میں تعلیمی وفلاحی کارنامے انجام دِیے۔

اسی خانوادۂ ربانیہ کے ایک بزرگ شخصیت، عالم ربانی، ثانیٔ سرکارِ ربانی، مفسر قرآن، ابوالعلماء حضرت مفتی محمد مقصود سید غازی ربانی علیہ الرحمۃ والرضوان سے مشہور ومعروف ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کے کم وبیش ستر سال ملک کے طول وعرض میں دینی، تبلیغی، روحانی خدمات انجام دی۔

اپریل ۲۰۲۱ء کا خصوصی شمارہ اسی بزرگ شخصیت مفسر قرآن حضرت مفتی سید غازی ربانی علیہ الرحمہ کے حیات وخدمات پر خصوصی ہوگا جس میں حضرت سید غازی ربانی علیہ الرحمہ کے حوالے سے مضامین ومقالات ہی شامل ہوں گے۔ یہ خصوصی شمارہ ان شاءاللہ بہتر ترتیب کے بعد خوبصورت انداز میں منظر عام پر آئے گا۔

مولانا سید شاہد ربّانی | ڈاکٹر مولانا سید ابرار احمد حامد ربّانی | ڈاکٹر مولانا سید اسرار احمد محمود ربّانی

مقالات ومواد کی فراہمی کے لئے مولانا ڈاکٹر محمد عرفان محی الدین قادری ربّانی خاص تعاون پیش کریں گے۔

رضوی کتاب گھر سے بہت جلد منظر عام پر آنے والی کتابیں
سرکار غوث اعظم کی افضلیت
اور خصوصیات پر ایک مستند تحریر
خصائص غوث الوریٰ
تالیف
مولانا عبدالرحمٰن خان قادری
ناشر
رضوی کتاب گھر دہلی
سوانح حضرت اویس قرنی
تالیف
ڈاکٹر سید محمد عامر گیلانی
ناشر
رضوی کتاب گھر دہلی
اسلامی معاشرت
اور
بندوں کے حقوق
تالیف
مفتی محمد رضوان الرحمٰن فاروقی رضوی
ناشر
رضوی کتاب گھر دہلی
صابری نظامی چشتی قادری شطاری سلسلے کا روحانی عرفانی گلدستہ
گلزارِ صابر
تاج الاولیا، حضرت خواجہ علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری
علیہ الرحمۃ والرضوان کا بصیرت افروز تذکرہ اور صابری
خاندان کے اکثر جلیل القدر بزرگوں کے واقعات نہایت
جامعیت اور اختصار کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں
نوٹ کنزالایمان کی سالانہ قیمت -/300 ہے رقم ڈاک خانہ سے منی آرڈر کریں اور بینک اکاؤنٹ میں -/350 روپے جمع کریں۔
ماہنامہ کنزالایمان سے متعلق کوئی بھی رقم مندرجہ ذیل بینک اکاؤنٹ نمبر میں جمع کریں
SBI BACK A/C NO.: 35490268797 IFSC CODE : SBIN0002366
BRANCH : JAMA MASJID NAME : KANZUL IMAN MONTHLY
رضوی کتاب گھر سے متعلق کوئی بھی رقم مندرجہ ذیل بینک اکاؤنٹ نمبر میں جمع کریں
ICICI BANK A/C NO. 769001000026 IFSC CODE : ICIC0007690
BRANCH DARYAGANJ NAME : MOHD AHMAD
(نوٹ) رقم جمع کرنے کے بعد فون پر ضرور اطلاع کریں۔
MOB. 9350505879 PH. 011-23264524, 9910920970

RNI No. 69814/98
Date of Publishing 5 & 6
Posted At Delhi RMS & G.P.O. Delhi-110006
"KANZUL IMAN" MONTHLY
423, Matia Mahal, Jama Masjid, DL-6, 011-23264524
weight 90 grams
POSTAL REGD. No. DL (DG-11) / 8005/2021-2023
Date of Posting 10 & 11 EVERY ADVANCED MONTH
FEBRUARY - 2021
Rs.25/-
Total 68 Pages With Title Cover
PRINTED AT : JAVEED PRESS 2096 RODGRAN, LAL KUAN, DELHI-110006